اسلام میں
حلت و حرمت کی حقیقت

ایک تحقیقی مطالعہ

فاعلم انہ لا الٰہ الا اللّٰہ

لا الٰہ الا اللّٰہ
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں

محمد رسول اللّٰہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں

ISLAMIZATION OF EDUCATION SYSTEM

ظفر اقبال خان

لامیہ حویلی بہادر شاہ جھنگ

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسلام میں حلت وحرمت کی حقیقت

ایک تحقیقی مطالعہ

ظفر اقبال خان

ادارہ اسلامیہ حویلی بہادر شاہ جھنگ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

کتاب	اسلام میں حلت وحرمت ایک تحقیقی مطالعہ
مصنف	ظفر اقبال خان
اشاعت اوّل	جنوری 2007ء
تعداد	1000
قیمت	150 روپے
کمپوزنگ	اسلامائزیشن انسٹیٹیوٹ حویلی بہادر شاہ جھنگ
کمپوزر	اے ڈی خان سیال
ناشر	ادارہ اسلامیہ حویلی بہادر شاہ جھنگ

Marfat.com

فہرست مندرجات

تقدیم	حلت وحرمت اور نجات	۲
باب ۱	مقصد حیات انسانی اور وسائل	۸
	مقصد کے حصول کے لیے آسان طریقہ	۱۰
	دنیا اور آخرت کی حیات کا فرق	۱۱
	جنت کی نعمتوں کی حقیقت	۱۲
	مال دینے کے بعد قلوب میں خوف	۱۴
	تالیف القلوب اور دولت	۱۴
	انسانی معاش کے قرآنی اصول	۱۵
	مومن اور بے دین کے رزق کا فرق	۱۹
باب ۲	اسلامی نظام معیشت کی اساس	۲۶
	اسلامی نظام معیشت کے اساسی تصورات	۲۶
باب ۳	اسلام کا اقتصادیاتی نظام	۳۱
	اسلامی نظام اقتصادیات کے نمایاں پہلو	۳۱
باب ۴	اسلام کا فلسفہ حلت وحرمت	۳۹
	اسلام میں حلت وحرمت کی تین اقسام	۳۹
	حلت وحرمت قرآن کے تناظر میں	۴۱
	حلت وحرمت حدیث کے تناظر میں	۴۳
	حلال اشیاء کی حرمت کے مختلف طریقے	۴۴
باب ۵	حلت وحرمت کے ذرائع	۴۷

Marfat.com

	حرام ذرائع رزق کی اقسام	۴۷
	حرام رزق کے نتائج	۶۰
باب۶	اسلام میں کسب حلال وحرام کی حقیقت	۶۲
	کسب حلال اور قرآن	۶۳
	کسب حرام کی ممانعت اور قرآن	۶۴
	کسب حلال حدیث کے تناظر میں	۶۴
	کسب حلال کے فوائد وثمرات	۷۱
	حلال کمائی کے فضائل	۷۱
	سلف صالحین کے کسب حلال پر دلچسپ واقعات	۷۳
	انسان کا کن صورتوں میں کمانا ضروری ہے	۷۴
	کسب حلال کیوں ضروری ہے؟	۷۵
	کسب حلال کے لیے پانچ باتیں	۷۶
	کسب حرام سے پرہیز کیوں ضروری ہے؟	۷۶
	حرام مال کے کھانے سے عبادت قبول نہیں ہوتی	۷۶
	حرام کمانے والا جہنم میں جائے گا	۷۶
	حرام مال کے کھانے سے نماز بھی قبول نہیں ہوتی	۷۷
	کسب حرام سے پرہیز نہ کرنے پر اکابرین کے اقوال	۷۹
	ساری کائنات کا رزاق حقیقی کون؟	۷۹
	بغیر کمائے متوکل بننے سے بھی اللہ رزق دیتا ہے	۸۰
	کسب حلال سے پہلے اس کے مسائل کا سیکھنا ضروری ہے	۸۲
	کسب حلال کے شرعی اصول وضوابط	۸۳

Marfat.com

رزق حلال کی فضیلت ۸۵

کسب مال حلال کے مراتب اور درجات ۸۶

حلال وحرام پاک وناپاک اشیاء ۸۷

حرام کی چار اقسام ۸۸

حرام مال میں گناہ کے اسباب ۹۰

حرام غیر مملوک کا حکم ۹۱

حرام غیر مملوک پاک مال سے مخلوط ہو جائے ۹۱

حرام مال سے بچنا واجب ۹۲

مشتبہ مال کا حکم ۹۳

مشتبہ مال کے متعلق متاخرین کی رائے ۹۵

حرام مال سے قیمت ادا کرنے کا حکم ۹۷

ملک حلال کے چھ اسباب ۹۸

حلال پسند کرو اور حرام سے اجتناب ۹۹

باب ۷ اسلامی نظام میں زکوٰۃ وعشر کی حقیقت ۱۰۰

زکوٰۃ کا لغوی واصطلاحی مفہوم ۱۰۱

زکوٰۃ کے چند اہم نکات ۱۰۱

زکوٰۃ کی مدت کے جدید تقاضے ۱۰۴

عشر کی تعریف ۱۱۳

عشر زکوٰۃ اور آئمہ کرام ۱۱۳

زکوٰۃ اور عشر میں فرق ۱۱۴

زکوٰۃ وعشر اور قرآن ۱۱۵

مومن کا نقطہ نظر ۱۱۸

Marfat.com

اسلام کا تصورِ ملکیت ۱۱۸
پاکستانی کرنسی کی قیمت میں کمی ۱۲۳
دولت اور وزن کے کم کرنے کا عذاب ۱۲۴
حفاظت الٰہی کی ایک مثال ۱۲۷
زکوٰۃ کے مصارف ۱۳۰
شرائط زکوٰۃ ۱۳۰
زکوٰۃ کے آداب ۱۳۱
مستحقین کی صفات ۱۳۲
زکوٰۃ لینے والے کے آداب ۱۳۳
نفلی صدقہ اس کی فضیلت اور آداب ۱۳۴
دنیا کی اندھی محبت اور زکوٰۃ ۱۳۵
نظام زکوٰۃ وعشر ایک نظر میں ۱۳۶
باب ۸ اسلام میں انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف کے اصول ۱۳۹
انفاق فی سبیل اللہ حدیث کے تناظر میں ۱۴۱
انفاق فی سبیل اللہ کے آداب وضوابط ۱۴۲
غربت میں دوسروں پر ایثار ۱۴۶
معیار قبولیت ورضاء الٰہی ۱۴۷
نیکی میں مال خرچ کرنے کا طریقہ ۱۴۷
انفاق فی سبیل اللہ کی برکات ۱۴۸
اللہ صرف معبود نہیں محبوب بھی ہے ۱۴۹
نیکی اور عمل ۱۵۰
اسلام میں خیرات کرنے کا طریقہ ۱۵۲

Marfat.com

نیکی میں مسارعت کا حکم ۱۵۴
دنیا میں نیکی کی مشکلات ۱۵۷
مشکلات کا تقابل ۱۵۸
ہر انسان کا عمل رہن ہے ۱۵۸
فی سبیل اللہ آمد کے مصارف اور عصری تقاضے ۱۵۹
جہاد فی سبیل اللہ کی اقسام ۱۶۰
جہاد اصغر کی اقسام ۱۶۲
جہاد بالمال اور قرآن ۱۶۳
جہاد بالقلم ۱۶۵
جہاد بالقلم کے مختلف محاذ ۱۶۶
مجلس المجمع الفقہی الاسلامی کا فیصلہ ۱۶۷
جامعۃ الازہر کا فتویٰ ۱۷۰
فتویٰ کمیٹی کی رائے ۱۷۲
علامہ یوسف قرضاوی کی رائے ۱۷۲
باب ۹ اسلامی طرز تجارت ۱۷۵
لغوی اور اصطلاحی مفہوم ۱۷۵
اہمیت تجارت ۱۷۵
تاریخی پس منظر ۱۷۶
تجارت احادیث کے تناظر میں ۱۷۸
اسلامی تجارت کے چند اصول ۱۸۱
تجارت سے پہلے مسائل کا سیکھنا ۱۸۷
تجارت کی شرائط ۱۸۸

Marfat.com

باب ۱۰ فلسفہ سود کے اسلامی معاشرہ پر اثرات ۱۹۳

لغوی و اصطلاحی مفہوم ۱۹۳

بیع اور ربوا میں اہم فرق ۱۹۳

ربوا قرآن کے تناظر میں ۱۹۴

ربوا حدیث کے تناظر میں ۱۹۵

سود کی مختلف اقسام ۱۹۶

ربوا عہد جاہلیت میں ۱۹۷

سود کے مختلف مفاسد ۱۹۷

سود کی حرمت اور انجام ۲۰۵

سود خور کی موت ۲۰۵

سود کے متعلق قرآنی احکام ۲۰۵

باب ۱۱ حلت و حرمت قرآن کے تناظر میں ۲۰۸

مادہ کی تین حالتیں۔ٹھوس، مائع، گیس ۲۰۸

ٹھوس کی اقسام۔ جمادات، نباتات، حیوانات ۲۰۸

نباتات قرآن کے تناظر میں ۲۰۸

حیوانات قرآن کے تناظر میں ۲۱۰

حیواناتی جانداروں کی تین اقسام
(بری، فضائی آبی جانور) ۲۱۰

بری جانور۔ (خشکی پر رہنے والے) ۲۱۰

بری جانوروں کی چال کے لحاظ سے اقسام ۲۱۰

پیٹ کے بل چلنے والے۔ دو پاؤں پر چلنے والے ۲۱۰

Marfat.com

چار پاؤں پر چلنے والے

چار پاؤں پر چلنے والے جانوروں کی اقسام ۲۱۰

الجوارح (درندے) الانعام (چرندے)

الانعام کی دو قسمیں ۲۱۱

بہیمۃ الانعام اور غیر بہیمۃ الانعام ۲۱۲

بہیمۃ الانعام کی پہچان ۲۱۲

آیۃ حلت بہیمۃ الانعام ۲۱۲

بہیمۃ الانعام آیات کی تفسیر ۲۱۳

حلال جانوروں کی کچھ اشیاء حرام ہیں ۲۱۷

فضائی و بری جانور ۲۱۹

آبی جانور ۲۲۱

مچھلی کے ذبح کا مسئلہ ۲۲۳

بلوں میں رہنے والے جانور ۲۲۴

مائعات کی حلت وحرمت ۲۲۶

پانی کی حلت وحرمت ۲۲۷

شہد کی حلت وحرمت ۲۲۹

عام مشروبات کی حلت وحرمت ۲۲۹

انڈے کی حلت وحرمت کا مسئلہ ۲۳۰

چند اعتراضات کے جوابات ۲۳۲

گیس ۲۳۶

تبصرہ کتب توحید نمبر ۱، ۲، ۳، ۴ ۲۳۸

نظم بشیر احمد بشیر ۲۴۱

Marfat.com

اسلام میں حلت وحرمت ایک تحقیقی مطالعہ

تقدیم

حلت وحرمت اور نجات

اسلام میں جو نیکی بھی کی جاتی ہے خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی اسے اطاعت اور عبادت کہتے ہیں عبادت کے لیے ضروری ہے کہ عابد کے سامنے معبود حقیقی بھی موجود ہوایاک نعبد میں عابد، عبادت اور معبود کے تلازم کو بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب تک انسان کا عقیدہ توحید کے بارے میں صحیح نہ ہوگا اس کا کوئی اچھا عمل بالکل قبول نہ ہوگا ایسی نیکی کا دنیا میں کوئی اثر اور نہ ہی آخرت میں اس پر کوئی جزا مرتب ہوگی لہذا صحیح عقیدے کے بغیر ہر عمل ناقص ہے۔

دوسرا نیکی کی قبولیت کا معیار اطاعت رسول ہے لہذا جب امت کے سامنے مطاع کا صحیح تشخص ہی نہ ہوگا ایسی صورت میں جو عمل بھی کیا جائے گا اکارت ہی ہوتا چلا جائے گا مسیحیت کا حشر آپ کے سامنے ہے کہ وہ اپنے رسول کے ساتھ کس طرح عقیدت کا اظہار ابنیت اور الوہیت کے ساتھ کرتے ہیں جس سے ساری مسیحی امت شرک میں گرفتار ہوگئی اس سے معلوم ہوا کہ شرک اور باطل عقیدے کے تحت جس قسم کی بھی عبادت اور نیکی کی جائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قطعاً قابل قبول نہیں ہوتی نیز آجکل نیکی کو رسمی ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے نہ ہی یہ صحیح عبادت ہے اور نہ ہی اطاعت۔

تیسرا نیکی کی قبولیت کا انحصار تقویٰ پر ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (۵:۲۷)

''اللہ تعالیٰ متقین کے اعمال قبول کرتا ہے'' تقویٰ کا دارومدار رزق حلال پر ہے۔قرآن سے صرف متقی انسان ہی مستفید ہو سکتے ہیں نیکی کی قبولیت کی شرط رزق حلال پر رکھی گئی ہے اس کتاب میں رزق حلال اور حرام کے فوائد و نقصانات بتائے گئے ہیں۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (۱۶:۹۶)

''جو مال تم اس دنیا میں جمع کر رہے ہو وہ مسلسل ختم ہو جائے گا
اور جو کچھ تم اللہ کے پاس جمع کر رہے ہو وہ باقی رہے گا''

Marfat.com

جہاں نیکی میں مال خرچ کرنے کا حکم ہے وہ محبت اور معرفت الٰہی پر ہے لہذا جتنی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ ہوگی مال کی قبولیت کا معیار اتنا زیادہ اچھا ہوگا سوال یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے اموال کو کس طرح جمع کر سکتے ہیں۔

﴿وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ (۸:۷۶) اور دوسری جگہ واتی المال علٰی حبہ ۔۔۔۔۔وہ اللہ کے ساتھ اپنی محبت ظاہر کرنے کے لیے اپنے مالوں کو مسکینوں یتیموں اسیروں اور بے بسوں پر خرچ کرتے ہیں ﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ﴾ (۲:۲۱۵) ''محمد ﷺ سے پوچھتے ہیں خرچ کہاں کرنا ہے محمد ﷺ فرما دیجئے آپ جتنا بھی بھلائی میں خرچ کریں گے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے پالیں گے'' اللہ تعالیٰ کے پاس مال جمع کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اہل حوائج کی ضروریات پوری کرتے رہو اس طرح تمہارا مال اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہوتا رہے گا لہذا صاحب ثروت انسانوں پر لازم ہے کہ وہ دوسرے مستحقین کا خاص خیال رکھیں۔

کائنات میں سب سے زیادہ مکرم مخلوق انسان ہے اس تکریم کے ساتھ اسے اس لیے تخلیق کیا گیا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کر کے عبادت کریں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (۵۶:۵۱) انسان اپنی بقاء وحیات کے لیے کائنات کی جتنی اشیاء استعمال کرتا ہے یہ تمام اشیاء بھی اس کے لیے تخلیق کی گئی ہیں تاکہ ان وسائل کو استعمال کر کے اپنے مقصد تخلیق کو آسانی کے ساتھ حاصل کر سکے دیکھئے! اس آیت میں وسائل اور مقصد تخلیق کو کس طرح جمع کر دیا گیا ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ (۲۳:۵۱) ''ہم نے تمام رسولوں کو حکم دیا کہ بقاء حیات کے لیے طیب رزق استعمال کرتے رہو ان نعمتوں کے استعمال کے بعد جو تمہارے اندر ایک قوت پیدا ہوگی اس قوت کے ذریعے نیک اعمال کرتے رہو''

قاعدہ ہے کہ انسان جب غذائی اشیاء استعمال کرتا ہے تو اس کے بعد اس کے وجود میں ایک قوت پیدا ہوتی ہے اس کے بعد وہ قوت تقاضا کرتی ہے کہ حرکت کر کے کسی کام کی تکمیل کرے اب وہ اپنے لیے جس عمل کا بھی انتخاب کرے وہ قوت محرک ہو کر اس کام میں مصروف ہو جائے گی عمل کی صرف دو صورتیں ہیں یا وہ عمل خیر کی صورت میں ہوگا یا شر کی صورت میں اب انسان اپنی اس قوت کو اگر شر کے

Marfat.com

عمل میں استعمال کرے گا تو اس میں جائز و ناجائز حلال و حرام اور ظلم و عدل میں بالکل تمیز نہ کرے گا جیسے نماز پڑھنے کے لیے وہ کپڑا بالکل استعمال نہ کرے گا جس پر کوئی ناپاکی لگی ہوئی ہوگی لیکن شراب پینے کے لیے وہ اپنے پاک و ناپاک ہونے کا ذرا بھی خیال نہ کرے گا۔

مسلمان کو چونکہ ایک اعلیٰ مقصد کے لیے تخلیق کیا گیا ہے اس لیے اس کے معاشی وسائل میں شرعاً اتنی قیودات کی پابندیاں لگائی گئی ہیں کہ وہ ایک خس کے برابر بھی کسی دوسرے کی حق تلفی نہیں کر سکتا لیکن انسان جو اپنی زندگی میں اس مقصد کو بھول جاتا ہے تو اس کی انسانیت حیوانیت کی سرشت میں تبدیل ہو جاتی ہے اب اس کا محور حیات صرف اس کا اپنا پیٹ بن جاتا ہے اس کے لیے جتنے وسائل بھی حاصل کرتا ہے انہیں صرف اپنے بطن کی تعمیر میں خرچ کرتا رہتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ (۱۲:۴۷)

''جو انسان کفر کی وجہ سے اپنے مقصد حیات کو بھولے ہوئے ہیں وہ اپنی زندگی کو تعیش کے انداز میں گزارتے رہتے ہیں اور وہ اپنے پیٹ بھرنے کے لیے اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے اندھا دھند کھانے میں لگ جاتے ہیں ان کے مطمع حیات میں چونکہ آخرت کا تصور موجود ہی نہیں ہوتا اس لیے موت کے بعد ان کا ابدی ٹھکانا جہنم ہوگا''

حیوان جس طرح اپنا پیٹ بھرتا ہے اسے بے دین کے پیٹ کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ حیوان کی جبلت میں پیٹ بھرنے کے لیے کوئی قاعدہ اور قانون سامنے نہیں ہوتا جو شے اس کے سامنے آجاتی ہے منہ کھول کر فوراً اسے کھانا شروع کر دیتا ہے حیوان کی خصلت یہی ہے اس طرح انسان بھی جب اپنے معاشی وسائل کو اپنے بنیادی مقصد کے لیے استعمال نہیں کرتا پھر وہ ان معاشی وسائل میں ہر قسم کے غلط طریقے استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کا وجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک مورد غضب بن جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کسی نہ کسی مہیب ورطے میں پریشان کیے رکھتا ہے جیسے

﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى﴾ (۸۱:۲۰) ''ہمارے طیب رزق میں سے کھاؤ اور اس نعمت میں سرکشی نہ کرو۔''

Marfat.com

ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہو جائے گا جو مغضوب علیہ ہوا وہ تباہ ہوا"

اس کی زندگی جہنم کی زندگی جیسی ہو جائے گی غضب رحمت کی ضد ہے

﴿فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ﴾ (۴۵:۳۰) "ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا"

(۲) اس اعراض کی وجہ سے اس کی زندگی ہر قسم کی طمانیت اور سکون سے محروم ہو جاتی ہے اور اس کے وسائل میں تشتت اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ﴾ (۲۰:۱۲۴) "جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا"

(۳) وہ حصول رزق کے لیے انسانوں کے ساتھ دھوکہ اور ہر قسم کے باطل طریقے استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے اگر چہ وہ شخصیت اور علم کے کتنے ہی درجے پر فائز کیوں نہ ہو فریب کاری سے باز نہیں آتا ﴿لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ (۹:۳۴) "جو انسانوں کا مال باطل طریقہ سے کھاتے ہیں" اس کی فکری بصیرت کے سارے ذرائع چونکہ حیوانی جبلت میں تبدیل ہو جاتے ہیں اس لیے اب وہ حق کی کسی صحیح بات کو بالکل قبول نہیں کرتا۔

﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْيَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (۲۵:۴۴) "کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو چوپاؤں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے" ایک اور مقام پر آتا ہے:۔ ﴿وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ﴾ (۷:۱۷۹) "ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں یہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہے" قرآن سے صرف وہی مستفید ہو سکتا ہے جس میں تقویٰ اور ایمانی بصیرت پائی جاتی ہو ﴿وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۵۱:۵۵) "اے رسول ﷺ تم مومنین کو تبلیغ کی نصیحت کرتے رہو کیونکہ یہی ذکر الٰہی مومنین کو نفع پہنچاتا ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے حیوان نما انسانوں سے بہت ہی محتاط رہنا چاہیے ان سے دنیا کا کوئی اچھا معاملہ بھی طے کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ دوسرا ان سے یہ امید بھی منقطع کر لیں کہ وہ کسی صحیح اور حق بات کو قبول کر لیں گے بالکل نہیں اس لیے کہ ان کی جبلت حیوانی سرشت میں تبدیل ہو چکی ہے

Marfat.com

وہ اپنی اس جہمی سرشت کی وجہ سے ہر اچھی بات کی تردید کر دیں گے۔

مقصد حاصل نہ کرنے کے چند نتائج

۱۔ایک اثر اس کے وجود پر ظاہر ہو گا کہ وہ مورد غضب بن جائے گا۔

۲۔اس اثر سے اس کا معاشی نظام بگڑ جائے گا۔

۳۔اس کی فکری بصیرت سلب ہو جائے گی۔

۴۔وہ انسانوں کا مال دھوکے اور فراڈ سے کھانا شروع کر دے گا حتیٰ کہ سود وغیرہ۔

۵۔اس کی جبلت حیوانی سرشت میں تبدیلی ہو جائے گی اب وہ صحیح بات بالکل قبول نہیں کرے گا۔

۶۔قتل اور زنا عام ہو جائے گا

۷۔شتر بے مہار کی طرح وحشت ناک جبلت ہو گی خواہ اس سے دوسرے انسانوں کا جان و مال اور ناموس بھی محفوظ نہ ہوں۔

۸۔معاشرہ تخریب کاری اور بے یقینی کا شکار ہو گا تو تعمیری کام ختم ہو کر رہ جائیں گے۔

لیکن اس کے باوجود اہل باطل نے وحدۃ الوجود کے ذریعے اس کا آسان حل اس طرح پیش کیا ہے وحدۃ الوجود کی آسان تفہیم یہ ہے کہ وجود واحد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور کائنات میں جتنی اشیاء پائی جاتی ہیں یہ سب اشیاء اس وجود واحد کے اعراض ہیں یہ اعراض اللہ کے وجود کے اعضاء اور جوارح ہیں ان اعراض سے حرکت و سکون کے ذریعے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے یہ ان اعراض کا ذاتی فعل نہیں ہے بلکہ یہ جوارح اور اعضاء کی صورت میں اللہ کے ارادے کے مطابق کام کر رہے ہیں چونکہ کائنات کی ہر شے اس وجود واحد کے اعضاء اور جوارح ہیں لہٰذا ان میں حلال و حرام کفر و اسلام اور حسن و قبح کے درمیان حقیقی امتیاز ثابت نہیں سکتا ہو۔

انسانوں کے وجود سے شر اور خیر کی صورت میں جس جس عمل کا ظہور ہوتا ہے ان سب کی حقیقی نسبت اللہ کی طرف کی جائے گی۔کلمہ طیبہ، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، حلال و حرام اور جائز و ناجائز میں اس نظریئے کے مطابق اپنی مرضی کے ساتھ عمل کر سکتا ہے۔داراشکوہ نے مجمع البحرین میں وحدۃ الوجود کی یہی تعبیر بیان کی ہے اور دین الٰہی میں اس نظریئے کے مطابق تمام انسان آزادی کے ساتھ عمل

Marfat.com

کرتے تھے۔ مسلمانوں کے زوال میں وحدۃ الوجود کا نظریہ ہی ایک عظیم المیہ ہے!

اس تحقیقی مقالہ میں حلت وحرمت کا اجمالی تعارف یہ ہے۔

سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ حلال وحرام کا سوال اشیاء کائنات سے متعلق ہے جو اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ مادہ سے پیدا ہوتی ہیں اور مادہ کی تین حالتیں ہیں مائع ،ٹھوس، گیس

(i) ٹھوس (۱) جمادات (۲) نباتات (۳) حیوانات

۱۔جمادات:۔ پتھر کوئلہ لوہا تانبا اور سیسہ وغیرہ یہ معدنی اشیاء انسانی غذا نہیں دوسری اور تیسری نباتات اور حیوانات انسانی غذائیں ہیں اور انہی کی حلت وحرمت کا مسئلہ اس وقت درپیش ہے۔

۲۔نباتات۔ ہر وہ شے جو زمین سے پیدا ہوتی ہے نباتات کی فہرست میں داخل ہے۔

لھذا زمین کی ان حلال اشیاء کو طیب کرنے کے لئے ان کا عشر زکوۃ بھی ادا کیا جائے۔

(۳) حیواناتی جانداروں کی تین اقسام

(ا) بری جانور (خشکی پر رہنے والے) (ب) فضائی جانور (ہوا میں اڑنے والے) یہ بھی خشکی پر رہتے ہیں (ج) آبی جانور (پانی میں رہنے والے)

۲۔مائعات:۔ مادہ کی دوسری قسم مائع ہے مائع جو سیال اشیاء کو کھا جاتا ہے کچھ مائعات پینے کے کام آتے ہیں۔

۳۔گیس:۔ ہوا گیسوں کا مجموعہ ہے آکسیجن ۲۱ فی صد اور نائٹروجن ۷۸ فی صد اور ایک فی صد دوسری گیسیں اور آبی بخارات ہیں ہوا زندگی کے لیے انتہائی ضروری آمیزہ ہے۔ ہوا کی حلت وحرمت کے سلسلہ میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ صاف ستھری ہوا کا سانس کے ذریعے اندر لے جانا حلال ہے اور ہوا جس میں آکسیجن کی مقدار کم اور دوسری گیسوں کی مقدار زیادہ ہو جائے تو صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ان کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب ۱ مقصد حیات انسانی اور وسائل

انسان کی تخلیق کا مقصد تو عبادت ہے اس لیے عبادت کی تکمیل کے لیے انسان کو جن اشیاء کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے ان وسائل کو تمام کائنات میں پھیلا دیا لیکن ان وسائل کی تحصیل میں ایک بڑی آزمائش حائل ہے چونکہ مقصد کی بنیاد اعلیٰ تھی اس لیے وسائل کو اپنے قریب لانے میں خاص انداز رکھے گئے ہیں تا کہ ان کے حصول میں بڑی احتیاط سے کام لیا جائے وہ یہ ہے کہ ان وسائل کے حصول کے لیے غرض کے ساتھ ہوس اور وسائل کو مختلف صورتوں میں مزین کر دیا گیا ہے تا کہ زینت کی وجہ سے ان کے حصول میں تڑپ زیادہ پیدا ہو پھر اس کے انداز میں اتنی وسعت پیدا کر دی گئی ہے کہ جس شے سے اس کی اہم ضرورت کی تکمیل ہو سکتی تھی ہوس اس کی تکمیل سے مشکل راضی ہوتی ہے اس لیے ہوس کی بے لگامی پر مشکل کنٹرول ہوتا ہے اس لیے وہ وسائل مقصد کی صحیح تکمیل نہیں کر سکتے اسے ایک مثال سے سمجھ لیں مثلاً بھوک حیوان کو بھی لگتی ہے اور انسان کو بھی لیکن حیوان اپنی بھوک بجھانے کے لیے مٹی پر پڑے ہوئے گھاس سے اپنی غرض پوری کر لیتا ہے اس کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ یہ شے منہ کے ذریعے میرے اندر چلی جائے اس کی زبان صرف چبانے کے لیے ہوتی ہے خوراک کے ذائقوں کی تفتیش نہیں کرتی اور انسان کا یہ حال ہے کہ جب اس کے سامنے کھانا لایا جاتا ہے آنکھ اس کھانے کی وضع قطع دیکھتی ہے حتی کہ برتنوں کی تزئین کو بھی ٹیسٹ کرتی ہے ناک سونگھ کر بتا دیتی ہے کہ اس کھانے میں باسی پن کی بدبو آ رہی ہے اور زبان اسے چکھتے ہی اس کے تمام ذائقوں کو ٹیسٹ کر لیتی ہے اگر وہ ذائقہ اس کو پسند آتا ہے تو وہ غذا کو اندر جانے دیتی ہے ورنہ وہ غذا قبول نہیں کرتی اس غذا پر تین اعضاء تشخیص پر مامور کیے گئے ہیں آنکھ، زبان اور ناک پھر اسے جتنا چاہے استعمال کرے یہ کام اس کی ہوس پر موقوف ہے یعنی ان وسائل کو قریب لانے کے لیے ہوس حائل ہوتی ہے اور وسائل میں

اس کی مزئین شدہ حالتیں حائل ہوتی ہیں اس کی مثال یہ ہے جیسے عورت کے ساتھ تعلق کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے جنسی تکمیل ہوتی رہے لیکن اس بھوک کی تکمیل ہوس کے انداز میں پوری ہوتی ہے مرد میں جنسی بھوک کے انداز الگ ہوتے ہیں اور عورت کے حسن اور اس کی جنسی اشتہاء کے انداز علیحدہ ہوتے ہیں بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی مابین تکمیل پر سلطنت جیسی ثروت بھی نچھاور ہو جاتی ہے پھر بھی اس کی اشتہاء میں مشکل سے تسکین حاصل ہوتی ہے۔

غرضیکہ انسانی اعراض کی تکمیل کے لیے طالب میں ہوس ودیعت کی گئی ہے اور اس کے مطلوب کو مختلف انداز کے ساتھ مزین کیا گیا ہے تزئین انداز میں بلاء کی کشش ہوتی ہے قرآن میں ہے غرتھم الحیوٰۃ الدنیا ۔حیات دنیا کی اشیاء کو حسن انداز سے آراستہ کیا گیا ہے اس سے بڑے بڑے انسان دھوکہ میں آجاتے ہیں اس لیے فرمایا گیا کہ و نھی النفس عن الھویٰ ، فان الجنۃ ھی الماویٰ ۔جس نے اپنے آپ کو ہویٰ سے محفوظ رکھا آخرت میں جنت اس کے لیے دائمی آرام گاہ بن جائے گی۔

ملائکہ خلافت ارضی کے لیے اس لیے غیر موزوں تھے کہ ان کی طبعی تکمیل کے لیے اس دنیا کی کوئی شے موزوں نہ تھی ان کے ملکی طبائع ہر قسم کی نفسانی خواہشات سے مبرا تھے وہ جب خود غذا کھانے سے مستغنی تھے تو وہ دوسرے بھوکے انسانوں کی کس طرح خبر گیری کر سکتے تھے انسان میں طبعاً جتنی کمزوریاں رکھی گئی ہیں ان میں کوئی کمزوری بھی فرشتوں کی سرشت میں موجود نہیں ہے اس لیے صرف انسان کو اس خلافت ارضی اور مقام نبوت سے نوازا گیا ہے۔

بس مبحث کا آخری خلاصہ یہ ہے انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے اور دنیا میں جتنی اشیاء بھی تخلیق کی گئی ہیں وہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے وسائل ہیں انسان کی سرشت میں اس تکمیل کے لیے

Marfat.com

ہوس کے انداز کو شامل کر دیا گیا ہے اور جن وسائل سے اس کی تکمیل ہوتی ہے انہیں مختلف انداز کے ساتھ مزین کیا گیا ہے تاکہ انسان اس تکمیل میں بڑی احتیاط سے کام لے کر اپنے بنیادی مقصد میں کامیاب ہو سکے ان وسائل کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے امیری، غریبی تاکہ انسان کو اس امیری کی حالت میں کثرت سے جو وسائل حاصل ہوتے ہیں وہ ان میں کس طرح اپنی ضرورت پر اکتفا کر کے عبادت کے مقصد کو حاصل کر سکتا ہے اور غریبی کی حالت میں اسے جتنے تنگ وسائل کا سامنا ہوتا ہے وہ اس کا مقابلہ کر کے کس طرح اپنے بنیادی مقصد کو حاصل کر سکتا ہے قرآن میں ہے۔

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً﴾ (۲:۶۷)

''انسان کو موت وحیات کے درمیان اس لیے مقید کیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے کہ تم اس دنیا میں رہ کر امیری اور غریبی کی حالت میں کس طرح اچھے اچھے اعمال حاصل کر سکتے ہو''

یعنی جس طرح دنیا کے وسائل کو مزین کیا گیا ہے اس طرح دیکھنا یہ ہے کہ تم ان میں پھنس کر کس طرح اپنے اچھے اچھے عمل حاصل کر سکتے ہو اس آیت میں اکثر عملاً کی بجائے احسن عملاً فرمایا گیا ہے عمل کی تکثیر مقصود نہیں ہے بلکہ اس میں حسن انتخاب کے ذریعے بہترین اعمال مقصود ہیں دیکھئے عبادت کے مقصد تک رسائی کے لیے انسان کو کتنی خطرناک وادیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

؎ اس راہ میں کئی عرش کئی فرش پڑیں گے
حالانکہ یہ منزل ہے رگ جاں سے بھی زیادہ نزدیک

مقصد کے حصول کے لیے آسان طریقہ

مقصد کے حصول کا آسان طریقہ یہ ہے کہ زندگی کے انہماک کو مختصر کرتا ہے یسئلونک ما ذا ینفقون قل العفوا۔ ''اپنی خاص ضروریات میں سے جو شے وافر ہو اسے دوسرے مستحق انسانوں میں تقسیم کر دے'' حیات دنیا کی اشیاء لہو ولعب۔ تفاخر۔ دھوکہ اور تکاثر کی صفات سے معنون کیا گیا ہے

اور تکاثر کے بارے میں فرمایا گیا ہے الھکم التکاثر۔ تمہیں کثرت مال نے منہمک کر رکھا ہے اسی طرح آخرت میں بھی بعض انسان یہی عذر پیش کریں گے شغلتنا اموالنا و اھلنا۔ ہمیں ہمارے اموال اور گھر والوں نے بڑا مشغول کر رکھا تھا وانہ لحب الخیر لشدید۔ وہ مال کی محبت میں بڑا ہی مر مٹنے والا ہے اس لیے فرمایا گیا ہے کہ جب تم اہم اشیاء رکھ کر باقی وافر اشیاء دوسروں میں تقسیم کرو گے تو کثرت انہماک سے بچ کر آسانی کے ساتھ مقصد تک پہنچ جاؤ گے۔

دنیا اور آخرت کی حیات کا فرق

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ﴾ (۲۹:۶۴) ''یہ دنیا کی زندگی تو بس لہو و لعب ہے اصل زندگی تو آخرت ہی ہے اگر وہ اس کو جانتے'' حیات دنیا صرف ظاہری تزئین اور خواہش کی وجہ سے لہو و لعب میں داخل ہے یعنی اس کی ہر شے تغیر پذیر ہے اور آخرت کی زندگی میں خلود ہے اور اس کی اشیاء میں بھی خلود ہے۔

و لم یتغیر طعمه ،ماء غیر آسن۔ دوسرا وہاں ہر قسم کے حزن کا خاتمہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ. (۳۵:۳۴) ''ساری حمد اللہ ہی کے لیے ہیں جس ہم سے غم دور کیا''

لا خوف علیھم. لهذا و لاھم یحزنون. صرف آخرت کے لیے ہے۔

فلسفہ دنیوی حیات کی حقیقت اور مقصد:۔ حیوۃ الدنیا آفات کا مجموعہ ہے اس حیات پر بہشتی حیات کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ حیات دنیا کی اشیاء ناپائیدار ہیں جبکہ اخروی زندگی اور اس کی نعمتوں میں دوامیت ہے۔ ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ﴾ (۲۹:۶۴) حیات دنیوی اس لیے لہو و لعب ہے کہ اس کی ایک شے ایک وقت میں محبوب ہوتی ہے دوسرے وقت میں وہ ناپسندیدہ بن جاتی ہے قیمتی کھلونے بچپن میں کتنے محبوب ہوتے ہیں

اگر کسی انسان کو قیمتی کھلونا اس کی جوانی میں دیا جائے تو اس کے دیکھنے سے طبیعت منغض ہو جاتی ہے جوانی خواہ کتنا ہی زور لگائے لیکن بڑھاپا اسے لازماً دبوچ لیتا ہے بڑھاپے خواہ کتنا ہی زور لگائے لیکن اس کے بعد جوانی نہیں آتی اسی طرح اس کی ہر شے لحہ بہ لحہ متغیر ہوتی رہتی ہے۔

دوسرا ایک شے ایک انسان کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہی شے کسی دوسرے انسان کو بہت ہی بری محسوس ہوتی ہے اسی طرح ایک وقت انسان کے لیے بڑی فرحت کا موجب ہوتا ہے لیکن یہی وقت اسی لحہ میں ایک دوسرے انسان کے حق میں بہت ہی اذیت ناک ہوتا ہے۔

دنیا کے جواہر سے زیادہ اس کے اعراض پر خرچ ہوتا ہے کپڑے کا اصل فائدہ گرمی یا سردی سے بدن کو محفوظ رکھنا ہے لیکن اس کی تزئین پر اتنا خرچ ہوتا ہے کہ اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

جنت کی نعمتوں کی حقیقت

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّ نْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾(۲:۲۰۱)

''اے ہمارے رب ہمیں دنیا وآخرت میں کامیابی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا''

آخرت کی حسنات سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں کیے گئے نیک اعمال پر آخرت میں جس قسم کے اثرات مرتب ہوں گے ان ثمرات کو قرآن میں حسنہ فی الاخرۃ کہا گیا ہے۔

انسان کی طبع میں حظوظ نفسانی بھرے ہوئے ہیں انسان اپنے نیک اعمال کی مشقت اور انہماک کی وجہ سے اپنے ان حظوظ نفسانیہ سے اچھی طرح محفوظ نہ ہوسکا اس لیے آخرت میں ان حظوظ نفسانیہ کے لیے جتنے محظوظات ممکن ہوسکتے ہیں جنت میں اسے عام کردیئے جائیں گے۔

(i)﴿ لَهُمْ فِيهَا فَا كِهَةٌ وَّ لَهُمْ مَّا يَدَّ عُوْنَ ﴾(۳۶:۵۷)

''جنت میں ان کے لیے ہر قسم کے پھل ہوں گے اور وہ جس شے کو طلب کریں گے وہ مل جائے گی''

Marfat.com

(ii) ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ. نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَدَّعُوۡنَ. نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ﴾ (۴۱: ۳۰۔۳۲) ''جن انسانوں نے دل سے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف اور حزن وملال نہ کرو تم جنت کے ملنے پر خوش ہو جاؤ یہ وہی جنت ہے جس کا رسولوں کی معرفت تم سے وعدہ کیا گیا کہ ہم تمہارے دنیوی اور اخروی حیات میں رفیق ہیں۔ تمہارے لیے اس جنت میں جس شے کو تمہارا جی چاہے گا وہ موجود ہوگی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ غفور ورحیم کی مہمانی کے طور پر ہوگا''

﴿اُدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُکُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ. یُطَافُ عَلَیۡہِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَہَبٍ وَّاَکۡوَابٍ وَفِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡہِ الۡاَنۡفُسُ وَتَلَذُّ الۡاَعۡیُنُ وَاَنۡتُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ. وَتِلۡکَ الۡجَنَّۃُ الَّتِیۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡہَا بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ. لَکُمۡ فِیۡہَا فَاکِہَۃٌ کَثِیۡرَۃٌ مِّنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ﴾ (۴۳: ۷۰۔۷۳) ''اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرمائے گا کہ تم اور تمہاری بیویاں خوش خوش جنت میں داخل ہو جاؤ ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جائیں گے اور وہاں ایسی اشیاء ملیں گی جن سے تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک ہوگی اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے لہذا یہ وہی جنت ہے جس کے تم اپنے نیک اعمال کے سبب وارث بنا دیے گئے ہو اس جنت میں تمہارے لیے بہت سے ایسے میوے ہیں جن میں سے تم کھا رہے ہو'' اشتہاء نفس اور تلذذ الا عین کے مطابق وہ شے وہاں سے طلب کر سکتا ہے جب کہ وہ پہلے اس شے کی لذت سے آشنا رہا ہو ورنہ ایسی شے جو اس کی مانوسیت اور اس کے علم سے ماوراء ہوگی نہ وہ اس شے کی خواہش اور نہ ہی اس کے ملنے کے بعد اس سے لذت اٹھا سکتا ہے۔

Marfat.com

مال دینے کے بعد قلوب میں خوف

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ (۲۳:۶۰)

''وہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ دیتے ہیں اس کے باوجود ان کے دل اس سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں'' تاکہ حق پورا ادا ہو جائے ورنہ ان کے باطل خیالات کے تابع ہو جائے تو ساری کائنات درہم برہم ہو جائے ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ﴾ (۲۳:۷۱) ''اگر دین حق ان کے خیال کے مطابق تابع ہو جاتا ہے تو تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کچھ تباہ و برباد ہو جاتے''

تالیف القلوب اور دولت

﴿لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ﴾ (۸:۶۳) ''اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں کو باہم نہ جوڑ سکتے لیکن اللہ نے ان کو جوڑ دیا بے شک وہ غالب اور حکمت والا ہے'' اس میں ہے تعمیر سیرت کے لیے اگر انسان خزانے بھی خرچ کر ڈالے دو قلوب میں تالیف پیدا نہیں کر سکتا دولت سے دو خواہشوں میں ملاپ ہو سکتا ہے۔ جس طرح جنسی تعلقات یا دوسرے امراض میں انسان آپس میں مل جاتے ہیں لیکن حقیقی انسانیت کی تالیف میں جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کیا جائے ٹوٹے ہوئے قلوب میں کبھی بھی الفت و محبت پیدا نہیں ہو سکتی جو انسان بال بچوں پر اس لیے زیادہ خرچ کرتے ہیں کہ وہ بڑے ہو کر ہماری خدمت کریں گے بعض تو اس کی خاطر اپنی لڑکیوں کو محروم کر کے سب کچھ اپنے لڑکوں کے نام کر دیتے ہیں اس کے بعد وہی اولاد جو اپنے والدین کا حشر کرتی ہے اگر ان والدین میں قدرے شعور ہوتا تو زندہ درگور ہو جاتے لیکن قساوت قلبی کی وجہ سے اتنے مسخ ہو جاتے ہیں وہ

Marfat.com

عبرت پذیری کا ہر موقع ضائع کر دیتے ہیں۔

انسانی معاش کے قرآنی اصول:۔

دنیا کی جتنی اشیاء انسانی ضرورت کے لیے تخلیق کی گئی ہیں ان میں چونکہ تزئین اور چمک ودمک رکھ کر خوب سجایا گیا ہے لھذا انسان اپنی طبعی کمزوری کی وجہ سے ان پر یک دم لپک پڑتا ہے قرآن میں اس کے چند اصول بیان کیے گئے ہیں کہ انہیں کس طرح سے استعمال کیا جائے۔

پہلا اصول:۔ خواہشات پر کنٹرول کر کے اعتدال پر لے آئے۔

﴿زین للناس حب الشھوٰت اور﴿انّا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا﴾ (۱۸:۷) ”ہم نے زمین کی اشیاء کو اس کے لیے باعث رونق بنایا تا کہ ہم انسانوں کی آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے“ ﴿ولا تمدنّ عینیک الٰی ما متّعنا بہ ازواجا منھم زھرۃ الحیٰوۃ الدنیا لنفتنھم فیہ ورزق ربک خیر وّابقٰی﴾ (۲۰:۱۳۱) ”محمد ﷺ ہرگز ان اشیاء کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیے جن سے ہم نے ان کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہیں اور آپ کے رب کا عطیہ جو آخرت میں ملے گا بدرجہا بہتر اور دیرپا ہے“ ﴿ونھی النفس عن الھوٰی﴾ (۷۹:۴۰) ”نفس کو حرام خواہشات سے روکنا ہوگا“ ﴿ولکنّہ اخلد الی الارض واتبع ھوٰہ﴾ (۷:۱۷۶) ”لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو کر اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے لگا۔

دوسرا اصول بخل اور شح پر کنٹرول کیا جائے:۔ ﴿واحضرت الانفس الشح﴾ (۴:۱۲۸) ”نفوس میں حرص رچی بسی ہوتی ہے“ ﴿ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون﴾ (۵۹:۹) ”واقعی جو انسان نفس کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی انسان فلاح

Marfat.com

پانے والے ہیں" ﴿وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ﴾ (۹:۵۹) "وہ ایسے انسان ہیں جو فاقہ کشی کی حالت میں بھی دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں" ﴿فَکُّ رَقَبَۃٍ. اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ. یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ. اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ﴾ (۹۰:۱۳-۱۶) "کسی کی گردن کو غلامی سے چھڑا دینا یا کسی یتیم رشتہ دار کو فاقہ کے دن یا کسی خاک نشین محتاج کو کھانا کھلانا" ﴿وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی. وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی. فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی﴾ (۹۲:۸) "جس نے حقوق واجبہ سے بخل کیا اور اللہ سے ڈرنے کی بے پروائی اختیار کی اسلام کی اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف کی شے کے لیے سامان دیں گے" ﴿اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾ (۴:۳۷) "وہ انسان جو خود اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہوں" ﴿اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا وَیُخْرِجْ اَضْغَانَکُمْ. ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَمِنْکُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ﴾ (۴۷:۳۶-۳۸) "اگر اللہ تعالیٰ تمہارے مال کو طلب کرے پھر انتہاء درجے تک طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے لگو اور اللہ تعالیٰ تمہاری ناگواری ظاہر کردے ہاں تم ایسے ہو کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کے لیے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو انسان بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے آپ سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو" ﴿وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ﴾ (۳:۱۸۰) "آپ ہرگز یہ خیال نہ کریں ایسے انسان جو اپنی اشیاء میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہیں کہ یہ بات ان کے لیے اچھی ہوئی بلکہ یہ بات ان کے لیے بہت ہی بری ہے وہ انسان قیامت کے دن طوق پہنائے جائیں گے اس کا جس میں

Marfat.com

انہوں نے بخل کیا تھا" ﴿فکفروا و تولوا واستغنی اللہ﴾ (۱۳:۶۴) "انہوں نے کفر اور اعراض کیا اللہ نے بھی ان کی کچھ پرواہ نہ کی کیونکہ وہ غنی اور حمید ہے" ﴿اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (۱۳:۶۴) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور مومنوں کو مصائب وغیرہ میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

"﴿ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ (۱۳:۸) "یہ سزا ان کے لیے ہے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دینے والے ہیں"

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَمَنْ یُّشَآقِّ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ (۵۹:۴) "یہ سزا ان کے لیے ہے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینا چاہتے ہیں" ﴿اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْھُمْ کُلَّ بَنَانٍ﴾ (۱۲:۸) "جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی کرتا ہے کہ میری علمی معیت تمہارے ساتھ ہے تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں کافروں کے قلوب میں رعب ڈالوں گا لہذا تم ان کی گردنیں اور پور پور مارو" ﴿انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھوا.... فانما یبخل عن نفسہ...﴾ (۴۸:۳۸،۳۷) حیات دنیوی محض ایک لہو ولعب ہے جو انسان بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے آپ ہی سے کرتا ہے" ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ وَاَنَّہٗٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ﴾ (۸:۲۴) "اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی اتباع کرو جبکہ

Marfat.com

رسول تمہیں زندگی بخش شے کی طرف بلاتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جایا کرتا ہے بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے''

تحمیل اور املاء کا حکم: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴾ (۱۷۸:۳) ''کافر یہ خیال بالکل نہ کریں کہ ہمارا ان کو مہلت دینا ان کے حق میں بہتر ہے دیکھئے ہم ان کو صرف اسی لیے مہلت دے رہے ہیں تاکہ ان کے جرم میں اور اضافہ ہو جائے لہذا ان کی توہین آمیز سزا ہوگی''

﴿ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ﴾ (۱۷۹:۳) ''اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت میں نہیں رکھنا چاہتا کہ جس پر تم اب ہو جب تک خبیث کو طیب سے متمیز نہ کردے'' ﴿ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ (۳۹:۹) ''اللہ تعالیٰ تمہارے بدلے دوسری قوم کو تخلیق کر کے ان سے اپنا کام لے گا اور تم اللہ تعالیٰ کے دین کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے''

﴿ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴾ (۱۶:۴۷)

''اور بعض انسان ایسے ہیں وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس چلے جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے کیا بات فرمائی تھی یہ وہی انسان ہیں جن کے قلوب پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے اور یہی اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں''

﴿ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴾ (۲۹:۱)

''بعض مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو انہوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنے کہنے

پر کہ ہم ایمان لے آئے چھوٹ جائیں گے ان کو قسم قسم کے مصائب سے آزمایا نہ جائے گا''

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنكَ لِمَ اَذِنتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِينَ﴾

(۹ : ۴۳) ''اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو معاف تو کر دیا لیکن آپ نے ان کو اتنی جلدی اجازت کیوں دے دی جب تک کہ آپ صادق اور کاذب انسانوں کو معلوم نہ کر لیتے''

﴿وَ لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِينَ. اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جٰهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِينَ﴾ (۳ : ۱۴۱) ''اللہ تعالیٰ مومنوں کو چھانٹ کر الگ اور کافروں کو بالکل ختم کر دے تم نے گمان کر رکھا ہے کہ جنت میں اسی طرح داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے مجاہدین کے سوا کسی کو ممیز نہیں کیا لہذا صبر کرنے والوں کو ممیز کر دے'' ﴿لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ يَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (۸ : ۳۷) ''اللہ تعالیٰ خبیث اور طیب انسانوں کو ممیز کر دے پھر خبیثوں کو ایک دوسرے سے متصل کر دے پھر ان سب کو جہنم میں داخل کر دے ایسے ہی انسان پورے خسارے والے ہیں''

﴿ وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗ اِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ (۸ : ۲۴)

''جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جایا کرتا ہے بلا شبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے'' ﴿لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ﴾ (۸ : ۸)

''حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے اگر چہ یہ مجرم انسان ناپسند ہی کیوں نہ کریں''

مومن اور بے دین کے رزق کا فرق:۔ مومن اور بے دین کے رزق میں برکت اور کثرت کا فرق ہے رزق کے اس تفاوت میں کیا حکمت ہے آپ پہلے ایک مرکزی اصول سمجھ لیں انسان کی تخلیق کی بنیادی غایت یہ ہے کہ اسے صرف عبادت اور معرفت الٰہی کے لیے اس دنیا میں بھیجا گیا ہے

Marfat.com

انسان کو تخلیقاً کافی کمزوریوں کا پیکر بنایا گیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانی حیات کی بقاء کے لیے کافی اشیاء تخلیق کر دی ہیں تا کہ انہیں استعمال کر کے اطاعت الٰہی کی آسانی کے ساتھ تکمیل کر سکے ﴿وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَ کَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ مِنْھُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ﴾ (۵:۶۶) ''اہل کتاب سے خطاب ہے کہ اگر یہ تورات، انجیل اور جو کتاب ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے ان کی تعلیمات پر پوری پابندی کرتے تو یہ اپنے اوپر اور نیچے سے خوب فراغت کے ساتھ کھاتے ان میں سے ایک جماعت تو سیدھے راستے پر چلتی رہی اور زیادہ تر ان میں ایسے ہی ہیں کہ ان کے کردار بہت ہی برے ہیں''

اس میں تورات، انجیل اور قرآن کے ساتھ ایمان لانے کی شرط ضروری ہے

﴿لَاَ کَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ﴾ سے مراد برکات من اللہ ہیں اور موجودہ اہل یورپ پر رزق کی کثرت کردی گئی ہے اس کثرت رزق سے استدراجی انعام مراد ہے اوپر کی آیت میں اہل کتاب مخاطب ہیں۔ اس آیت میں تمام انسانوں کو خطاب ہے ﴿وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنْ کَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾ (۷:۹۶) ''اگر آبادیوں میں بسنے والے انسان ہم پر ایمان لاتے اور نافرمانی سے بچتے رہتے تو ہم ان پر آسمانی اور ارضی برکات کے بڑے بڑے کشادہ دروازے کھول دیتے لیکن وہ الٹا بغاوت کے ساتھ ہمارے احکام کو ٹھکرانے لگ گئے پھر ہم بھی ان کی اس سرکشی پر انہیں خوب سیدھا کرتے رہے''

اس سے معلوم ہوا اس آیت میں رزق کی وسعت کا وعدہ اس لیے دیا جا رہا ہے تا کہ وہ انسان اس کے ذریعے ایمان اور تقویٰ پر اچھی طرح عمل کر سکیں۔ برکات من السماء والارض سے مراد رزق کی ایسی فراوانی ہے جسے وہ آسان طریقوں۔ سے حاصل کر سکتے تھے۔

دیکھئے! اس میں وہی بشارت دی گئی ہے کہ جن اقوام میں اللہ کی کتابیں نازل کی گئی ہیں اگر وہ ان پر اچھی طرح عمل کرتے تو ان پر چاروں اطراف سے رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے اللہ

ان سے کچھ تو اچھے عمل کرتے رہے۔ لیکن ان کی اکثریت بہت ہی برے اعمال کی حامل تھی۔

جس رزق سے حیات کی بقاء وابستہ ہے وہ رزق تو ہر ذی روح کو مل جاتا ہے لیکن جس رزق کی وسعت سے نیکیوں پر چلنے کی زیادہ توفیق حاصل ہوتی ہے اس رزق کو برکات کا رزق کہتے ہیں اس کی فراوانی اور وسعت اور اس کا سہل تر ہونا صرف ایمان اور تقویٰ کی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ اس کے ساتھ انسان اپنے مقصد تخلیق کو آسانی کے ساتھ تکمیل کر سکتا ہے۔ مطلق خالص ایمان والوں کے لیے جس قسم کا رزق دیا جائے گا اس رزق سے برکات کا رزق مراد ہے برکات کے رزق کی دوسری آیت میں اس طرح تشریح ہے ﴿لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾ (۵:٦٦) رزق کی پیداوار کے لیے زمینی و آسمانی ذرائع روئیدگی اور جو کھیتی کے لیے معاون ہوتے ہیں ان ذرائع اور اسباب کو آسان کرتے چلے جائیں گے اس آیت میں مومن اور بے دین کے رزق کا فرق بتایا گیا ہے اور دوسری آیت میں کثرت کا فرق۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں رزق میں برکت دی جاتی ہے اور بے دینی میں کثرت کو رزق شمار کیا جاتا ہے۔ اب یہ کہ بے دین انسان کے رزق میں کثرت کیوں؟ قرآن میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے ہر انسان کو فطرۃً یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جس طرح چاہے اپنے ہر ارادے کو استعمال کر سکتا ہے۔ اللہ کی طرف سے ہدایت اور گمراہی کی اچھی طرح وضاحت کر دی گئی ہے۔ اب انسان کی آزادانہ مرضی پر موقوف ہے خواہ ہدایت حاصل کرے یا کھلم کھلا بغاوت پر آمادہ ہو جائے ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (۱۸:۲۹) ''تمہارے رب کی طرف سے حق کی پوری وضاحت ہو چکی ہے اب جس کی مرضی چاہے وہ ایمانداری اور فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرے اور اگر چاہے تو اللہ تعالیٰ کی سرکشی اور بغاوت اختیار کرے اور اللہ کا پورا باغی بھی بن سکتا ہے''

ہدایت چونکہ کافی اعمال پر مشتمل ہے اس لیے جب تک کسی کو مالی وسعت حاصل نہ ہو احکام الٰہی کی پوری پوری تکمیل نہیں کر سکتا مثلاً وہ اگر حج کرنا چاہے تو حج کا سارا عمل مالی وسعت پر موقوف ہے اسی طرح اگر زکوٰۃ و خیرات کے ہر شعبہ پر عمل کرنا چاہے تو یہ عمل بھی مالی وسعت پر موقوف ہے ایمان

Marfat.com

والوں سے وعدہ فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ ایمان وتقویٰ کے پورے تقاضوں پر عمل کریں گے تو ان کے معاشی وسائل میں اتنی برکت دی جائے گی کہ وہ اسلام کے ہر عمل کو اچھی طرح سے نباہ سکیں گے۔

اسی طرح گمراہی اور ضلالت کے بھی دنیا میں وسیع شعبے ہیں جب تک کسی گمراہ کو مالی وسائل میں کشادگی حاصل نہ ہو تو وہ بے حیائی، مظالم اور مخلوق کی ایذا رسانی کے عمل کو اپنی خواہش کے مطابق پورا نہیں کر سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی فرعونیت کی تکمیل کے لیے ان پر خزانوں کے دروازے کھول دیتا ہے تاکہ اللہ کی بغاوت میں جس خواہش کی تکمیل کرنا چاہیں ان کی کوئی خواہش ادھوری نہ رہ جائے قرآن میں بے دینی اور کفر کی اس حکمت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

﴿فلما نسوا ما ذكروا به فتحنا عليهم ابواب كل شيء﴾ (۶:۴۴) ''پھر جب وہ ان اشیاء کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو ہم نے ان پر ہر شے کے دروازے کھول دیئے''

جب وہ ان اشیاء میں جو کہ ان کو ملی تھیں خوب اترا گئے تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے۔ اس آیت میں اس کی وجہ اس طرح بیان کی گئی ہے ﴿ايحسبون انما نمدهم به من مال و بنين. نسارع لهم في الخيرت بل لا يشعرون﴾ (۲۳:۵۵-۵۶) ''کیا یہ انسان یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو یہ ہم ان کو جلدی جلدی فائدہ پہنچا رہے ہیں بلکہ یہ اس کی اصل حقیقت ہرگز نہیں جانتے''

اس کی اصل حقیقت یہ ہے ﴿ولا يحسبن الذين كفروا انما نملي لهم خير لانفسهم انما نملي لهم ليزدادوا اثما ولهم عذاب مهين﴾ (۳:۱۷۸) ''جو انسان کفر کر رہے ہیں وہ یہ گمان ہرگز نہ کریں کہ ان کو جو مہلت مل رہی ہے ان کے لیے بہتر ہے بلکہ ہم ان کو صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ اپنے جرم میں کچھ اور اضافہ کر لیں لھذا ان کی توہین آمیز سزا ہوگی''

﴿فلا تعجبك اموالهم ولا اولادهم انما يريد الله ليعذبهم بها في الحيوة الدنيا وتزهق انفسهم وهم كفرون﴾ (۹:۵۵) ''محمد ﷺ کو ان کے مال و اولاد تعجب میں نہ ڈالیں اللہ چاہتا ہے کہ یہی مذکورہ اشیاء دنیوی زندگی میں موجب عذاب بنیں اور ان کی جان حالت کفر میں نکل

٢٥٣٦٤

جائے'' ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ (۱۳۱:۲۰) ''محمد ﷺ ہرگز ان اشیاء کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے جن سے ہم نے ان کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہیں اور آپ کے رب کا عطیہ جو آخرت میں ملے گا بدرجہا بہتر اور دیرپا ہے''

اے رسول ﷺ آپ ان باغی انسانوں کی کثرت دولت دیکھ کر پریشان نہ ہوں کہ بغاوت کے باوجود انہیں اتنی دولت و آسائش سے کیوں سراپا متبادل دیا جا رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ وہ اس کثرت کو فراوانی کی وجہ سے اپنی خواہشات کی اچھی طرح تکمیل کر لیں۔ جب وہ اپنے ان مالی ذرائع کو مظالم اور ہر قسم کی بے حیائی کے حصول کے لیے استعمال کریں گے تو آخر انہیں اپنے کرتوتوں کا اس دنیا میں بھی نتیجہ بھگتنا پڑے گا اور ہمارا دوسرا ارادہ یہ ہے کہ جب تک اپنی کفریہ بغاوت کی اچھی طرح تکمیل نہ کر لیں وہ دنیا سے رخصت نہ ہوں تاکہ آخرت میں ان کی سزا کے لیے جہنم میں جو بڑے بڑے طبقات مقرر ہیں انہیں اچھی طرح حاصل کر سکیں۔ یہ سب کچھ تب ہو سکتا ہے جب تک وہ کافر ہو کر نہ مریں۔

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾ (۱۳۲:۲۰) اپنے مومنین اہل خاندان کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیں اور خود ہی اس کا پابند رہیے اور ہم آپ سے اور دوسروں سے معاش کموانا نہیں چاہتے معاش تو ہم آپ کو دینگے اور بہتر انجام متقین ہی کا ہے'' ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (۲:۲۱۶) ''یہ کہ تم کسی امر کو اپنے لیے محبوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں باعث خرابی ہو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے'' ﴿وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ...﴾ (۲۲۱:۲) ''مسلمان عورت چاہے لونڈی ہی کیوں نہ ہو وہ مشرک عورت سے ہزار درجہ بہتر ہے اگرچہ وہ تم کو اچھی معلوم ہوتی ہو'' قرآن میں اسے دوسرے مقام پر اس انداز کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

Marfat.com

﴿ویرسل السماء علیکم مدراراً ۔ ویمددکم باموال و بنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انهراً ۔ ما لکم لا ترجون الله وقاراً و قد خلقکم اطواراً﴾

(۷۱:۱۲۔۱۴) ''نوح علیہ السلام نے فرمایا اللہ تمہارے استغفار کی وجہ سے کثرت سے تم پر بارش برسائے گا مال اور اولاد میں ترقی دے گا تمہارے لیے باغات اور نہریں جاری کرے گا میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ تم کو کیا ہوا کہ عظمت الٰہی کے معتقد نہیں ہو ورنہ تم شرک نہ کرتے حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے تخلیق کیا ہے'' اس آیت میں استغفار کے نتیجے کو بیان کیا گیا ہے۔

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ (۷۶:۲۔۳) ''ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے تخلیق کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں تو اسی واسطے ہم نے اسے سنتا دیکھتا بنایا ہم نے اس کو بھلائی و برائی میں مطلع کر کے راستہ بتلایا اب اس کی مرضی ہے کہ وہ شکر یا کفر کا راستہ اختیار کرے''

اس آیت میں آزمائش اور انسان کو مکلف بنانے کی حکمت بتائی گئی ہے۔

﴿قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ (۷:۳۲) ''اللہ نے اپنے بندوں کے واسطے کھانے پینے کی جن اشیاء کو مکمل کیا محمد ﷺ فرما دیجئے یہ اشیاء اس طور پر قیامت کے روز بھی خالص رہیں دنیوی زندگی میں خالص اہل ایمان کے لیے ہیں اسی طرح ہم تمام آیات کو اہل علم کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں''

اہل تقویٰ کے لیے اللہ تعالیٰ خاص رحمت سے رزق بھی پہنچاتا ہے جس سے بڑی بڑی مشکلات بھی حل ہو جاتی ہیں ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (۶۵:۲۔۳) ''جو انسان اللہ کی نافرمانیوں سے بچتا رہتا ہے تو اللہ اس کے ہر مشکل کام میں آسانی پیدا کر دیتے ہیں جس سے وہ آرام کے ساتھ نکل جاتا ہے اور جب وہ کسی معاشی تنگی میں مبتلا ہو

Marfat.com

جاتا ہے تو اس کے لیے ایسی جگہ سے رزق کے اسباب آسان کر دیتے ہیں کہ اسے پہلے گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ اسباب مجھ پر کس طرح آسان ہو گئے ہیں'' اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ تقویٰ ایک ایسی نعمت ہے جس سے بڑی بڑی مشکلات خود بخود آسان ہوتی رہتی ہیں۔

﴿هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ. وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ. اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ.﴾

''وہی مجھے پلاتا اور کھلاتا ہے جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے۔۔۔''

دیکھئے! ان آیات میں وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ کافر اور بے دین انسانوں کو کثرت مال اور اقتدار کے ساتھ کیوں نوازا جاتا ہے جب انہیں پورا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کفر اور ایمان میں سے جس کو چاہیں اختیار کر سکتے ہیں اب ایک انسان پختہ ارادہ کر کے اللہ کا باغی بننا چاہتا ہے تو اس بغاوت میں جتنی برائیاں داخل ہوں گی ان کے لیے جب تک ہر قسم کے مالی ذرائع میسر نہ ہوں گے وہ کس طرح اپنی من مانی سے ان برائیوں کا ارتکاب کر سکے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو وسعت رزق اس لیے دی جاتی ہے کہ وہ اس کے ذریعے نیکی کے ہر عمل پر آسانی کے ساتھ عمل کر سکے اور بے دین کو اس لیے مالی وسعت دی جاتی ہے کہ اسے کسی گناہ کے حاصل کرنے میں کوئی مشکل حائل نہ ہو مومن اپنے مال سے اطاعت اور عبادت کرتا ہے اور بے دین اپنے مال سے بغاوت اور شقاوت کو فروغ دیتا ہے۔ ان آیات میں تسہیل الرزق اور دوسرے فوائد بتائے گئے ہیں۔

☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆

دیہاتوں میں عام رواج ہے ساجھ کے لیے کوئی چھوٹا جانور لے لیتے ہیں پالنے کے بعد اسے برابر تقسیم کر لیتے ہیں ساجھ کا ایسا لین دین شرعاً درست نہیں ہے نہ ایسے جانور کی قربانی ہو سکتی ہے نہ اسے عام استعمال کے لیے خریدا جائے۔ (پال کا جانور اور قربانی)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔ اگر کوئی جانور کسی کو حصے پر پال کے لیے دیا ہے تو یہ جانور اس پرورش کرنے والے کی ملک نہیں ہوا بلکہ یہ جانور اصل مالک کا ہے اگر کسی نے پالنے والے سے خرید کر اس جانور کی قربانی کر دی تو قربانی جائز نہیں۔ (بہشتی زیور، ج ۳، ص ۳۱)

باب۲ اسلامی نظام معیشت کی اساس

اسلامی نظام معیشت کے اساسی تصورات سے مراد وہ اصول ہیں جو اسلامی معاشرہ میں معاشی نظام کے لیے بنیاد کے طور پر کارفرما ہیں۔ اقتصادی ڈھانچہ خواہ کیسا بھی بنایا جائے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے بنایا جائے گا ان اساسی تصورات میں خاص طور پر جو باتیں قابل ذکر ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ تخلیق الٰہی:۔ اسلام کے اقتصادی نظام کو مرتب کرتے وقت سب سے پہلے جس بات کو مدنظر رکھا جائے گا وہ یہ ہے کہ ساری کائنات، انسان، جانور، چرند پرند کو اللہ تعالیٰ ہی نے تخلیق کیا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۲:۲۱-۲۲)

''اے انسانو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جو تمہارا اور تم سے پہلے انسانوں کا خالق ہے تمہارے بچنے کی توقع تو اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دو جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش آسمان کی چھت اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا۔ لھذا جب تمھیں یہ سب کچھ اچھی طرح معلوم ہے تو دوسروں کو اللہ کا مد مقابل نہ ٹھہراؤ''

۲۔ ملکیت الٰہیہ:۔ دوسرا بنیادی تصور کہ جس کو اسلامی نظام معیشت مرتب کرتے وقت مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ صرف یہی نہیں کہ خالق اللہ ہی ہے بلکہ ساتھ ساتھ یہ بھی کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا حقیقی خالق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے وہ اپنی سلطنت میں جو کچھ کرنا چاہتا ہے تصرفات کر لیتا ہے جو نئی شے پیدا کرنا چاہے کر لیتا ہے، اگر کسی کو مارنا چاہے تو اس کا بھی اسے اختیار ہے وہ اپنے تمام افعال پر وسیع قدرت کا مالک ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (۵:۱۷) ''اللہ تو زمین اور آسمانوں کا اور ان سب اشیاء کا مالک ہے جو ان دونوں کے درمیان

پائی جاتی ہیں جو کچھ چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے اور اس کی قدرت ہر شے پر حاوی ہے''

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ﴾ (۱۸:۵)

''زمین و آسمان اور ان کی ساری موجودات اس کی ملک ہیں اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے''

۳۔رزاق حقیقی: ہر شے کا خالق اور مالک و مختار کل اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھ لینے کے بعد یہ تسلیم کرنا ایک ضروری امر ہے کہ جب ملکیت اسی کی ہے تو رزق بھی وہی دیتا ہے ظاہر ہے کہ اس کی ملکیت میں سے کوئی اور رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتا جب کسی اور کی ملکیت ہی ثابت نہیں ہے تو کوئی رزق کیسے دے سکتا ہے؟ چنانچہ اسلامی معاشی نظام کا تیسرا بنیادی تصور یہ ہے کہ رازق اور رزاق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ایک قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ مالک کو اپنی شے کا اختیار ہوتا ہے چاہے کسی کو دے یا کسی کو نہ دے لیکن اللہ ایسے مالک اور رزاق ہیں کہ نہ چاہنے اور چاہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہر جاندار کے رزق کو اللہ نے خود اپنی ذمہ داری بنالیا ہے۔

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (۶:۱۱)

''زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو''

۴۔زمین میں انسان کی حیثیت ۔ایک اور بنیادی شے یہ ہے کہ انسان کی حیثیت زمین پر اللہ تعالیٰ نے ایک خلیفہ کی رکھی ہے اور انسان کی یہ خلیفہ والی حیثیت عام معاملات میں بھی برقرار ہے۔

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ (۶۲:۲۷) ''کون ہے جو بیقرار کی دعا سنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور کون ہے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی یہ کام کرنے والا ہے'' مالی و معاشی معاملات میں بھی اس خلیفہ والی حیثیت کو انسان کے لیے برقرار رکھا گیا ہے۔

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ﴾ (۷:۵۷) ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور ان اشیاء میں سے خرچ کرو جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے''

۵۔کثرت رزق: ایک اور بنیادی امر جس کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اللہ رزاق کے

Marfat.com

خزانے اس قدر وسیع ہیں کہ ان میں کمی آنے والی نہیں ہے ﴿وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ﴾ (۲۱:۱۵) ''کوئی ایسی شے نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں''

﴿مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ﴾ (۹۶:۱۶)

''جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ خرچ ہو جانے والا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے''

۶۔ وسائل رزق میں مساوات: ایک اور بات یہ بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ اگر چہ اسلام کی نظر میں درجات معیشت میں تفاوت ہے جو کہ ایک فطری امر ہے ہر ایک کی صلاحیتیں جس طرح مختلف ہیں اسی طرح ہر ایک کے درجات معیشت میں مساوات کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے لیکن درجات معیشت میں تفاوت کے باوجود اسلامی نظام معیشت میں وسائل رزق میں مساوات اور حق معیشت میں مساوات ہوگی۔

﴿وَجَعَلَ فِیۡھَا رَوَاسِیَ مِنۡ فَوۡقِھَا وَبٰرَکَ فِیۡھَا وَقَدَّرَ فِیۡھَا اَقۡوَاتَھَا فِیۡۤ اَرۡبَعَۃِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیۡنَ﴾ (۴۱:۱۰) ''اس نے زمین کو وجود میں لانے کے بعد اوپر سے اس پر پہاڑ جما دیئے اور اس میں برکتیں رکھ دیں اور اس کے اندر سب مانگنے والوں میں سے ہر ایک کی طلب و حاجت کے مطابق ٹھیک اندازے سے خوراک کا سامان مہیا کر دیا یہ سب کام چار دن میں ہو گئے''

۷۔ معاشی جدوجہد ایک عبادت۔ یہ مدنظر بھی رکھنا ہوگا کہ اسلام نے معاشی جدوجہد کو صرف تکمیل ضرورت کی حد تک نہیں رکھا بلکہ کام چوری اور فضول خوری کے خاتمہ اور اجتماعی معیشت میں ترقی کے لیے معاشی جدوجہد کو جو کہ جائز حدود میں رہتے ہوئے ایک عبادت کا درجہ دے دیا ہے۔

۸۔ انسانیت کیلئے وسائل رزق

اسلامی نظام معیشت میں یہ شے بھی ایک بنیادی اصول اور اساسی تصور کی حیثیت رکھتی ہے کہ اللہ نے جو بھی وسائل رزق انسان کو دیئے ہیں وہ انسان کے نفع اور اس کی فیض رسانی کے لیے ہیں ﴿وَلَقَدۡ مَکَّنّٰکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَجَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡھَا مَعَایِشَ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ﴾ (۷:۱۰)

''ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لیے سامان زیست فراہم کیا مگر تم کم

ہی شکر گزار ہوتے ہو“

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (۲: ۲۹)

”وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری اشیاء تخلیق کیں“

۹۔ وسائل رزق سے استفادہ اور حصول رضائے الٰہی۔ اللہ کی اس انتہائی کرم نوازی کو بھی معاشی ڈھانچہ مرتب کرتے وقت مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے عطا کیے ہوئے وسائل رزق کے اچھے استعمال کو بھی دنیا اور آخرت کی بھلائی کا ذریعہ قرار دیا ہے وہ مالک ذات چاہتی تو رزق ہی نہ دیتی رزق دے دیا تو اس رزق پر صرف مواخذہ کرتی لیکن وہ ذات اتنی کریم ہے کہ اس نے صرف مواخذہ ہی نہیں رکھا اپنے رزق کے اچھے استعمال پر انعام بھی رکھا نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی ﴿وَابْتَغِ فِيْمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ﴾ (۲۸:۷۷) ”اے انسان جو مال اللہ نے تمہیں دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر“

۱۰۔ احساس مسئولیت۔ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کرم نوازی سے وسائل رزق کے اچھے استعمال پر انعام واکرام دیئے آخرت کا گھر سنوارنے اور دنیا سے بھی اپنا حصہ وصول کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے حدود و قیود کا بھی تعین کیا ہے رزق حلال اگر عبادت ہے تو رزق حرام جرم بھی ہے اس احساس مسئولیت کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ. الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ. وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ﴾ (۸۳:۱-۳)

”ڈنڈی مارنے والوں کے لیے تباہی ہے جن کا حال یہ ہے کہ جب انسانوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں کم کر کے دیتے ہیں“۔

۱۱۔ معاشی مسئلہ حیات انسانی کا محض ایک جزو

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسلام نے معاشی مسئلہ کو ہی حیات انسانی کا مقصد نہیں بنا دیا جیسا کہ

سوشلزم اور کمیونزم وغیرہ نے سارے نظام کی بنیاد معیشت ہی کو قرار دیا ہے بلکہ اسلام کے نزدیک حیات انسانی کا اصل مقصد عبادت الٰہی ہے اور باقی رہی معیشت تو یہ صرف حیات انسانی کے ایک جزو کی حیثیت رکھتی ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (۵۶:۵۱)

''میں نے جن وانس کو صرف تخلیق ہی اس لیے کیا کہ وہ صرف اور صرف میری ہی عبادت کریں''

۱۲۔ نظام الٰہی ۔ سب سے آخر میں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ یہ جس قدر اصول اور اساسی تصورات ہم سے گنوائے گئے یہ انسانوں کے بنائے ہوئے نہیں ہیں بلکہ خود اللہ کے بنائے ہوئے ہیں یہ واضح بات ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین نامکمل بھی ہو سکتے ہیں منسوخ بھی ہو سکتے ہیں بھلائے بھی جا سکتے ہیں، غیر موثر بھی ہو سکتے ہیں خرابی کا اندیشہ رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اصول اٹل اور مکمل ہیں ان میں اس قسم کی کسی بات کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ (ماخوذ)

المختصر اسلامی نظام معیشت کی اساس دراصل توحید الٰہی ہے جس میں ربط بین الحادث والقدیم کے تعلق کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ تخلیق کائنات، انسان اور اللہ کا تصور جب تک صحیح نہ ہوگا اس وقت تک کوئی اسلامی معاشرہ معرض وجود میں نہیں آسکتا لہٰذا جیسا مادی تصور اللہ ہوگا ویسا ہی معاشرہ بنے گا۔ حالانکہ توحید کی اساس تقویٰ اور تقویٰ کی اساس رزق حلال ہے۔ اسی پر اعمال کی قبولیت کا دارومدار ہے۔ ☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆

کاروبار میں شرکت کے اصول

الا تصح الشرکۃ بین العروض والحیوان ۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج۴، ص۸) ''سامان و اسباب اور حیوان کے درمیان شرکت صحیح نہیں ہو سکتی'' جیسے دو فریقین لکڑی کی تجارت برابر کریں تو ظاہراً درست معلوم ہوتا ہے لیکن ایسی شرکت شرعاً اس لیے ناجائز ہے کہ لکڑی کی جنس میں کمی بیشی کا احتمال ہے۔

Marfat.com

باب۳ اسلام کا اقتصادیاتی نظام

اسلام نے ایک مکمل اور قابل عمل معاشی واقتصادی نظام دیا ہے اسلام کے مقابلہ میں سرمایہ دارانہ نظام اور سوشلزم وکمیونزم اپنی پوری کوشش کے باوجود اپنے نظاموں میں وہ جامعیت اور فوائد وثمرات پیدا نہیں کر سکے جو کہ اسلامی نظام معیشت کا خاصہ ہیں۔ ذیل میں ان امتیازی خصوصیات اور نمایاں پہلوؤں کو پیش کیا جاتا ہے جو کہ ایک اسلامی اقتصادی نظام کا حصہ ہیں۔

اسلامی نظام اقتصادیات کے نمایاں پہلو

یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اسلام نے ہمیں نہ صرف ایک مکمل اقتصادی نظام دیا ہے بلکہ احسان، تقویٰ، عدل، اخوت، توکل، صبر، شکر، قناعت، ایثار، تعاون، مساوات اور حلال وحرام کی تمیز جیسی ان اقدار سے بھی ہمیں نوازا ہے کہ اگر ان اقدار پر کاربند ہو کر ہم اسلامی نظام معیشت کو نافذ کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ خوشحالی اور معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی اصلاح و بہبود بھی ہمارے معاشرے مین کارفرما نہ ہو۔ لہذا اسلامی نظام اقتصادیات کے نمایاں پہلو یہ ہیں

۱۔ ملکیت الٰہیہ:۔ اسلام نے جو سب سے پہلی منفرد فکر اہل ایمان کے دل ودماغ میں راسخ کی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے سب مال ومتاع کی حقیقی ملکیت صرف اور صرف اللہ ہی کی ہے جب یہ سوچ انسان کے ذہن میں پختہ ہو جائے تو احسان اخوت، ایثار اور تعاون کے جذبات خود بخود انسان کے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں اور اس سے اخلاقی اقدار میں ترقی پیدا ہوتی ہے۔

﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ (۲:۲۸۴)

"آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے"

۲۔ رزاق الٰہی:۔ ایک طرف تو اسلام نے اس سوچ کو ترقی دی ہے کہ ملکیت حقیقی صرف اور صرف اللہ ہی کے لیے ثابت ہے تو دوسری طرف اس شے کی بھی وضاحت کی ہے کہ اللہ جو مالک حقیقی ہے اس نے سب کچھ اپنے پاس سمیٹ کر نہیں رکھ لیا بلکہ ﴿وَاللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ﴾ (۶۲:۱۱) "اللہ بہتر رزق دینے والا ہے" اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ اللہ نے ہر جاندار کے رزق کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (۱۱:۶)

زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو"

۳۔ انفرادی ملکیت :۔ باوجود اس کے کہ ملکیت اللہ ہی کی ہے اور جو کچھ ہمیں دیا گیا یہ صرف اور صرف اس کی کرم نوازی اور بندہ پروری ہے اللہ نے اپنے دیئے ہوئے اس رزق پر ہمیں مالکانہ حقوق بھی عطاء فرمائے ہیں۔ ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعاً﴾ (۲۹:۲) "اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری اشیاء تخلیق کیں"

اس آیت میں لکم کا لفظ استعمال کر کے مالکانہ حقوق کی سپردگی کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔

۴۔ رضائے الٰہی کا حصول :۔ اسلام کے اقتصادی نظام کی ایک نمایاں خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں ہر ہر عمل میں حصول رضائے الٰہی کو مدنظر رکھا گیا ہے اور اسلام نے جن خوبصورت اخلاقی و معاشی اقدار کی طرف راہنمائی کی ہے وہ اسی وجہ سے ہیں۔

۵۔ حق معیشت میں مساوات :۔ ہر جاندار کی بنیادی ضروریات کی کفالت خود اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے پیدا کیے ہوئے اسباب معیشت سے فائدہ اٹھانے کا حق ہر جاندار کو دیا ہے۔ ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ﴾ (۷:۱۰) "ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لیے یہاں سامان زیست فراہم کیا"

۶۔ درجات معیشت میں تفاوت :۔ اسلام نے ہر انسان کو حق معیشت میں مساوات دی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ درجات معیشت میں تفاوت کے فطری طرز کو بھی اسلام نے دبانے کی کوشش نہیں کی اور یہ ایک حقیقت ہے کہ فطرت کو دبایا نہیں جا سکتا۔ سوشلزم نے درجات معیشت میں مساوات کا نعرہ بلند کیا لیکن کیا سوشلزم کے پیروکار اپنے ملک میں سوشلزم کے نفاذ کے باوجود اس تفاوت کو ختم کر کے مساوات قائم کر سکے ہیں؟ یقیناً نہیں کیونکہ یہ ایک فطری تفاوت ہے اور اسے ختم نہیں کیا جا سکتا چنانچہ اسلام نے اسے دبانے کی کوشش نہیں کی۔ ﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ﴾ (۱۶:۷۱) "دیکھو اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا کی ہے"

Marfat.com

۷۔ نظامِ زکوٰۃ وعشر:۔ اسلام نے درجات معیشت کے تفاوت کو اگرچہ دبایا نہیں لیکن اسے حد اعتدال میں رکھنے کے لیے نظام زکوٰۃ وعشر پیش کیا ہے تاکہ امیر، امیر تر اور غریب غریب تر نہ ہوجائے ﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ (۱۹:۵۱)

''ان کے اموال میں سائل اور محروم کے لیے حق ہے''

۸۔ انفاق فی سبیل اللہ:۔ زکوٰۃ وعشر کے فریضہ کے علاوہ بھی اسلام نے انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی ہے۔ ﴿وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ....﴾ (۲۱۹:۲) ''محمد ﷺ سے سوال کرتے ہیں ہم راہ الٰہی میں کیا خرچ کریں؟ کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو''

۹۔ اکتناز کی ممانعت:۔ اللہ کی راہ میں خرچ کیے بغیر دولت کو جمع کیے رکھنا اسلامی اصطلاح میں اکتناز کہلاتا ہے اور اسلام نے اس کی ممانعت کی ہے ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۔ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ (۳۴:۹۔۳۵) ''محمد ﷺ دردناک سزا کی خوشخبری ان کو سنایئے جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دھکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو''

۱۰۔ احتکار کی حرمت:۔ اسلام میں اکتناز کی طرح احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ محمد ﷺ نے فرمایا کہ من احتکر فھو خاطی ''احتکار کرنے والا گناہگار ہے۔

۱۱۔ بچت کی اجازت:۔ اکتناز اور احتکار کی حرمت سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام کسی بھی انداز میں اور حالات میں پیسہ جمع کرنے کی اجازت نہیں دیتا اس کے برعکس اسلام انسان کی ذاتی ضروریات کے لیے بچت اور رقم کو پس انداز کرنے کو جائز سمجھتا ہے بشرطیکہ یہ ذخیرہ اندوزی کے ذیل میں نہ آئے اور اس پر زکوٰۃ ادا کی جائے اگر صاحب نصاب ہو۔

Marfat.com

۱۲۔ پیشہ کا انتخاب :۔ اسلام چند حدود وقیود کے ساتھ اس شے کی مکمل اجازت دیتا ہے انسان جو پیشہ اختیار کرنا چاہے کرسکتا ہے مختلف انبیاء نے مختلف پیشے اختیار کیے خود محمد ﷺ نے تجارت کو بھی پیشہ کے طور اپنایا۔

۱۳۔ حلال وحرام کا امتیاز :۔ اسلام نے اگر چہ ہر پیشہ اختیار کرنے کی ہر انسان کو اجازت دی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کی ہے کہ وہ حلال ذریعہ آمدن ہو نہ کہ حرام ایسا نہ ہو کہ جوئے چوری چکاری، ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنا لیا جائے یا حرام اشیاء مثلاً خمر وخنزیر وغیرہ کی تجارت شروع کر دی جائے۔ ﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۲:۱۸۸)

''اے مسلمانو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طور پر نہ کھاؤ اور ان کے جھوٹے مقدموں کو حکام کے پاس اس غرض سے نہ لے جاؤ کہ اس کے ذریعے سے اموال کا ایک حصہ ظلم کر کے کھا جاؤ اگر چہ تمہیں اپنے جھوٹ اور ظلم کا علم بھی ہو''

۱۴۔ خرچ میں حد بندی :۔ اسلام چاہتا ہے کہ حلال کی کمائی کو حلال اور جائز کاموں پر ہی صرف کیا جائے چنانچہ اسلام فضول خرچی کی ممانعت کرتا ہے۔

﴿وكلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين﴾ (۶:۱۳)

''اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

۱۵۔ میانہ روی :۔ اسلام جہاں ایک طرف اسراف اور فضول خرچی کی ممانعت کرتا ہے وہاں دوسری طرف بخل اور کنجوسی کو بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا﴾ (29:17) ''نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ''

۱۶۔ کسب معاش :۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ کوئی فرد جو معذور ہو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے نہ بیٹھا رہے بلکہ ہر فرد زندگی کی جدوجہد میں حصہ لے۔ سورہ جمعہ میں جہاں خطبہ کے وقت تجارت روک دینے کا ذکر ہے

Marfat.com

وہاں ساتھ ہی بعد از نماز جمعہ رزق الٰہی کی تلاش کے لیے نکلنے کے لیے بھی فرمایا گیا ہے۔ ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (۶۲:۱۰) ''پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے''

۱۷۔ حرمت سود:۔ سود معاشرہ میں طبقاتی کشمکش اور غیر فطری تفاوت پیدا کرتا ہے اسلام نے اس کی سختی سے مخالفت کی ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا...﴾ (۲:۲۷۵) ''جو انسان سود کھاتے ہیں ان کا حال ایسا ہو جاتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو اور اس حالت میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ''تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی شے ہے'' حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے''

صرف یہی سمجھنا کہ سود اور تجارت لین دین بالمثل اور مشابہ کاروبار ہیں اللہ کے نزدیک پاگل پن سے کم نہیں کیونکہ اللہ نے سود کو حرام تجارت کو حلال کیا ہے ذرا غور کرو۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

۱۸۔ دنیا و آخرت کا حسین امتزاج:۔ اسلامی نظام اقتصادیات صرف دنیاوی فلاح اور افادہ ہی کو مد نظر نہیں رکھتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اخروی فلاح اور نجات و کامیابی کو بھی مد نظر رکھتا ہے دیگر اقتصادی نظاموں میں یہ بات نہیں پائی جاتی ﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ. وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾ (۲:۲۰۰۔۲۰۲) ''اللہ کو یاد کرنے والے انسانوں میں بھی فرق ہے۔ ان میں سے کوئی تو ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں سب کچھ دے دے ایسے انسان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا ایسے انسان اپنی کمائی کے مطابق دونوں جگہ حصہ پائیں گے''

۱۹۔معاشرتی فلاح و بہبود:۔اسلام نے فرد کی ذاتی فلاح کے علاوہ نظام زکوٰۃ وعشر و نفاق فی سبیل اللہ اور کسب حلال جیسے احکام کے ذریعے سے اسے معاشرتی فلاح و بہبود کی طرف توجہ کی بھی ترغیب دلائی ہے۔انہیں الگ ابواب کی صورت میں آگے پیش کیا جاتا ہے۔

۲۰۔قانون وراثت:۔اسلام نے بعد از مرگ ترکہ کی ورثاء میں حقوق کے مطابق تقسیم کے بھی اصول وضع کیے ہیں ﴿یُوصِیکُمُ اللّٰهُ فِیٓ اَوۡلَادِکُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ﴾ (۱۱:۴) ''تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے''

۲۱۔الٰہی نظام:۔اسلامی نظام معیشت کا ایک بہت بڑا امتیاز یہ بھی ہے کہ یہ نظام خود اللہ کا وضع کردہ ہے۔اس کے برعکس نظام سرمایہ داری اور اشتراکیت وغیرہ انسانی ذہن کی پیداوار ہیں اور چونکہ خالق ارض و سماء اپنی مخلوق کی ضروریات کو زیادہ بہتر سمجھتا ہے اس لیے یہ نظام جو کہ اللہ کا وضع کردہ ہے زیادہ جامع مکمل اور قابل عمل ہے کوئی اور نظام اس کے مقابلہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

۲۲۔غنائم کی تقسیم:۔دیگر اقوام سے جنگ اور حملہ کی صورت میں آنے والے مال غنیمت کے متعلق بھی اسلام نے واضح احکام دیئے ہیں۔﴿وَاعۡلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ....﴾ (۴۱:۸)
''تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے''

۲۳۔حکومت کا کردار:۔اسلام انسانوں کے معاشی حقوق پر حکومت کی ڈکٹیٹر شپ نہیں چاہتا ہے لیکن رعایا کو کھلی چھٹی بھی نہیں دیتا بلکہ انہیں چند قواعد و ضوابط کا پابند بناتا ہے اور ان قواعد کی پابندی نہ کرنے پر حکومت کو سزا کا اختیار بھی دیتا ہے۔

۲۴۔ہبہ:۔کسی نیک مقصد کے لیے یا قومی فلاح و بہبود کے لیے کسی کو مال ہبہ کرنے کو بھی اسلام پسند کرتا ہے اور اس میں ضروری نہیں کہ جس کو ہبہ کیا جارہا ہے وہ مفلس اور غریب ہی ہو بلکہ مال دار اور غنی کو بھی ہبہ کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

۲۵۔عاریت:۔اسلام باہمی تعاون کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اشیاء ضرورت کو بلا معاوضہ عاریتاً دینے کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور عام استعمال کی شے عاریتاً نہ دینے والے کو ناپسند کرتا ہے اور ایسے انسانوں کو ان میں شامل کیا گیا ہے جو روز قیامت کی تکذیب کرتے ہیں۔

﴿وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾ (۱۰۷:۷)''معمولی ضرورت کی اشیاء انسانوں کو دینے سے گریز کرتے ہیں''

۲۶۔صدق و امانت:۔اسلام تجارت و معیشت میں صدق و امانت کا معاملہ کرنے کی تلقین کرتا ہے جیسا فقہا نے مسئلہ بتایا ہے کہ اگر تجارت کے کسی مال میں کوئی عیب ہو تو تاجر کو چاہیے کہ وہ گاہک کو وہ عیب دکھا اور بتلا کر اپنی شے فروخت کرے۔

۲۷۔ملاوٹ سے اجتناب:۔اسلام نے دھوکہ دہی کرنے والے اور ملاوٹ کرنے والے پر سخت وعید کی ہے من غش فلیس منا ''جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے''

۲۸۔قرض:۔اسلام ضرورت کے لیے بلا سود قرض دینے اور اس میں ممکن حد تک آسانی پیدا کرنے کی بھی ترغیب دیتا ہے۔﴿وَإِنْ كَانَ ذُوعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۲۸۰:۲)''تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو اور جو صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھو''

۲۹۔وصیت:۔تقسیم وراثت کے علاوہ مسلم، عاقل، بالغ انسان کو وصیت کی بھی اسلام اجازت دیتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾(۱۰۶:۵)''اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لیے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو صاحب عدل انسان گواہ بنائے جائیں''

۳۰۔ماپ تول کی درستگی:۔اسلام نے ماپ تول میں کمی بیشی کی بھی ممانعت کی ہے اور درست ماپ تول کی تلقین کی ہے۔

Marfat.com

﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾(۶:۱۵۲)''ناپ تول میں پورا انصاف کرو''

۳۱۔بیت المال:۔ اسلامی نظام معیشت کی کامیابی کے لیے اور اس کو مستحکم انداز میں چلانے کے لیے بیت المال کی اہمیت بھی مسلم ہے۔خلفائے راشدین نے اپنے دور میں اس کا التزام کیا تھا۔ عصر حاضر میں اس کی اشد ضرورت ہے

۳۲۔شفعہ:۔ اسلام نے جائداد کے تحفظ کے لیے شریک اور پڑوسی کو شفعہ کا حق بھی دیا ہے۔لیکن یہ حق صرف فوری نوعیت کا ہے اور تاخیر پر باطل ہو جاتا ہے۔

۳۳۔اجرت:۔ مزدور کی اجرت اسلام کی رو سے مناسب ہونی چاہیے اور اس کی ادائیگی بھی فوری ہونی چاہیے حدیث میں ہے کہ مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کی جائے''

۳۴۔اعداد و شمار:۔ درست اعداد و شمار بھی اسلامی نظام معیشت کے قیام و استحکام کے لیے بہت ضروری ہیں۔صحیح بجٹ کی تیاری اور مختلف منصوبوں پر اخراجات کا صحیح ریکارڈ بیت المال کی آمدن اور خرچ کا مکمل ریکارڈ و اندراج یہ سب نہایت ضروری ہیں۔

۳۵۔قیمتوں کا تعین:۔ قیمت بڑھانے کے لیے کسی کی بولی پر بولی لگانے سے منع فرمایا ہے۔

۳۶۔لچک آمیز:۔ اسلام کا اقتصادی نظام اس لحاظ سے اپنے اندر کافی لچک لیے ہوئے ہے کہ اسلام نے چند اصول وضع کر دیئے ہیں جن کی مدد سے نئے نئے حالات میں پیدا ہونے والے نئے نئے مسائل کا حل ممکن ہے۔اسلام نے کوئی متعین اور محدود معاشی پالیسی نہیں دی کہ اگر اس پالیسی سے ہٹ کر کوئی مسئلہ پیش آ جائے تو اس کے سامنے یہ نظام بے بس ہو جائے۔

۳۷۔ضروریات انسانی کے عین مطابق: اسلام کا نظام معیشت چونکہ اللہ کا وضع کردہ ہے اور خالق کائنات اپنی مخلوق کی ضروریات کو مخلوق سے بھی بڑھ کر سمجھتا ہے اس لیے اللہ نے اس نظام کو ضروریات انسانی کے تقاضوں کے عین مطابق وضع کیا ہے جبکہ دیگر نظام انسانوں کی محدود سوچ کے تشکیل کردہ ہیں جن میں سہو اور غلطی کا امکان بہر حال موجود ہے (ماخوذ)

Marfat.com

باب ۴ اسلام کا فلسفہ حلت وحرمت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کر کے اس کے لیے بے شمار نعمتیں تخلیق فرمائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کے فائدہ کے لیے کچھ حدود و قیود بھی مقرر فرمائیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر یہ حدود و قیود انسان کے فائدہ کے لیے نہ ہوتیں تو بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کے شکر کا تقاضا تھا کہ پھر بھی ان کی پابندی کی جاتی لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کا فرق رکھ کر ہمیں ضرر اور نقصان سے محفوظ فرمایا۔

حلال کیا ہے؟ ایسی مباح اور غیر ممنوع شے جس کے استعمال کی شارع نے اجازت دی ہو۔

حرام کیا ہے؟ جس کی قطعی طور پر شارع نے ممانعت فرمائی ہو۔

اسلام میں حلت وحرمت کی تین اقسام ہیں

(i) حلال وحرام اغذیہ (ii) حلال وحرام ذرائع (iii) حلال وحرام امور۔

(i) حلال وحرام اغذیہ:۔ کون سی اشیاء کی اسلام نے کھانے پینے کی اجازت دی ہے اور کون کون سی اشیاء کھانے سے اسلام نے منع کیا ہے مثلاً میتہ، دم، لحم الخنزیر، ما اھل لغیر اللہ اور بہ شراب کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح بکری، گائے، بھینس اونٹ وغیرہ جو شرعی طریقے سے ذبح کیے گئے ہوں ان کے گوشت کو حلال قرار دیا گیا ہے اس طرح اور حلال جانوروں کے دودھ کو بھی حلال قرار دیا گیا ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ (۵: ۳) ''تم پر مردار، خون، لحم خنزیر، وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے حرام، اسی طرح وہ جو گلا گھٹ کر، یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو حرام کیا گیا ہے ﴿أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ﴾ (۵: ۱) ''تمہارے لیے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے سوائے ان کے جو آگے چل کر تم کو بتائے جائیں گے''

۲۔ حلال وحرام ذرائع: حلال وحرام ذرائع بھی اسلام نے بتائے ہیں حلال شے بھی اگر حرام ذریعہ سے حاصل کی گئی ہو تو اس کا استعمال حرام ہو جاتا ہے مثلاً تجارت، صنعت اور زراعت وغیرہ کو اسلام نے جائز اور حلال قرار دیا ہے لیکن اس کے برعکس چوری، ڈکیتی، جوا اور سود وغیرہ کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا﴾ (۵:۳۸)

''چور خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو''

﴿قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (۲:۲۷۵) ''وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی شے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے''

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ... (۶۲:۱۰)

''پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور فضل الٰہی تلاش کرنے لگ جاؤ''

۳۔ حلال وحرام امور:۔ بعض امور کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور بعض کو حرام مثلاً نکاح اور شادی حلال ہے لیکن اس کے برعکس زنا اور فحاشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِیْلًا﴾ (۱۷:۳۲)

''زنا کے قریب نہ جاؤ وہ بہت ہی برا فعل اور برا راستہ ہے''

﴿واحل لکم ما ورآء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین﴾ (۴:۲۴) ''ان کے ماسواء جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعہ سے حاصل کرنا تمہارے لیے حلال قرار دیا گیا ہے بشرطیکہ حصار نکاح میں ان کو محفوظ کرو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو''

کچھ حلال امور جو بعض حالات میں حرام ہو جاتے ہیں

ان اقسام کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی خیال رکھنا ہوگا کہ بعض حلال اشیاء بھی بعض مواقع پر حرام ہو جاتی ہیں مثلاً ایک حلال جانور یا حلال پرندہ ہے اور اس کا شکار کر کے اسے حاصل کرنا بھی ایک حلال ذریعہ ہے لیکن احرام کی حالت میں یہ حرام ہو جاتا ہے۔

﴿غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ...﴾ (۵:۱)

''لیکن احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لیے حلال نہ کرو''

Marfat.com

اسی طرح اپنی بیوی سے مباشرت ایک جائز اور حلال امر ہے لیکن اعتکاف کی حالت میں حرام ہے
﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عٰكِفُونَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا﴾
(۱۸۷:۲) ''جب تم مساجد میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں ان کے قریب مت جاؤ''

حلت و حرمت قرآن کے تناظر میں

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ..﴾ (۱۷۳:۲)
''اللہ کی طرف سے اگر تم پر کوئی پابندی ہے تو وہ یہ ہے کہ مردار نہ کھاؤ خون لحم خنزیر سے پرہیز کرو اور کوئی ایسی شے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام لیا گیا ہو''

﴿وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا....﴾ (۱۴:۱۶) ''اللہ وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تا کہ تم اس سے تروتازہ گوشت لے کر کھاؤ''

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ...﴾ (۱۱۵:۱۶)
''اللہ نے جو کچھ تم پر حرام کیا ہے وہ مردار، خون لحم خنزیر اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو''

﴿فكلوا مما رزقكم الله حللاً طيباً﴾ (۱۱۴:۵)
''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تم کو حلال اور طیب رزق بخشا ہے اسے کھاؤ''

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ...﴾ (۳۳:۷) ''اے محمد ﷺ! ان سے کہہ دیجیے کہ میرے رب نے جو اشیاء حرام کی ہیں ان میں بے حیائی کے کام خواہ کھلے ہوں یا چھپے، گناہ، حق کے خلاف زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک کرو'' ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ...﴾ (۹۶:۵)
''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے''

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَٰٓئِدَ وَلَآ اٰمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ

فَاصْطَادُوْا﴾ (۵:۲) ''اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی مت کرو۔۔۔حرام مہینوں میں سے کسی کو حلال نہ کرو قربانی کے جانوروں پر دست درازی نہ کرو اور نہ ان جانوروں پر ہاتھ ڈالو جن کی گردنوں میں نذر الٰہی کی علامت کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں نہ ان کو چھیڑو جو اپنے رب کے فضل سے اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں مکان محترم کعبہ کی طرف جا رہے ہوں ہاں جب احرام کی حالت ختم ہو جائے تو تم شکار کر سکتے ہو۔۔۔''

﴿یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَآ اُحِلَّ لَھُمْ قُلْ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُکَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ فَکُلُوْا مِمَّآ اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ..﴾ (۵:۴) ''وہ سوال کرتے ہیں کہ ان کے لیے حلال کیا ہے اے محمد ﷺ فرما دیجیے! تمہارے لیے ساری طیب اشیاء حلال کر دی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو۔۔۔اللہ کے دیے ہوئے علم کی بنا پر تم شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو۔۔۔۔وہ جس جانور کو تمہارے لیے پکڑے رکھیں اسکو بھی تم کھا سکتے ہو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لو''

﴿اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ....﴾ (۵:۵) ''آج تمہارے لیے ساری طیب اشیاء حلال کر دی گئی ہیں اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور پاکدامن عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان کے گروہوں سے ہوں یا ان اقوام میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی'' (نوٹ) اہل کتاب سے نکاح اور ذبیحہ کے بارے میں علمی مقالہ زیر تسوید ہے۔

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا﴾

''اے انسانو! زمین میں جو حلال اور طیب اشیاء ہیں انہیں کھاؤ''

﴿وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۲:۱۸۸) ''اے انسانو! تم نہ آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمہیں

کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے"

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ﴾ (۴:۲۹) "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ آپس کی رضامندی سے لین دین ہونا چاہیے"

حلت و حرمت حدیث کے تناظر میں

"بہترین مال حلال روزی کمانا ہے" "حلال طریقوں سے روزی کمانا ہر مسلمان پر فرض ہے"

"اللہ طیب اشیاء ہی کو پسند کرتا ہے اور اللہ نے مومنوں کو وہ حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا وہ حکم یہ ہے کہ اے میرے انبیاء! طیب اشیاء کھاؤ اور نیک اعمال کرو" "تمہارے خون، مال اور آبرو تم پر اسی طرح حرام ہے جیسے یہ مہینہ یہ دن اور یہ شہر تمہارے لیے حرام ہے"

"جس نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا وہ ملعون ہے" "حلال رزق کمانے والا اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے"

"اگر ایک انسان حرام مال کھاتا ہے اور پھر اس میں سے صدقہ کرتا ہے تو اس کا صدقہ قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو ناپاک سے صاف نہیں کرتا"

"وہ گوشت جس نے حرام مال سے پرورش پائی جنت میں داخل نہ ہوگا"

"جس آدمی کے پیٹ میں حرام کا ایک نوالہ بھی داخل ہو گیا اس کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جائے گا اور جو گوشت حرام مال سے بنا ہے آگ اس کی زیادہ حقدار ہے"

حلال و حرام اغذیہ، حلال و حرام ذرائع اور حلال و حرام امور کے متعلق بے شمار آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ موجود ہیں جن میں سے صرف چند ایک کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ایک ضروری وضاحت:۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ.... (۶۶:۱)

"محمد ﷺ! تم کیوں اس شے کو حرام کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہے"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حلت و حرمت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے محمد ﷺ

Marfat.com

کے پاس نہیں ہے۔ محمد ﷺ سے خطاب ہے کہ آپ کیوں حرام فرما رہے ہیں؟ اس سے مراد بڑی وسیع ہے ایک تو محمد ﷺ کا عمل اللہ کی مرضی کے تابع ہے اور آپ ذاتی مرضی اختیار نہیں فرماتے لیکن محمد ﷺ کا جو عمل ایسی حدو بند ہے کہ امت نہ اس سے بڑھ کر کوئی عمل کرے نہ کوئی عمل چھوڑے اگر آپ متواتر اس مذکورہ شے کو استعمال نہ کرتے تو وہ امت کے لیے کبھی استعمال کے لیے جائز نہ ہوتی۔

"کسی شے کو حلال یا حرام کرنے کا حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں"

حلال اشیاء کی حرمت کے مختلف طریقے

۱۔ میتۃ، دم، لحم الخنزیر اور ما اھل لغیر اللہ بہ" یہ چار اشیاء ایسی ہیں کہ جن کی حرمت کا تذکرہ قرآن کریم میں متفرق مقامات پر اسی ترتیب سے آیا ہے۔ ان کی وضاحت یہ ہے۔

۱۔ میتۃ: ایسا جانور جو ذبح نہ کیا گیا ہو اس کی حرمت تمام مکاتب فکر (School of Thought) میں موجود ہے اور تمام مکاتب فکر ذبح کے قائل ہیں اگرچہ طریقہ مختلف ہے ذبح نہ کرنے کی وجہ سے خون اور حرارت عزیزیہ مصنوعیہ جسم میں بند رہ جاتے ہیں جس سے زہریلا مواد بن جاتا ہے چنانچہ مردار کو کھانا مضر ہے مردار کو حرام قرار دینے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس کی ہلاکت کا باعث یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتا ہے وہ کسی زہریلی شے کے کھانے سے مرا ہو اور پھر جو انسان اسے کھائے اسے بھی نقصان کا خدشہ ہے علاوہ ازیں جانوروں کے خون میں کئی طرح کے جراثیم موجود ہوتے ہیں جو خون نہ نکلنے کی وجہ سے جسم کے اندر رہ جاتے ہیں اس طرح سے بھی مردار کھانا مضر ہے۔ ذاتی خون میں موجود کولیسٹرول وغیرہ خطرناک ہوتے ہیں۔

۲۔ دم۔ دم سے مراد دم مسفوح ہے جو ذبح کے وقت بہے اس میں گندے مادے موجود ہوتے ہیں اس کے پینے سے وحشت و بربریت پیدا ہوتی ہے جہالت کے دور میں اہل عرب زندہ جانور کے جسم میں کوئی نوکدار شے گھونپ دیتے اور اس سے بہنے والا خون پیتے اس سے جانور کو از حد اذیت پہنچتی دم کی حرمت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس قسم کی صورتحال کی روک تھام ہو جائے علاوہ ازیں وحوش کا معدہ تو اسے جلد ہضم کر سکتا ہے لیکن انسانی معدہ اسے آسانی سے ہضم نہیں کر سکتا چنانچہ یہ صحت کے لیے

Marfat.com

مضر ہے اس میں کئی قسم کے بند جراثیم بھی ہوتے ہیں۔

۳۔ لحم الخنزیر: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ لحم الخنزیر سے مراد اس کا پورا جسم ہے البتہ چمڑا سینے کے لیے اس کے بالوں کے استعمال کی اجازت دی جاتی ہے کوڑا کرکٹ خنزیر کی پسندیدہ غذا ہے جانوروں میں اسے انتہائی بے شرم اور بے غیرت سمجھا جاتا ہے اور یہ خیال بھی کیا جاتا ہے کہ اس کے استعمال سے بے شرمی اور بے غیرتی پیدا ہوتی ہے یورپ میں خنزیر کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے اس کے گوشت سے ایک خاص قسم کے کیڑے پیدا ہوتے ہیں جو طاعون کا باعث بنتے ہیں اس کا گوشت صحت کے لیے مضر بھی ہے خصوصاً گرم علاقوں میں اس کا استعمال انتہائی مضر ہے۔ مشہور عام یہی کچھ ہے۔ تفصیل آخری باب میں دیکھئے۔

۴۔ ما اهل لغير الله به:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو جانور غیر اللہ کے نام پر نامزد کیا جائے۔

(i) جانور غیر اللہ کے نام پر نامزد کیا گیا ہو اور اس پر ذبح کے وقت بھی غیر اللہ کا نام ہی لیا جائے۔

(ii) جانور غیر اللہ کے نام پر نامزد کیا گیا ہو لیکن ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لے لیا جائے۔

(iii) جانور کو غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا جائے اور اسے ذبح کرنا حرام سمجھا جائے۔

ان میں سے پہلی دو صورتوں میں ایسے جانور کا گوشت کھانا بالاتفاق ناجائز اور حرام ہوگا یعنی جو جانور غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا اس پر خواہ بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا جائے یا اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہی ہوگا ہاں اگر غیر اللہ کے نام پر نامزد کیا گیا تھا لیکن بعد میں نیت بدل گئی اور خالص اللہ کے نام پر اسے ذبح کیا جائے تب اس سے کھانا حلال اور جائز ہوگا۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں:۔

"صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص جانور ذبح کرنے سے غیر اللہ کا تقرب چاہے وہ ملعون ہے ذبح کے وقت اللہ کا نام لے یا نہ لے کیونکہ جب اس نے مشہور کر دیا کہ یہ جانور فلاں غیر اللہ کے لیے ہے تو ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے سے کوئی فرق ظاہر نہ ہوگا جب وہ جانور بطور نذر و منت غیر اللہ کی طرف منسوب ہو گیا اب وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوگا۔۔۔"

تیسری صورت میں مسئلہ اس سے الگ ہے چونکہ مشرکین اسے ذبح کرنا حرام سمجھتے ہیں تو اگر

اس کے گوشت کو بھی حرام قرار دے دیا جائے تو اس سے مشرکین کی تردید نہ ہوگی بلکہ تائید ہوگی ان کی تردید اس میں ہے کہ اسے ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت کھایا جائے قرآن حکیم نے اس قسم کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ ان انسانوں کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے۔

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾(۵:۱۰۳)

"اللہ نے نہ کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام۔ مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں (کہ ایسے وہمیات کو مان رہے ہیں)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام کے متعلق مودودی صاحب تفہیم القرآن میں فرماتے ہیں:۔ "جس طرح ہمارے ملک میں گائے، بیل اور بکرے اللہ کے نام پر یا کسی بت یا قبر یا دیوتا یا پیر کے نام پر چھوڑ دیے جاتے ہیں اور ان سے کوئی خدمت لینا یا انہیں ذبح کرنا یا کسی طور پر ان سے فائدہ اٹھانا حرام سمجھا جاتا ہے اسی طرح زمانہ جاہلیت میں اہل عرب بھی مختلف طریقوں سے جانوروں کو پُن کر کے چھوڑ دیا کرتے تھے اور ان طریقوں سے چھوڑے ہوئے جانوروں کے الگ الگ نام رکھتے تھے" قرآن کریم کے بیان کے مطابق یہ سب کچھ انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ رکھا ہے اس لیے اس کی نفی اسی صورت میں ہوگی کہ ایسے جانور کو ذبح کیا جائے اور کھایا جائے نہ کہ حرام سمجھ کر چھوڑ دیا جائے۔ الغرض اول تین اقسام کا جسمانی طور پر نقصان ہوتا ہے لیکن آخری قسم کا براہ راست ایمان پر اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کا حکم الگ الگ ہے اگر حکم ایک ہوتا تو الگ الگ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆

ایک انسان اپنا جال اس شرط پر دیا کہ شکار کے بعد جو کچھ مچھلیاں جمع ہوں گی انہیں آپس میں نصف کر کے تقسیم کر لیں گے یہ شرکت بھی فاسد ہے جتنی مچھلیاں شکار ہوئی ہیں وہ شکار کرنے والے کی ملکیت ہیں جال والا صرف اپنے جال کا کرایہ وصول کر سکتا ہے (عالمگیری، ج ۴، ص ۴۲)

Marfat.com

باب ۵ حلت وحرمت کے ذرائع

اسلام نے صرف ان اشیاء کا استعمال جائز قرار دیا ہے جو خود بھی اور ان کے حصول کا ذریعہ بھی حلال ہو شریعت اسلامیہ میں تجارت، زراعت وغیرہ حلال ذرائع رزق ہیں اس کے برعکس بہت سے حرام ذرائع رزق بھی ہیں ذیل میں ان کا اجمالی تعارف پیش کیا جاتا ہے:۔

۱۔ چوری: اسلام نے چوری کو حرام قرار دیا ہے اور اس کے لیے قرآن میں ہاتھ کاٹنے کی سزا مذکور ہے چوری سے مراد یہ ہے کہ کسی کا محفوظ مال اس کی لاعلمی میں حاصل کر لینا۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ (۳۸:۵)

''چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا''

۲۔ لوٹ مار اور ڈکیتی:۔ کسی کا مال اس کی مرضی اور رضا کے بغیر زبردستی چھین لینا اس کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے ''جس انسان نے لوٹ مار کی وہ ہم میں سے نہیں''

۳۔ ماپ تول میں کمی: اسلام نے ماپ تول میں کمی کر کے کمائی کرنے اور نفع کمانے کو بھی ممنوع کر دیا ہے۔ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (۸۵:۷)

''لہٰذا اوزان اور پیمانے پورے کرو انسانوں کو ان کی اشیاء میں خسارہ نہ دو''

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ (۸۴:۱۱) ''اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو''

ماپ تول میں کمی بیشی کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے تباہی اور ہلاکت دینے کا ذکر بھی کیا ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ. الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ. وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ. (۸۳:۱-۲-۳) ''تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے جن کا حال یہ ہے کہ دوسرے انسانوں سے تو پورا پورا لیتے ہیں لیکن ان کو کمی بیشی کر کے ناپ یا تول کر دیتے ہیں''

اسلامی تجارت کے بابرکت اور باوقار پیشہ کو ناپاک اور بے وقار بنانے کی ایک مکروہ شکل وہ ہے جس میں حیلہ کے ذریعے ایک تاجر کم مال دے کر زیادہ کے دام وصول کرتا ہے اور اپنے بھائی کی

خون پسینے کی کمائی کو بٹورنا چاہتا ہے یہ ایک ایسی لعنت ہے جس میں بعض امم سابقہ کے بددیانت تاجر بھی مبتلا تھے اور جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہاں کے انسان بھی ماپنے میں بڑے خبیث تھے علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ ابوجہینہ کے پاس دو پیمانے تھے ایک خریدنے اور دوسرا فروخت کرنے کے لیے استعمال کرتا تھا۔

اسلام تو اس سلسلہ میں مساوات سے آگے احسان کا حکم دیتا ہے محمد ﷺ ایک دفعہ ایک دن بازار سے گزر رہے تھے ایک انسان کو دیکھا جو پیشہ ور وزن کرنے والا تھا محمد ﷺ نے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: زن وارجع۔ ''تول اور جھکا کے تول''

یہ تعلیم قیامت تک کے تاجروں کے لیے وصیت کا درجہ رکھتی ہے۔ یوسف علیہ السلام بھی اپنے بھائیوں کے لیے کہتے تھے: الا ترون انی اوف الکیل و انا خیر المنزلین۔

''تم دیکھتے نہیں میں پورا پورا پیمانہ بھر کے دیتا ہوں اور مہمان نوازی بھی اچھی طرح کرتا ہوں''

۴۔ سود: سود جو کہ دولت کو چند ہاتھوں میں مرتکز کر دیتا ہے امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بناتا چلا جاتا ہے اسلام نے اس کی بھی ممانعت کی ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے۔

﴿قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (۲:۲۷۵)

''وہ کہتے ہیں ''تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی شے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے'' پھر سود کے متعلق قرآن کریم نے انتہائی سخت الفاظ استعمال کیے ہیں:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ (۲:۲۷۸.۲۷۹)

''اے ایمان والوں! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود انسانوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم واقعی ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے'' ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۔ ﴾ (۲:۲۷۶)

پیشہ تجارت میں سب سے بڑا استحصالی حربہ سود ہے جس میں سرمایہ دار غریب مجبور کا خون چوستا

Marfat.com

ہے اور خونخوار بھیڑیا نظر آنے لگتا ہے سرمایہ دارانہ نظام نے اس کو اتنا رواج دیا ہے کہ ساری دنیا اس کے دامن تذویر میں گرفتار ہے ایک منظم سازش کے ذریعے سرمایہ دار اور بینکار حکومت ہو یا افراد تجارتی سود کے ہتھیار سے معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والے حاجت مندوں کا خون نچوڑتے ہیں اور اس نظام کی کوکھ سے جنم لینے والا یہ سرمایہ دار درندہ مظلوموں کی کراہوں سے لطف اندوز ہوتا ہے یہی وہ یہودی نظام ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا کو غلام بنایا جارہا ہے جو ان کی شروع سے عادت رہی ہے اسلام نے اس شجر ملعونہ کو روز اول سے ہی جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔

واحل اللہ البیع وحرم الربوٰا۔ ’’اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے‘‘

حرمت سود کے ساتھ یہ رعایت بھی نہ دی گئی کہ جو سابقہ سودی رقم مقروض کے ذمہ رہ گئی ہے وہ اسے وصول کرلیا جائے۔ **وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مومنین** ’’جو تمہارا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو‘‘ سود خور ہر وقت **ھل من مزید** کے نعرے لگانے والا انسانوں کے معاشی ذرائع پر زبردستی قبضہ کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور پھر اپنی اس دیوانگی پر تجارت اور سود دونوں کا مقصد ایک ہی گردانتا ہے قدر زائد بڑھوتری اور سرمایہ میں اضافہ کے لیے اس امر کی وضاحت ضروری ہے لہٰذا درج ذیل فرق ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

ا۔ اسلامی طریقہ بیع میں فریقین بائع و مشتری کے درمیان حقیقی رضا اور رغبت ہوتی ہے جبکہ سود میں ایک فریق سرمایہ دار کے حقیقی خود غرضانہ رغبت اور دوسرے فریق مشتری کے لیے مصنوعی رضامندی وہ بھی اضطرار اور اکراہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

ب۔ اسلامی تجارت میں فریقین میں باہمی تعاون و اشتراک ہوتا ہے جبکہ سود میں یہ تعاون سرے سے مفقود ہوتا ہے بلکہ ایک طرف سرمایہ دار بنک کی یقینی ترقی اور خوشحالی جبکہ دوسری طرف غریب قرض خواہ کے افلاس و بے بسی کا تماشہ ہوتا ہے۔

ج۔ اسلامی تجارت میں فریقین کے لیے حصول نفع کے یکساں مواقع ہوتے ہیں جبکہ سود میں ایک طرف سرمایہ دار کا یقینی نفع اور دوسری طرف محتاج غریب کا خسارہ یقینی ہوتا ہے۔

درج ذیل فرق جاننے کے بعد ہر ذی شعور کو چاہیے کہ وہ قوانین تجارت و معاشیات کا ادنیٰ طالب علم

کیوں نہ ہو وہ تجارت اور سود کے درمیان فرق بآسانی کرسکتا ہے۔

۵۔ حرام اشیاء کی تجارت: شراب، افیون، چرس، خنزیر وغیرہ حرام اشیاء کا جس طرح استعمال حرام ہے اسی طرح ان کی خرید وفروخت بھی حرام ہے جیسا کہ شراب کے متعلق انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دس انسانوں پر لعنت کی ہے۔

(i) اس کے نچوڑنے والے پر جو کسی دوسرے کے لیے نچوڑتا ہو

(ii) اپنے لئے اس کے نچوڑنے والے پر

(iii) اس کے پینے والے پر

(iv) اس کے لے جانے والے پر

(v) جس کے لیے لے جائی جارہی ہو اس پر

(vi) اس کے پلانے والے پر

(vii) اس کے بیچنے والے پر

(viii) اس کی قیمت کھانے والے پر

(ix) اس کے خریدنے والے پر

(x) جس کے لیے خریدی جائے اس پر

(xi) حدیث میں ہے جس شے کا کھانا حرام ہے اس کا دام بھی حرام ہے۔

٦۔ عصمت فروشی اور قحبہ گری: اسلام نے عصمت فروشی اور قحبہ گری سے بھی منع کیا ہے اور

''زانیہ عورت کی کمائی ناپاک ہے'' (حدیث)

قرآن لونڈیوں سے پیشہ کروانے سے روکتا ہے۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۴:۳۳)

''اپنی لونڈیوں کو دنیاوی فائدوں کے لیے قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ خود پاکدامن رہنا چاہتی ہوں

Marfat.com

اور جو کوئی ان کو مجبور کرے تو اس جبر کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے لیے غفور رحیم ہے"

۷۔ملاوٹ اور دھوکہ دہی: ملاوٹ اور دھوکہ دہی کے ذریعہ انسانوں کو ناقص مال فروخت کر کے صحیح مال جتنی قیمت وصول کر کے لینے کو بھی شریعت اسلامیہ نے ممنوع قرار دیا ہے۔

جسے آج کل کاروباری ہنر اور نفع آوری کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے اسلامی قانون تجارت میں یہ انسانیت سوز عمل ہے ایسے انسان دشمن آستینوں کے سانپوں کو شاید کہ یہ احساس نہیں کہ وہ اپنے اس قبیح عمل سے محمد ﷺ کے امتی ہونے کے اعلیٰ منصب سے محروم ہونے کا خطرہ مول لے رہے ہیں۔من غش فلیس منا "جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں" (مسلم)

"عمر رضی اللہ عنہ نے تو ایک دفعہ ایک گوالے کا پانی ملا دودھ زمین پر بہا دیا تھا" (نیل ۔۲۔۱۸۱)

۸۔غصب: ظلم اور جبر کے ساتھ کمزروں کا مال ہتھیا لینے سے بھی اسلام نے منع کیا ہے اور کہا ہے کہ جو اس طرح مال غصب کر کے کھاتا ہے وہ درحقیقت آگ کھا رہا ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (۴:۱۰) "جو انسان ظلم کے ساتھ یتیموں کا مال کھاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے"

۹۔خیانت

خیانت کے ساتھ بھی نفع کمانے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے متعلق کہا گیا ہے قیامت کے روز اس کا بدلہ ملے گا اور اسے اس کا حساب دینا پڑے گا۔

﴿وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ﴾ (۳:۱۶۱) "جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم بھی نہیں کیا جائے گا"

کسب معاش میں خیانت کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کوئی مشین وغیرہ کسی کو مرمت کے لیے دی جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ شے اس کو بطور امانت دی ہوگی اگر وہ اس کے قیمتی پرزے نکال کر اپنے پاس

Marfat.com

رکھ لیتا ہے اور اس میں گھٹیا پرزے ڈال دیتا ہے تو یہ خیانت ہوگی۔

۱۰۔ رشوت

رشوت بھی معاشرہ کی ایک برائی ہے جو کئی حق داروں کو حق سے محروم کرتی ہے اور کئی قسم کے غلط فیصلوں کا سبب بنتی ہے اسلام نے اس کی بھی ممانعت کی ہے۔

اس منفعت کا نام ہے جو کوئی حاکم یا سرکاری ملازم اپنی ذمہ داری کے کام میں کسی متعلقہ فریق سے حاصل کرے یا وہ منفعت جو کسی حاکم یا سرکاری ملازم کو دے کر اس سے ناجائز فائدہ حاصل کیا جائے شرعاً رشوت حرام ذریعہ کمائی ہے۔

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾.(۲:۱۸۸) "اے مسلمانو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طور پر نہ کھاؤ اور ان کے جھوٹے مقدموں کو حکام کے پاس اس غرض سے نہ لے جاؤ کہ اس کے ذریعے سے اموال کا ایک حصہ ظلم کر کے کھا جاؤ اگرچہ تمہیں اپنے جھوٹ اور ظلم کا علم بھی ہو"

رشوت بھی گناہ اور باطل ذریعہ سے حاصل کردہ منفعت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو اجازت نہیں دی ہے اور اس حرام خوری میں صرف رشوت لینے والا ہی مجرم نہیں ہے بلکہ محمد ﷺ نے رشوت دینے والے کو بھی برابر کا مجرم ٹھہرایا ہے۔ لعن اللہ الراشی و المرتشی۔ (ابوداؤد)

"اللہ تعالیٰ نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت کی ہے"

الراشی و المرتشی فی النار۔ (مجمع الزوائد) "رشوت دینے اور لینے والے دونوں جہنمی ہیں"

جج یا کسی ملازم کو تحفہ یا ہدیہ دینا اسے کسی دعوت میں مدعو کرنا بھی رشوت کے ذیل میں آتا ہے۔

ایک صحابی صدقات کی وصولی کے لیے گئے بعض انسانوں نے صدقات کے ساتھ ان کو کچھ تحائف دے دیئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ فھلا جلس فی بیت ابیہ فینظر ایھدیٰ لہ ام لا والذی نفسی بیدہ لا یاخذ احد منہ شیئاً الا جآء بہ یوم القیامۃ یحملہ علی رقبۃ (بخاری) "وہ اپنے باپ کے گھر کیوں نہیں بیٹھا رہا پھر دیکھتا کہ اس کو تحفے ملتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے جو بھی ایسا مال لے گا وہ قیامت کے دن اپنی گردن پر اسے اٹھائے گا"

ایک انسان نے کسی کے لیے سفارش کی اب وہ اس سفارش کے صلہ میں کوئی تحفہ یا ہدیہ وصول کرے تو یہ بھی شرعاً حرام ہے۔ من شفع لاحد فاهدیٰ له هدية فقبلها فقدا تیٰ باباً عظیماً من ابواب الربا ۔(ابوداؤد) "جو کسی کے لیے سفارش کرتا ہے اور وہ اسے ہدیہ کوئی شے دیتا ہے تو یہ سود کی طرح کے جرم عظیم کا مرتکب ہوا ہے"

قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہم جملہ مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں رشوت کی لعنت کو ختم کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ کوئی کتنا ہی مشکلات میں گرفتار کیوں نہ ہو کسی کو رشوت نہ دے ورنہ وہ بھی لعنت کا مستوجب ہو جائے گا۔

چونکہ پاکستان کے سب ملازمین چھوٹے یا بڑے! ملک کے شہری ہیں اسلامی نظام کی پابندی ان کا بھی فرض ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں اس دن سے ڈریں جس دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا، دنیا کی مشکل سے یوم حساب کی مشکل بہت سخت ہے اس دن کے افسوس کرنے سے آج ہی توبہ کرلیں اور کبھی رشوت طلب نہ کریں متعلقہ کام کرنے کے لیے اس کا انتظار نہ کریں کہ رشوت حاصل ہو بلکہ رشوت کی پیش کش کرنے والے افراد کی حوصلہ شکنی کریں اور نہایت دیانتداری اور اللہ کے خوف کے جذبہ سے عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کریں اسی صورت میں رزق میں برکت ہوگی۔

من كان فى حاجة كان الله فى حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة. (بخاری)

"جو انسان اپنے بھائی کی ضروریات پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا اور جو انسان مسلمان کی پریشانی زائل کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانی ختم کرے گا"

﴿وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (۲:۲۱۲)

"جسے اللہ چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے"

﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ (۶۲:۱۱) "اللہ بہترین رزق دینے والا ہے"

۱۱۔ شراب اور جوا

خبیث انسان کی نشانی یہ ہے کہ اسے شراب میں سکون اور زنا میں لذت محسوس ہوتی ہے۔

۔۔شرابی کی بے غیرتی سے اس کے گھر میں بے حیائی زیادہ پھیلتی ہے۔

جوا اور موت۔۔۔۔جوئے باز کو موت اس طرح آتی ہے جس طرح کتا دریا میں ڈوب کر مرتا ہے۔ جوا کی بھی شریعت اسلامیہ میں حرام اور شیطانی کام قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم نے انسانی معاشرہ کی برائیوں کو دور کرنے کے لیے انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق بتدریج پابندیاں عائد کیں تا کہ انسان آسانی سے برائیوں کو ترک کرنے پر آمادہ ہو سکے اور ان کی طبیعت کوئی دقت محسوس نہ کرے چنانچہ شراب کی حرمت کو واضح کرنے کے لیے پہلا حکم اس طرح دیا گیا ہے۔﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (۴:۴۳) ''اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔ یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ جو کچھ تم کہتے ہو'' سکر کا لفظ ہر نشہ آور شے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُھُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا﴾ (۲:۲۱۹) ''اے رسول ﷺ یہ انسان آپ سے شراب اور جوا کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا نقصان ہے نیز انسانوں کے لیے فائدہ بھی ہے اور ان دونوں کا نقصان ان کے فائدہ سے بڑا ہے''

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (۵:۹۰) ''اے ایمان والو! یقیناً یہ شراب، جوا، بت اور قرعہ اندازی کے تیر ناپاک ہیں لہذا تم اس شیطانی کام سے پرہیز کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ﴾ (۵:۹۱) ''شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوا کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے تا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے کیا تم اب بھی باز نہ آؤ گے''

تجارت میں جواسٹہ بازی مختلف انداز میں پائی جاتی ہے۔عہد جاہلیت میں اس کی چند شکلیں ملامسہ،منابذہ اور محاقلہ وغیرہ تھیں جنہیں اسلام کے عادلانہ نظام تجارت نے حرام قرار دے دیا عصر حاضر میں لاٹری نمبر حاصل کرنا،مہذب تجارتی جوئے کی شکلیں ہیں یہ امر معاشرتی امن کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے اسلام نے جوئے کی تمام صورتوں کو حرام قرار دیا ہے۔علامہ اقبال کہتے ہیں:۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات

خمر کے معنی چھاجانا،ہر وہ شے جس کا کھانا پینا عقل اور ہوش پر چھا جائے جس کے اثر سے انسانی شعور کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے اور انسان حیوانی جذبات سے مغلوب ہو جائے۔ما اسکر کثیرة فقلیله حرام۔''جس شے کی کثیر مقدار نشہ کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے''

شراب کے نشہ میں انسان ایسے کام اور ایسی حرکات کرتا ہے جو عقل وشعور کے لحاظ سے بالکل حیوانی ہوتی ہیں اسی طرح انسانی معاشرہ میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اسی لیے شراب کو ام الخبائث برائیوں کی ماں کہا گیا ہے۔

ازلام:۔فال گیری اور قرعہ اندازی کی اس صورت کو کہتے ہیں جو مشرکانہ عقائد اور وہمیات سے آلودہ ہو اور جس سے توحید باری تعالیٰ پر زد پڑتی ہو۔

میسر:۔ان کھیلوں اور کاموں کو کہتے ہیں جن میں اتفاقی امور کی کمائی اور قسمت آزمائی نیز اموال اور اشیاء کی تقسیم کا ذریعہ بنایا جاتا ہے ہر وہ شے جو انسان کو بغیر کسی محنت مشقت اور کوشش کے نہایت آسانی سے حاصل ہو جائے وہ میسر کہلاتی ہے۔انعامی بانڈز اور مختلف کمپنیوں جیسے شیزل،بزناس، نیشنل کولا وغیرہ کی طرف سے انعامی ٹکٹ نکال کرٹی۔وی۔موٹر سائیکل اور کار وغیرہ تقسیم کی جاتی ہیں جوا ہے جو سود کی طرح حرام ہیا سی میسر کے لالچ نے انسان کو عملی طور پر ناکارہ بنا دیا ہے اور وہ مفت کی اصل کرنے کے لیے مختلف ناموں سے متعدد برے فعلوں کا شکار ہو گیا ہے اس طرح معاشرہ میں محنت اور مشقت سے جی چرانے کا رجحان بڑھ جاتا اور ایسا معاشرہ بالآخرہ تباہ ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ فضول خرچی اور کنجوسی

آمد ہے چالیس کی خرچہ ہے پچاس   جلدی جلدی ہو جائے گا اس کا ستیاناس

کنجوس کی روٹی بیماری پیدا کرتی ہے کنجوس سیدھے ہاتھ سے جان بھی نہیں دیتا موت کے فرشتے کو اس سے بڑی لڑائی کرنی پڑتی ہے۔

اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے فضول خرچی اور کنجوسی کے تمام بڑے پہلوؤں کو جو قومی معیشت کے لیے ضرر رساں ہیں مکمل طور پر وضاحت کرتے ہوئے ان سے روکا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے فضول خرچی تین امور پر مشتمل ہے۔

۱۔ ناجائز کاموں میں دولت خرچ کرنا خواہ وہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ جائز کاموں میں خرچ کرتے ہوئے حد سے تجاوز کرنا خواہ اس لہذا سے انسان اپنی استطاعت سے زیادہ خرچ کرے یا اس لحاظ سے کہ انسان کو جو دولت ضرورت سے زیادہ مل گئی ہے اسے اپنے عیش اور ٹھاٹھ باٹھ میں صرف کرتا چلا جائے۔

۳۔ نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا مگر اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں بلکہ صرف ریاء اور نمائش کے لیے۔

کنجوسی کا اطلاق دو اشیاء پر ہوتا ہے۔

i۔ انسان اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضروریات پر اپنی توفیق اور حیثیت کے مطابق خرچ نہ کرے۔

ii۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں اس کے ہاتھ سے پیسہ نہ نکلے۔

﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا. اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا. وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا. وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا﴾ (۱۷:۲۵۔۲۹)

"رشتہ داروں، مساکین اور مسافروں کو ان کا مالی حق وغیرہ دے دو لہذا مال کی فضول خرچی مت کرو۔ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ اگر تمہیں اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی امید ہو اس کے انتظار میں ان سے پہلوتہی کی بجائے

Marfat.com

نرمی سے بات کہہ دینا۔ اپنے ہاتھ اپنی گردن کے گرد مت باندھو اور نہ ہی ان کو بالکل کھول دو۔ ورنہ تم رنجیدہ اور حسرت زدہ ہو جاؤ گے"

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ (۶۷:۲۵) "مومنین جس وقت خرچ کرتے ہیں تو اسراف اور کنجوسی سے کام نہیں لیتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ خرچ کرتے رہتے ہیں"

﴿وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (۷: ۳۱)

"اے اولاد آدم علیہ السلام! تم خوب کھاؤ، پیو اور فضول خرچی مت کرو یقیناً اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا ہے" من فقه الرجل قصده في معيشة (مشکوٰۃ) "اپنی معیشت میں درمیانی راستہ اختیار کرنا انسان کو فقیہہ بنا دیتا ہے" خير الامور اوسطها. "بہترین کام وہ ہے جو درمیانہ ہو" اس ارشاد نبوت کے نبوت کے مطابق خرچ کرنے کا بہترین طریقہ معتدل اور درمیانہ ہونا چاہیے جو فضول خرچی اور کنجوسی کے بین بین ہو۔

۱۳۔ ذخیرہ اندوزی

شریعت اسلامیہ کی رو سے ذخیرہ اندوزی (احتکار) یہ ہے کہ کوئی انسان غلہ یا دیگر اجناس کی بڑی مقدار اس لیے اکٹھی کرے تا کہ بازار گراں ہو جائے اور صارفین میں اس شے یا جنس کی مانگ کا مرکز وہی بن جائے اور انسان مجبور ہو کر اس ذخیرہ اندوز کی شرائط وضوابط اور مقرر کردہ نرخوں کے مطابق خریدیں۔ ایسی مصنوعی قلت پیدا کرنے والے انسان دشمن تاجر کے نفسیاتی عمل اور اس کے انجام کی اطلاع محمد ﷺ نے اس طرح دی ہے:۔ الجالب مرزوق والمحتكر ملعون "سوداگر کو رزق ملتا ہے اور ذخیرہ اندوز لعنتی ہے" احتکار کی موجودہ شکل مندرجہ ذیل ہے۔

ا۔ چند کمپنیاں مل کر وحدت قائم کرتی ہیں کسی شے کی پیداوار اور قیمت پر اجارہ داری قائم کرتی ہیں۔

ب۔ چند مالکان یا کارخانہ داران مل کر بازار میں ایک قیمت طے کر لیتے ہیں اور پھر گاہکوں کا استحصال کرتے ہیں۔ اگر بازاروں میں ذخیرہ کی جانے والی اشیاء کی کمی نہ ہو اور قیمتوں پر کوئی اثر نہ ہو تو احتکار میں کوئی حرج نہیں۔

Marfat.com

۱۴۔قسم اٹھانا

دوران بیع منافع پانے کی حرص کبھی بائع کو قسمیں اٹھانے پر مجبور کرتی ہے ایسی قسموں کے متعلق آپ ﷺ فرماتے ہیں:۔ ایاکم و کثرة الحلف فی البیع فانه ینفع ثم یمحق. (مسلم)
''خرید وفروخت میں زیادہ قسمیں اٹھانے سے بچو یہ امر نفع بخش تو بن جاتا ہے پھر برکت کو مٹا دیتا ہے''

۱۵۔وما اهل به لغیر الله: درباروں اور قبروں کی آمد۔

۱۶۔مفت خوری کی بجائے۔عمل بالید بہتر ہے۔

۱۷۔ظلم:۔اتق دعوت المظلوم۔''مظلوم کی بددعا سے بچو''

۱۸۔میراث کا غصب:۔وتاکلون التراث۔

۱۹۔زکوٰۃ وعشر کا غصب:و فی اموالهم حق للسائل والمحروم. اتوا حقه یوم حصاده

۲۰۔قرض لے کر کھا جانا:۔مطل الغنی ظلم۔

۲۔تعویذات اور حساب ورمل کے ذریعے مال جمع کرنا۔

۲۲۔نوکری کی ڈیوٹی میں حق تلفی کرنا۔

۲۳۔سوال میں دھوکہ کر کے کھانا۔

۲۴۔نااہلیت اور طبیب۔بغیر تجربہ اور علم کے علاج کرنا۔

۲۵۔حصول برائے جمع:و الذین یکنزون الذهب.

۲۶۔ٹیکس کرایہ اور محصول میں نقص۔

۲۷۔بخل۔

۲۸۔بغیر ضرورت کے سوال کرنا۔

۲۹۔جھوٹی گواہی کا معاوضہ۔

Marfat.com

۳۰۔ غیر ملکی مصنوعات میں مفید خرید و فروخت کرنا۔

۳۱۔ رشتہ داری کے بعد تحائف اور شرائط مقرر کرنا۔

۳۲۔ آڑھتی کے ذریعے ناجائز مال کمانا۔

۳۳۔ شادی کا نیوتہ۔ میت کی او چھاڑ وصول کرنا۔

۳۴۔ پیری مریدی کے ذریعے مال بٹورنا

۳۵۔ حج کرنے کے بعد احباب سے تحائف وصول کرنا۔

۳۶۔ بینک میں جمع شدہ رقم کا سود کھانا۔

۳۷۔ سودا کر کے اگر کوئی پھر جائے اس پر تاوان مقرر کرنا۔

۳۸۔ کمیوں کے لاگ برادری سے وصول کرنا جیسے نائی، میراثی۔

۳۹۔ امانت اگر کسی حادثے میں نقصان ہو جائے دوبارہ وصول کرنا۔

۴۰۔ ساجھ اور شراکت کے جانور کے دام وصول کرنا۔

۴۱۔ یتیم کا متولی بن کر مال کھانا۔

۴۲۔ لڑکیوں کو میراث کے بدلے دوسری اشیاء دے کر راضی کرنا۔

۴۳۔ غلط اور جھوٹے کیس کے بعد راضی نامے پر رقم وصولی کرنا۔

۴۴۔ رہن کے مال سے فائدہ اٹھانا اور اصل بھی واپس لینا جیسے کرایہ دار مکان وغیرہ۔

۴۵۔ عورت کو حق مہر دے کر واپس کرنا۔

۴۶۔ برادری کے فیصلوں کا معاوضہ لینا۔

۴۷۔ شفعہ کے اصل زر سے زیادہ وصولی کرنا۔

Marfat.com

۴۸۔ باغ کے ٹھیکہ میں بیجہ لینا۔

۴۹۔ دست بدست معاوضے میں دیر تک وصولی کرنا۔

۵۰۔ زیور ادھار لے کر یا زیور بنوا کر دینا

۵۱۔ گرے ہوئے مال کو مشہور نہ کرنا اور کھا جانا۔

۵۲۔ بڑے سرداروں کا جھبھری وصول کرنا۔

۵۳۔ مزارع اور ٹھیکہ والے سے آفاقی نقصان وصول کرنا۔

۵۴۔ زرگر کی مزدوری، آٹے کا کنترہ، کپاس اور گندم کی کٹائی کی مزدوری کا عشر۔ بھوسہ اور لکڑی کا عشر۔

۵۵۔ درزی کے کپڑے کے ٹکڑے، فرنیچر کی بقیہ لکڑی نہ دینا۔

۵۶۔ جانور کو فروخت کرتے وقت عیب نہ بتانا۔

۵۷۔ نر جانور کے فعل کی اجرت لینا۔

۵۸۔ چندے کے مال سے تجارت وصول کرنا۔

۵۹۔ حق مہر موجل میں وعدہ اور تاریخ مقرر نہ کرنا۔

۶۰۔ جائداد اور زمین سے اولاد کو عاق کرنا۔

۶۱۔ حج کے ایام میں مکلف کھانے کھانا۔

حرام رزق کے نتائج

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْ کُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْہِمْ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ (۲:۱۷۴) ”بے شک وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کے مضامین میں اخفاء اور اس کے

Marfat.com

معاوضے میں دنیا کی متاع قلیل وصول کرتے ہیں ایسے ہی انسان اپنے پیٹ کو آگ سے بھر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن کلام اور نہ ہی گناہ معاف کر کے ان کا تزکیہ کریں گے بلکہ ان کی سزا دردناک ہوگی"

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا﴾ (۴:۱۰) "بے شک جو انسان یتیموں کا ناحق مال کھاتے ہیں وہی اپنے پیٹ کو آگ سے بھر رہے ہیں عنقریب وہی جلتی آگ میں داخل ہوں گے"

پہلی آیت میں ان علماء کا ذکر ہے جو اپنی بد دینی کے ذریعے حرام مال جمع کرتے ہیں اور دوسری آیت میں ان انسانوں کا ذکر ہے جو اپنے کاروبار کے ذریعے کمزوروں کا مال ظلم کر کے کھا جاتے ہیں یہ دنیا مکافات عمل ہے جیسا بیجو گے ویسا کاٹو گے ناحق مال کھانے والے اپنے پیٹوں میں انوار و اقسام کے کھانے نہیں بھر رہے بلکہ دوزخ کی آگ کے انگارے بھر رہے ہیں۔ جس دنیاوی آگ کی لپیٹ میں زندگی بسر کر رہے ہیں اس کے ناری عذاب کی چند نوعیتیں یہ ہیں۔

آگ سے مراد۔ا۔حرص۔۲۔غصہ۔۳۔بے چینی۔۴۔اضطراب۔۵۔بے صبری۔۶۔جلد بازی ۷۔ مال اور کاروبار میں بے برکتی۔۸۔اچانک نقصان۔۹۔جسم میں مہلک امراض کا صدور۔۱۰۔انتقام کی آگ۔۱۱۔کینہ اور حسد۔۱۲۔دل کی سیاہی۔۱۳۔جنسی بے صبری۔۱۴۔تیز مزاجی باہمی لڑائی اور فساد۔۱۵عقلی سوچ میں کمی وغیرہ۔

لہذا اسلام حرام ذرائع رزق کی تغلیظ ثابت کرتا ہے یہ ایسے ذرائع ہیں جس سے معاشرہ کے ساتھ انسان کے براہ راست ایمان پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں جب ذرائع ناقص ہوں گے تو مقاصد اعلیٰ کیسے حاصل ہو سکتے ہیں مقاصد کے حصول کے لیے ذرائع کا اعلیٰ وطیب ہونا ضروری ہے۔

Marfat.com

باب ۶ اسلام میں کسب حلال وحرام کی حقیقت

اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت کی راہنمائی کرتا ہے اور جہاں کہیں مناسب ہو چند حدود وقیود کا تعین بھی کرتا ہے ان حدود وقیود کی پابندی ہر ایک کے لیے لازم قرار دیتا ہے اور اگر تعصب سے بالاتر ہو کر دیکھا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ جہاں کہیں یہ حدود وقیود لگائی گئی ہیں وہ انسان ہی کے فائدہ کے لیے ہیں کئی دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان کی محدود فکر اور سوچ اللہ تعالیٰ کی ان پابندیوں کو بے فائدہ اور فضول خیال کرتی ہے لیکن حقیقت میں اللہ نے پابندیاں صرف وہیں لگائی ہیں کہ جہاں انسان کا فائدہ ان پابندیوں میں ہو اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کو بہتر جانتے ہیں انسان ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ یہ پابندیاں اگر فلاح انسانی کے لیے نہ بھی ہوتیں تو اللہ کے انسان پر اتنے احسانات ہیں کہ ان احسانات کے شکر کا تقاضا تھا کہ انسان پھر بھی ان پابندیوں کو قبول کرتا۔

کھانے کے معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو بعض حدود بتلائی ہیں اور حلال اور حرام کی اصطلاح استعمال کر کے بتایا ہے کہ فلاں شے انسان کھا پی سکتا ہے اور فلاں شے کے کھانے یا پینے کی ممانعت ہے جن اشیاء کے کھانے پینے کی اجازت ہے انہیں حلال کہا جاتا ہے اور جن اشیاء کے کھانے پینے کی ممانعت ہے انہیں حرام کہا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء کے حصول کے لیے جو ذرائع استعمال ہوں گے ان میں سے بھی کچھ ایسے ہوں گے کہ جن کو اپنانے کی اسلام نے اجازت دی ہے اور کچھ ایسے ہوں گے جن کو اپنانے کی ممانعت کی گئی ہے تو جن کی اجازت دی گئی ہے انہیں حلال ذرائع کہا جائے گا اور جن سے روکا گیا ہے انہیں حرام ذرائع کہا جائے گا۔

ان دونوں باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے سامنے حسب ذیل چار صورتیں آتی ہیں۔

(i) شے بھی حلال ہو حصول کا ذریعہ بھی حلال ہو

(ii) شے حلال ہو لیکن حصول کا ذریعہ حرام ہو

Marfat.com

(iii) شے حرام ہو لیکن حصول کا ذریعہ حلال ہو

(iv) شے بھی حرام ہو اور حصول کا ذریعہ بھی حرام ہو

اسلام نے ان میں سے صرف پہلی صورت کی اجازت دی ہے اور باقی تینوں صورتوں کی ممانعت کی ہے اب پہلی صورت میں دو خاص باتیں ہیں۔

(i) شے بھی بنفسہ حلال ہو۔

(ii) اس کے حصول کا ذریعہ بھی حلال ہو۔

ان میں سے دوسری بات حصول کا ذریعہ حلال ہو اسے کسب حلال کہتے ہیں اور اس وقت یہی موضوع مدنظر ہے اس لیے اس شے کے حلال ہونے سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اسی پر بحث کریں گے کہ اس کے حصول کا ذریعہ حلال ہو۔

ایک اور شے بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ کسب حلال کے مقابلہ میں کسب حرام آتا ہے یعنی ناجائز طریقے سے کسی شے کا حصول اور یہ ایک عام اصول ہے اگر ضد اور مقابل کو بھی سامنے رکھا جائے تو کسی مسئلہ کی صحیح طرح سے وضاحت ہوتی ہے اس لیے کسب حلال پر بحث کرتے ہوئے ہم کسی حد تک کسب حرام کو بھی سامنے رکھا جائے گا۔

کسب حلال اور قرآن:۔ ﴿فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلاً طَيِّبًا﴾ (۱۱۴:۱۶)

''اے انسانو! اللہ نے جو کچھ حلال اور طیب رزق تم کو بخشا ہے اسے کھاؤ''

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلاً طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (۱۶۸:۲) ''اے انسانو! زمین میں جو حلال اور طیب اشیاء ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستے پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (۱۷۲:۲) ''اے ایمان والو! اگر تم حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے والے ہو تو جو طیب اشیاء ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو''

﴿وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلاً طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ (۸۸:۵)

"جو کچھ حلال وطیب رزق تم کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسے کھاؤ پیو اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو"

کسب حرام کی ممانعت اور قرآن

﴿وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۲:۱۸۸) "تم نہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ ہی حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے"

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (۲۹:۴) "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ اور آپس کی رضامندی سے لین دین ہونا چاہیے"

کسب حلال حدیث کے تناظر میں

☆ ـ عن ابی عبد الله جابر بن عبد الله الانصاری رضی الله عنهما ان رجلاً سئال رسول ﷺ فقال ارء یت اذا صلیت المکتوبات وصمت رمضان واحللت الحلال وحرمت الحرام ولم ازد علی ذلک شیئاً ء ادخل الجنة قال نعم (رواه مسلم) ومعنی حرمت الرحام اجتنبته ومعنی احللت الحلال فعلته معتقداً احله)

"ابو عبداللہ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انسان نے رسول ﷺ سے سوال کیا: اور عرض کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے کہ جب میں فرض نمازیں ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور حلال کو حلال سمجھوں اور حرام کو حرام رکھوں اور میں اس پر کسی شے کا اضافہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا اور حرام کو حرام سمجھنے کا معنی ہے کہ میں حرام سے بچا اور حلال کو حلال سمجھنے کا مطلب ہے کہ میں نے اسے حلال سمجھتے

Marfat.com

ہوئے وہ کام کیا ہے''

☆ .عن ابی ذرن الغفاری رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ فیما یرویہ عن ربہ عزوجل انہ قال یا عبادی: انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا یا عبادی کلکم ضال الا من ھدقیہ فاستھدونی اھدکم یا عبادی کلکم جائع الا من اطعمتہ فاستطعمونی اطعمکم یا عبادی انکم تخطئو ن باللیل والنھار وانا اغفر الذنوب جمیعاً فاستغفرونی اغفرلکم یا عبادی انکم لن تبلغوا ضوی فتضرونی ولن تبلغوا انفعی فتنفعونی یا عبادی لو ان اولکم واخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی اتقی قلب رجل واحدٍ منکم ما زاد ذالک فی ملکی شیاءً یا عبادی لو ان اولکم واخر کم وانسکم و جنکم کانوا علی افجر قلب رجل واحد منکم ما نقص ذالک من ملکی شیاءً یا عبادی لو ان اولکم واخر کم وانسکم وجنکم قاموا فی صعید واحد فسالونی فاعطیت کل واحد مسئلتہ ما نقص ذالک مما عندی الا کما ینقص المخیط اذا دخل البحر یا عبادی انما ھی اعمالکم احصیھا لکم ثم اوفیکم ایا ھا فمن وجد خیراً فلیحمد اللہ ومن وجد غیر ذالک فلا یلو من الانفسہ (مسلم)

''ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں یہ ان حدیثوں میں سے ہے جو آپ نے اپنے رب اعلیٰ و برتر سے روایت کی ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندو! بے شک میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام ٹھہرایا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے پس تم آپس میں ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس کے جسے میں نے ہدایت دی بس مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک

بھوکا ہے سوائے اس کے جسے میں نے کھلایا پس مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات خطائیں کرتے ہو اور میں سب گناہ بخشتا ہوں پس تم مجھ سے بخشش طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم مجھے نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے کہ مجھے نقصان پہنچاؤ اور مجھے فائدہ پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے کہ مجھے فائدہ پہنچاؤ۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور آخری (سب) اور تمہارے انسان اور تمہارے جن، ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے متقی ترین دل والا انسان تو یہ بات میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہیں کرے گی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور آخری سب اور تمہارے انسان اور تمہارے جن، ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے کوئی فاجر ترین دل والا انسان تو یہ بات میری سلطنت سے کچھ کمی نہیں کرے گی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور آخری (سب) اور تمہارے انسان اور تمہارے جن، ایک میدان میں کھڑے ہو جاؤ اور مجھ سے سوال کریں اور ہر ایک کو اس کے سوال کی شے عطا کر دوں تو یہ بات نہیں گھٹائے گی جو میرے پاس ہے سوائے اتنا جیسے سوئی گھٹاتی ہے، جب وہ سمندر میں داخل ہو۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جنہیں میں تمہارے لیے شمار رکھتا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا تو جس نے بھلا پایا وہ اللہ کی حمد کرے اور جس نے اس کے سوا پایا تو وہ صرف اپنی ذات کو ملامت کرے۔"

☆ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ ان ناساً من اصحاب رسول اللہ ﷺ یا رسول اللہ ذھب اھل الدثور بالاجور یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم و یتصدقون بفضول اموالھم قال او لیس قد جعل اللہ لکم ما تصدقون بہ ان لکم بکل تسبیحۃٍ و بکل تحمیدۃٍ صدقۃ و بکل تحمیدۃٍ صدقۃ و بکل تکبیرۃٍ صدقۃً و بکل تھلیلۃٍ صدقۃً و امر بالمعروف صدقۃٌ و نھی عن المنکر صدقۃٌ و فی بضع احدکم صدقۃ قالوا یا رسول اللہ ﷺ ایاتی احدنا شھوتہ و یکون لہ فیھا اجر

Marfat.com

قال ارايتم لو و ضعها فی الحرام ا کا ن علیه و زرٌ (مسلم)

''ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ انسانوں نے رسول ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! دولت منداجر وثواب میں بڑھ گئے ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں اور وہ اپنے زائد (فالتو) مالوں سے صدقہ دیتے ہیں محمد ﷺ نے فرمایا'' کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ سامان نہیں بنایا جس کا تم صدقہ دے سکو؟'' یقیناً ہر دفعہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور الحمد اللہ کہنا صدقہ ہے اور ہر بار اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے اور ہر بار لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور تم میں سے کسی کا (حلال) جماع کرنا صدقہ ہے صحابہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے تو اس میں اس کے لیے ثواب ہے؟ محمد ﷺ نے فرمایا اگر وہ اسے حرام طریقے سے پورا کرتا تو کیا اس پر بوجھ (گناہ) نہ ہوتا؟''

☆ . عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ کل سلامی من الناس علیه صدقةٌ کل یوم تطلع فیه الشمس تعدل مابین الاثنین صدقةٌ وتعین الرجل فی دآبته فتحمله علیها اوترفع له علیها متاعه صدقةو الکلمة الطیبة صدقة وبکل خطوة تمشیها الیٰ الصلوٰة صدقةٌ و تمیط الاذی عن الطریق صدقةٌ (بخاری و مسلم)

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسانوں کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو تو دو انسانوں کے درمیان عدل کرے تو یہ صدقہ ہے اور تو انسان کو اس کی سواری میں مدد دیتا ہے اور تو اسے اس پر سوار کرتا ہے یا اس کا سامان اس پر اٹھا کر رکھتا ہے تو یہ صدقہ ہے اور ہر پاکیزہ بات صدقہ ہے اور ہر قدم کے بدلے جو تو نماز کی طرف چلتا ہے صدقہ ہے اور تو تکلیف دہ شے کو راستے سے ہٹاتا ہے تو یہ صدقہ ہے''

Marfat.com

☆ .عن النواس ابن سمعان رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال البر حسن الخلق و الاثمه ماحاک فی نفسک و کرهت ان یطلع علیه الناس (مسلم)

وعن وابصة بن معبد رضی الله عنه قال اتیت رسول الله ﷺ فقال اجئت لتسئال عن البر قلت نعم قال استفت قلبک البر ما اطمانت علیه النفس و اطمان الیه القلب و الاثم ما حاک فی النفس و تردد فی الصدر وان افتاک الناس و افتوک (مسند امام احمد. مسند امام دارمی)

''نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا نیکی خوش خلقی ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو اسے ناپسند کرے کہ انسان اس سے باخبر ہوں۔ اور وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو محمد ﷺ نے فرمایا: کیا تو نیکی کے بارے میں پوچھنے آیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں محمد ﷺ نے فرمایا اپنے دل سے پوچھو، نیکی وہ ہے جس پر جی مطمئن ہو جائے اور جس سے دل کو اطمینان ہو اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں اور سینے میں تردد (شک) پیدا کرے اور اگرچہ انسان تجھے اس کی اجازت دیں اور فتویٰ دیں''

☆ .عن معاذبن جبل رضی الله عنه قال قلت یا رسول الله اخبرنی بعمل ید خلنی الجنة و یباعدنی عن النار قال لقد سئلت عن عظیم و انه لیسیر علی من یسر الله علیه تعبد الله لا تشرک به شیاءً و تقیم الصلوٰة و توتی الزکوٰة و تصوم رمضان وتحج البیت ثم قال الا ادلک علی ابواب الخیر الصوم جنة و الصدقة تطغی الخطیئة کما یطغی الماء النار و صلوٰة الرجل فی جوف الیل ثم تلا: ''تتجا فی جنوبهم عن المضاجع ید عون ربهم خوفاًو طمعاً .حتیٰ بلغ یعملون''

Marfat.com

قال بلیٰ یار سو ل اللہ قلت بلیٰ یار سو ل اللہ قال (السجدة: ۱۶۔۱۷) بـر اء س ا لامـرو عـمـو ده ذروة سنا مه قلت بلیٰ یار سو ل اللہ قال

راس ا لامـر ا لاسـلام و عـمـو ده ا لصلوٰة و ذروة سنامه ا لجها د ثم قال الا خبر ک

بـمـلاک ذلک کله قلت بلیٰ یا ر سول اللہ ناخذبلسانه ثم قال کف خلیک ھٰذ ا

قـلـت یـا نبـی الـلـه و انا لموء خدون بما نتکلم به فقال ثکلتک امک یاھاد و ھل

یـکتـب ا لناس في النار علی و جوھھم او قال : علیٰ مناخرھم ا لا حصائد السنتھم

(الترمذی) ''معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا اے محمد ﷺ!

مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور مجھے آگ (دوزخ) سے دور رکھے''

محمد ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ تم نے ایک بڑی بات پوچھی ہے اور وہ یقیناً آسان ہے اس پر جس پر اللہ تعالیٰ

نے اسے آسان کر دیا تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور نماز قائم کر اور

زکوٰۃ ادا کرے اور تو رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں

تجھے بھلائی کے دروازوں کے بارے میں مطلع نہ کروں روزہ ڈھال ہے۔ اور صدقہ گناہوں کو اس

طرح مٹا (بجھا) دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدھی رات کے وقت انسان کی نماز پھر یہ

آیت تلاوت فرمائی ''ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے

پکارتے ہیں (یہاں تک کہ یعملون تک پہنچے) پھر فرمایا'' کیا میں تجھے نہ بتلاؤں! دین کی اصل شے اور

اس کا ستون اور اس کے کوہان کی چوٹی! میں نے عرض کیا! ہاں یارسول اللہ! محمد ﷺ نے فرمایا: معاملہ

کی بنیاد اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی (بلندی) جہاد ہے۔ پھر فرمایا کیا

میں تجھے نہ بتاؤں کہ ان سب کا دارومدار کس شے پر ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ ﷺ! پس

محمد ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑا پھر فرمایا اس کو روک کر رکھ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا ہم اس

سے جو بات کرتے ہیں، اس کی وجہ سے پکڑے جائیں گے؟ پس آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! تیری

Marfat.com

ماں تجھ کو کھودے تو کیا انسانوں کو چہروں کے بل آگ میں گرائے گی یا فرمایا: ان کے نتھنوں کے بل سوائے، ان کی زبانوں کے ماحصل (باتوں) کے"

☆ عن ابی ثعلبة الخشنی جر ثوم بن ناشرٍ رضی الله عنه عن رسول ﷺ قال ان الله تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیعوها وحد حدوداً فلا تعتدوها وحرم اشیاء فلا تنتهکوها وسکت عن اشیاء رحمةً لکم غیر نسیانٍ فلا تبحثوا عنها (الدارقطنی)

"ابو ثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ روایت کرتے ہیں رسول ﷺ سے۔ محمد ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے فرائض لازم کیے ہیں پس تم ان کو ضائع مت کرو اور کچھ حدود مقرر کیں پس ان سے آگے نہ بڑھو اور بعض اشیاء حرام ٹھہرائیں پس ان کی حرمت مت توڑو اور کچھ اشیاء سے خاموشی اختیار کی تم پر رحم کرتے ہوئے بغیر بھولے پس تم ان سے بحث نہ کرو۔"

☆ "بہترین عمل حلال روزی کمانا ہے" ☆ "حلال طریقے سے روزی کمانا ہر مسلمان پر فرض ہے"

☆ "سعد بن ابی وقاصؓ نے محمد ﷺ کے سامنے عرض کیا کہ اے رسول! میرے لیے دعا فرمایئے کہ میری ہر دعا قبول ہو محمد ﷺ نے فرمایا "رزق حلال کھاؤ تمہاری ہر دعا قبول ہوگی"

"محمد ﷺ سے سوال کیا کہ اے رسول! کونسا کسب طیب ہے آپ ﷺ نے فرمایا "آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر ایسی بیع جو مقبول ہو" ☆ "حلال روزی کمانے والا اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے"

☆ "حلال کی کمائی کا طلب کرنا فرض کے بعد فرض ہے"

☆ "اگر ایک انسان حرام مال کھاتا ہے اور پھر اس میں سے صدقہ کرتا ہے تو اس کا صدقہ مقبول نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو ناپاک سے صاف نہیں کرتے"

☆ "قیامت کے روز ہر انسان کو اس بات کا جواب دینا ہوگا کہ اس نے مال کہاں سے کمایا اور اسے کہاں خرچ کیا"

☆ "جو انسان مرنے کے بعد حرام مال چھوڑ جائے وہ اس کے لیے جہنم کا توشہ بن جائے گا"

☆ "وہ جسم کہ جس نے حرام کے مال سے پرورش پائی جنت میں داخل نہ ہوگا"

☆ ''ہر وہ گوشت جو حرام کے مال سے پلا ہو آگ اس کے زیادہ لائق ہے''

☆ ''جس نے دس درہم کا لباس خریدا ان میں سے ایک حرام کا تھا جب تک وہ لباس اس کے جسم پر رہے گا اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا''

☆ ''ایک انسان کے بال بکھرے ہوئے ہیں جسم گرد آلود ہے، لمبا سفر کر کے آتا ہے اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے کہ اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا، پینا، لباس حرام کا ہے اور اس کی پرورش بھی حرام سے ہوئی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی''

کسب حلال کے فوائد و ثمرات

اب کسب حلال کے فوائد و ثمرات اجمالی طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ رزق حلال کمانے والا قلبی اطمینان میں رہتا ہے۔

۲۔ رزق حلال کمانے والے کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

۳۔ رزق حلال کمانے والے کے اعمال حسنہ قبول ہوتے ہیں۔

۴۔ رزق حلال کمانے والے میں پاکدامنی پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ رزق حلال کمانے والا رحمدل اور ہمدرد بنتا ہے۔

۶۔ رزق حلال کمانے والے کے مال میں برکت ہوتی ہے۔

۷۔ رزق حلال کمانے سے انسان کو دیگر اعمال حسنہ میں بھی برکت کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

۸۔ رزق حلال کمانے والے کے دل میں دوسروں کے لیے بلاوجہ نفرت پیدا نہیں ہوتی۔

۹۔ رزق حلال کمانے والے میں سخاوت کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔

۱۰۔ رزق حلال کمانے والا لین دین میں عدل کے ساتھ دیگر معاملات میں بھی عدل کی روش اپناتا ہے۔

۱۱۔ رزق حلال کمانے والے چوری، ڈکیتی وغیرہ سے محفوظ رہ کر معاشرتی امن و سکون کا باعث بنتا ہے۔

حلال کمائی کے فضائل

☆ ۱. لتاجر الصدوق الامین مع النبیین و الصدیقین و الشھداء (ترمذی)

Marfat.com

''جو تاجر اپنے کاروبار میں صداقت اور دیانتداری سے کام لیتا ہے وہ آخرت میں انبیاء صدیقوں اور شہیدوں کی جماعت میں داخل ہوگا''

☆۔من سعی علی عیاله ففی سبیل الله ومن طلب الدنیا فی عفاف کان فی درجة الشهداء (طبرانی) ''جو انسان اپنے اہل وعیال کے لیے حلال کمانے کی کوشش کرے وہ اللہ کے راستہ میں ہے اور جو پاک دامنی کے لیے دنیا کو طلب کرے وہ شہداء کے درجے میں ہے''

☆.اطب طعمک تستجب دعوتک (طبرانی)

''حلال کھانا کھایا کرو تمہاری دعاء قبول ہونے لگ جائے گی''

☆.رجل فرای اصحاب النبی ﷺ من جلده ونشاطه فقالوا یا رسول الله لو کان هذا فی سبیل الله فقال رسول الله ﷺ ان کان خرج یسعی علی ولده الصغار فهو فی سبیل الله وان کان خرج یسعی علی ابوین شیخین کبیرین فهو فی سبیل الله وان کان خرج یسعی علی نفسه یسعها فهو فی سبیل الله وان کان خرج یسعی ریاء ومفاخرة فهو فی سبیل الشیطان (طبرانی)

محمد ﷺ کے سامنے سے ایک مرد گزرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس کی جسمانی قوت کو دیکھ کر عرض کیا اے رسول ﷺ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر یہ اللہ کی راہ میں نکلا ہوا ہوتا''

محمد ﷺ نے فرمایا اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کی خاطر طلب معاش کے لیے گھر سے نکلا ہوا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ہی ہے اور اگر یہ اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کی خاطر کسب مال کے لیے نکلا ہوا ہے تو یہ بھی اللہ کی راہ میں ہے اور اگر یہ اپنے نفس کو حرام سوال سے بچانے کی خاطر کسب معاش کے لیے نکلا ہوا ہے تو یہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر یہ ریاکاری اور فخر کی خاطر طلب معاش کے لیے گھر سے نکلا ہوا ہے تو پھر یہ شیطان کے راستہ میں ہے''

☆.من اکل طیبا وعمل فی سنته وامن الناس بوائقه دخل الجنة قالوا یا رسول الله ان هذا فی امتک الیوم کثیر قال وسیکون فی قرون بعدی (ترمذی) ''محمد ﷺ نے فرمایا جس نے طیب رزق کھایا اور سنت پر عمل کیا اور انسان اس کی اذیت اور شر سے محفوظ رہے تو یہ جنت

Marfat.com

میں داخل ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسے انسان تو محمد ﷺ کی امت میں بہت زیادہ ہیں محمد ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ اس قسم کے انسان صدیوں میں پیدا ہوں گے"

سلف صالحین کے کسب حلال پر دلچسپ واقعات

علماء اسلام نے خود اعتمادی اور اپنے ضمیر کی آزادی کے لیے کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کیا ہوا تھا تاکہ دنیا والوں سے بے نیاز ہو کر علم اور دین کی خدمت انجام دے سکیں۔ مشہور تابعی امام ابو قلابہ نے اپنے شاگرد ایوب سختیانی سے فرمایا کہ ایوب تم بازار میں بیٹھ کر کاروبار کیا کرو اس میں انسانوں سے بے نیازی اور دین میں خیر و خوبی ہے اس کے بعد ایوب نے اپنے استاد کی نصیحت کے مطابق کچے چمڑے کی تجارت شروع کر دی پھر ایک مرتبہ اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میرے گھر والے ایک مٹھی سبزی ترکاری کے محتاج ہیں تو میں تمھارے سامنے بیٹھ کر اطمینان سے درس نہ دیتا (۱) عبداللہ بن مبارک نے اپنے شاگرد حسن بن ربیع بورانی سے استفہام کیا کہ حسن تمھارا کیا پیشہ ہے؟ انھوں نے بتایا کہ میں بورانی ہوں پوچھا کہ بورانی کا کیا مطلب ہے؟ حسن بن ربیع نے کہا کہ میرے یہاں لڑکے لوریہ (چٹائی) بناتے ہیں یہ سن کر عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ اگر تمہارا کوئی پیشہ نہ ہوتا تو میں تم کو اپنے پاس رہنے نہ دیتا" (۲)

اسی طرح سہیل بن علی کہتے ہیں کہ میں مصر کے قاضی خیر بن نعیم حضرمی کے پاس یمن میں جا کر بیٹھا کرتا تھا میں ان کو دیکھتا تھا کہ وہ تیل کا کاروبار کرتے تھے ایک دن میں نے کہا کہ آپ عہدہ قضاء کے منصب پر فائز ہو کر بھی کاروبار کرتے ہیں؟ یہ سن کر انہوں نے میرے مونڈھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ انتظار کرو جب دوسرے کے خیال میں تم بھوکے رہو گے۔ میں نے پوچھا کہ دوسرے کے خیال میں بھوکے رہنے کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا مگر حقیقت اس وقت کھلی جب کہ میں بھوکا رہا اپنے بال بچوں کے کھلانے کے سلسلے میں (۳)

پہلے زمانے کے انسان اپنے نام کے ساتھ اپنے ذرائع معاش اور پیشوں کا بھی اضافہ کرتے تھے تاکہ عوام و خواص سب کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا کاروبار ہے ہم دوسروں کے محتاج نہیں۔

Marfat.com

انسان کا کن صورتوں میں کمانا ضروری ہے

(۱) ضروریات زندگی:۔ انسان بقدر ضرورت اتنا تو کمائے جس سے کھا کر اپنی کمر سیدھی کر لے اتنا کمانا علماء فرماتے ہیں فرض عین ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنے فرائض جس کا شرعاً اس کو حکم ہے اس کو ادا نہیں کر سکتا اور یہ شریعت کا اصول ہے کہ جس شے پر کسی فرض کی ادائیگی موقوف ہو وہ شے بھی فرض ہو جاتی ہے ضرورت سے زائد کمانا اس پر ضروری نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس کمائی سے وہ اس وقت کو اللہ کی عبادت میں مشغول کر لے۔ من اصبح امناً فی سر به معافی بد نه. عنده قوت یومه فکا نما خیز ت له الدنیا بحذافیر ها. (ترمذی و مشکوٰۃ) ''جسے صبح اپنے گھر پر سکون نصیب ہو صحت و تندرستی بھی ملی ہو اور اس دن کا کھانا اس کے پاس موجود ہو تو گویا کہ کل کائنات اس کے پاس موجود ہے''

(۲) اہل و عیال کے لیے:۔ جس طرح اپنی ذات کے لیے کمانا فرض ہے اس کے بعد اسی طرح اپنے اہل و عیال یعنی بیوی بچوں کے لیے بھی کمانا فرض ہے۔ ﴿اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ وَلَا تُضَآرُّوۡهُنَّ لِتُضَيِّقُوۡا عَلَيۡهِنَّ﴾ (۶۵:۶) ''جہاں تم رہتے ہو ان عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق رہنے کے لیے مکان دو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو''

(۳) والدین کے لیے:۔ اگر بوڑھے حاجت مند والدین بھی موجود ہوں تو ان کا کوئی دوسرا سہارا نہ ہو تو اب ان کی ضرورت کو بھی پورا کرنے کے لیے کمانا فرض ہوگا۔

(۴) قریبی رشتہ داروں کے لیے:۔ وہ رشتہ دار جن سے شریعت نے صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا ہے ان کی بھی ضروریات کو پورا کرنا فرض تو نہیں مستحب ہے ہاں فرض کی صورت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایسے رشتہ دار جس کے ساتھ شریعت نے صلہ رحمی کا حکم فرمایا ہے اور وہ عورت یا بچہ ہو اور ان کے گزارہ کا کوئی سامان نہیں اور وہ کمانے پر بھی قادر نہیں ہیں تو ان کا نفقہ ان کے قریبی رشتہ داروں پر فرض ہے اگر ایک ہی درجے کے کئی رشتہ دار ہوں اور صاحب وسعت بھی ہو تو خرچ سب پر تقسیم کر کے ان کا گزارہ نفقہ دیا جائے گا۔ (تفسیر مظہری)

Marfat.com

(۵) ضروریات سے زائد کمانا:۔ ان چاروں صورتوں کے علاوہ کمانا انسان پر ضروری نہیں اس صورت میں چاہے عبادت میں مشغول ہو جائے یا عبادات کا خیال رکھتے ہوئے مال جمع کرے دونوں ہی صورتیں جائز اور مباح ہے سلف صالحین میں دونوں کی مثالیں موجود ہیں۔

کسب حلال کیوں ضروری ہے؟

اسلامی معیشت کے اہم ترین اصول میں سے یہ ہے کہ انسان حلال مال کمائے اور حلال ہی کو کھائے حرام کے لقمے سے بھی اپنے آپ کو بچائے۔

﴿وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلاً طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ (۵:۸۸)

''اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے طیب اور حلال رزق میں سے کھاؤ اور اسی سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو''

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (۲:۱۶۹) ''اے انسانو! زمین کی اشیاء میں سے جو حلال اور پاکیزہ ہیں اس کو کھاؤ اور اس بارے میں شیطان کے قدموں پر مت چلا کرو وہ تمہارے واسطے کھلا دشمن ہے''

﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (۲۳:۵۱)

''اے میرے رسولو! تم پاکیزہ اور حلال اشیاء کو کھایا کرو اور نیک اعمال کرتے رہو بے شک میں تمہارے اعمال سے بخوبی آگاہ ہوں''

''سعد رضی اللہ عنہ نے محمد ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی دعا فرما دیجئے کہ جب دعا کروں وہ قبول ہو جائے محمد ﷺ نے فرمایا حلال کھاؤ تاکہ دعا قبول ہو''

''محمد ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے مسافر ایسے ہیں کہ ان کا کھانا اور کپڑا حرام کا ہے پھر ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتے ہیں تو ان کی دعا کیسے قبول ہوگی (مسلم)

انسان تقویٰ کے درجات کو پہنچ نہیں سکتا جب تک کہ مشتبہ رزق سے اپنے آپ کو نہ بچائے اور اگر مشتبہ شے سے نہیں بچتا تو پھر آہستہ آہستہ وہ حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

کسب حلال کے لیے پانچ باتیں

فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں:۔ جو انسان اپنی کمائی کو حلال اور طیب بنانا چاہتا ہو تو وہ پانچ باتوں کا خیال رکھے۔

(۱) اس کمائی میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کے کسی فرض کردہ عبادت میں کوئی کمی نہ کرے۔

(۲) اس کمائی کی وجہ سے کسی مخلوق کو تکلیف نہ دے۔

(۳) اس کمائی سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت مقصود ہو ریاکاری یا خزانہ بنانا مطلوب نہ ہو

(۴) اس کمائی کے لیے اپنے آپ کو ہمت سے زیادہ مشقت میں نہ ڈالے۔

(۵) رزق کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور اس کسب کو محض ایک سبب اور ذریعہ یقین کرے۔

(تنبیہ الغافلین (مترجم) ص ۴۸۲)

کسب حرام سے پرہیز کیوں ضروری ہے؟

☆۔ محمد ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی انسان اپنے منہ میں مٹی بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے منہ میں حرام لقمہ ڈالے (فضائل تجارت، ص ۹۱)

حرام مال کے کھانے سے عبادت قبول نہیں ہوتی

☆۔ ایک روایت میں آتا ہے:۔ ایک فرشتہ بیت المقدس میں ہر شب کو اعلان کرتا ہے جو انسان حرام مال کھائے گا اللہ تعالیٰ اس انسان سے فرض قبول فرمائیں گے اور نہ ہی نفل۔ (فضائل تجارت، ص ۹۱)

☆۔ اور جو انسان دس درہم کا کوئی کپڑا خریدے اور اس دس درہم میں ایک درہم حرام کا ہے تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی (مسند احمد)

حرام کمانے والا جہنم میں جائے گا

☆۔ جو انسان حلال و حرام کی پرواہ کئے بغیر کماتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی پرواہ کئے بغیر اسے جس دروازے سے چاہیں گے جہنم میں ڈال دیں گے (کنز العمال)

Marfat.com

حرام مال سے پرورش پانے والا جسم جہنم میں جائے گا

☆ایک روایت میں ہے جو گوشت حرام مال سے پرورش پائے وہ جہنم میں جانے کا زیادہ مستحق ہے

حرام مال کا صدقہ بھی قبول نہیں ہوتا

☆ایک روایت میں آتا ہے جو انسان حرام مال کمائے گا اگر اس مال سے وہ صدقہ بھی دے تب بھی قبول نہ ہوگا اور اگر چھوڑ کر مرے دوزخ کے دروازے تک کا اس نے توشہ چھوڑا ہے۔
(ابن حبان، مشکوۃ وکذا صحیح)

حرام مال کے کھانے سے نماز بھی قبول نہیں ہوتی

☆۔اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انسان اتنی نماز پڑھے کہ کمر جھک جائے اور روزہ اتنے رکھے کہ بال کی طرح دبلا ہو جائے مگر حرام کھانے سے پرہیز نہ کرے تو اس کا یہ نماز اور روزہ کچھ بھی اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگا۔

☆۔اسی طرح سفیان ثوری فرماتے ہیں جو انسان حرام کے مال میں سے صدقہ دیتا ہے اس کی مثال اس انسان کی سی ہے جو ناپاک کپڑے کو پیشاب سے دھوئے۔

☆۔عبداللہ بن مبارک کا ارشاد گرامی ہے کہ شبہ کی وجہ سے میں ایک درہم واپس کر دوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ایک لاکھ اور ایک سو درہم صدقہ کروں۔

حرام کمائی نیک اعمال کو بھی ضائع کر دیتی ہے

☆ایک روایت میں آتا ہے کہ محمد ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ ایسے انسان لائے جائیں گے جن کے ساتھ تہامہ پہاڑ جتنی نیکیاں ہوں گی مگر اللہ کے دربار میں انہیں کوئی حیثیت نہ ملے گی اور پھر اس انسان کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول ﷺ یہ کیسے ہوگا؟ محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ انسان نمازیں پڑھتے ہوں مگر ان کے باوجود جب کوئی ذرا حرام مال سامنے آیا اس کو بے دریغ لے لیتے تھے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے نامہ اعمال کو ضائع کر دیں گے'' (۴)

الا الدین والدنیا کمیزان تاجر　　اذا انحط منه کفة علت الا خری

خبردار، دین اور دولت (دنیا) ترازو کے دو پلڑوں کی طرح ہیں جب ایک نیچے ہو جائے تو دوسرا

بلند ہو جاتا ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے سخت بھوک کی حالت میں غلام کے پاس دودھ تھا اس کو پی لیا پھر معلوم ہوا کہ یہ دودھ تو اس نے ناجائز طور سے حاصل کیا تھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حلق میں انگلی ڈال کر اس کو قے کر دیا (۵)

کسب حرام سے پرہیز نہ کرنے پر اکابرین کے اقوال

یوسف بن اسباط فرماتے ہیں کہ کوئی جوان جب عبادت گزار بن جاتا ہے تو شیطان اپنے مددگاروں سے کہتا ہے کہ دیکھ اس کی خوراک کہاں سے آتی ہے اگر اس کا کھانا پینا ناجائز طریقہ سے ہو تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ اس کو چھوڑ دو کہ اپنے نفس کو عبادت میں تھکا تا رہے تمہیں اس کے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں اس کی یہ عبادت حرام کا استعمال کرتے ہوئے نفع نہ دے گی۔ (۶)

وہب بن الورد فرماتے ہیں کہ تم نماز میں ستون کی طرح کھڑے رہو تمہیں یہ کچھ نفع نہ دے گی جب تک کہ تم یہ تحقیق نہ کر لو کہ تمہارے پیٹ میں جو جا رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں جو انسان حرام مال نیک کام میں خرچ کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی انسان اپنا ناپاک کپڑا پیشاب سے پاک کرے حالانکہ ناپاک کپڑے کو پانی ہی پاک کر سکتا ہے اسی طرح گناہ کو حلال مال ہی مٹا سکتا ہے۔

بعض برائیاں بعض اعمال کو ضائع کر دیتی ہیں

فقیہ ابواللیث نے کہا محمد ﷺ نے فرمایا:۔

بندہ جو بھی حرام مال کماتا ہے پھر اس کو صدقہ کرتا ہے تو اس پر اس کو ثواب نہیں ملتا۔

(۲) حرام مال کی کمائی سے برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

(۳) اگر اپنے پیچھے چھوڑ کر جاتا ہے تو یہ مال اس کے لیے جہنم کا توشہ بنتا ہے

(۴) اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتے ہیں۔ (۷)

ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم میں سے ایک انسان

Marfat.com

رسی لے اور پہاڑ پر جا کر لکڑیاں کاٹے اور پیٹھ پر لاد کر اس کو فروخت کرے اس سے بہتر ہے کہ وہ انسان اپنے منہ میں ایسا لقمہ دے جس کو اللہ نے حرام کیا ہو۔(۸)

اس سلسلہ میں اشرف علی تھانوی تحریر فرماتے ہیں کہ حرام کما کر اگر صدقہ کرے تو قبول نہ ہوگا اور خاک بھی ثواب نہ ملے گا بلکہ بعض علماء نے کہا کہ حرام مال خیرات کر کے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے وہ فقیر جسے مال دیا گیا ہے اور وہ باوجود جاننے کے خیرات دینے والے کو دعاء دے تو وہ بھی ان علماء کے قول کے مطابق کافر ہو جائے گا اور اگر ایسا کسی اور خرچ میں لایا جائے تو بھی کچھ برکت نہ ہوگی اور اگر اپنے بعد ایسا مال چھوڑے گا تو اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا۔۔۔۔ غرض حرام میں بجز ضرر کے نفع نہیں۔(۹)

ساری کائنات کا رزاق حقیقی کون؟

ہر انسان کو اس پر یقین رکھنا فرض ہے کہ سارا رزق اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے وہی سب کو روزی دیتا ہے اور یہ روزی دینا انسان کی محنت ومزدوری پر موقوف نہیں ہے بہت سی مخلوقات ایسی ہیں کہ جن کے پاس اسباب معیشت کچھ بھی نہیں ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو وقت پر روزی پہنچاتا ہے۔

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (۶:۱۱) ''زمین پر چلنے والی ساری مخلوق کی روزی اللہ کے ذمہ ہے اور وہ جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا، سوتا اور سب کچھ کھلی کتاب لوح محفوظ میں موجود ہے''

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (۲۴:۳۴) ''محمد ﷺ ان انسانوں سے پوچھئے کہ تم کو آسمانوں اور زمین سے کون روزی دیتا ہے محمد ﷺ بتا دیجئے مجھے اللہ ہی روزی دیتا ہے اور تم میں سے کوئی ہدایت پر ہے یا کھلی گمراہی میں''

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ (۳۱:۱۰) ''محمد ﷺ ان سے فرمایئے کہ تم کو آسمان اور زمین میں سے رزق کون دیتا ہے؟ تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ بے جان سے جان دار اور جاندار سے بے جان کون

تخلیق کرتا ہے؟ اور پوری کائنات کا نظام کون چلاتا ہے؟ وہ فوراً کہہ دیں گے اللہ پس تم ان سے کہو پھر تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے ہو"

﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (۲۹:۶۰) "بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ ہی ان کو اور تم کو بھی روزی پہنچاتا ہے وہ سب کی سنتا اور جانتا ہے"

(۵) ﴿له مقاليد السموات والارض يبسط الرزق لمن يشآء و يقدر انه بكل شیء علیم﴾ "آسمان اور زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں اس کی ملکیت میں ہیں جس کے لیے چاہتا ہے رزق کی وسعت اور فراخی پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ہر شے کا علم ہے"

(۶) ﴿ام عندهم خزائن رحمة ربک العزیز الوهاب﴾ (۳۸:۹۰)

"کیا ان کے پاس تمہارے رب کی رحمتوں کے خزانے ہیں جو زبردست بخشنے والا ہے"

بغیر کمائے متوکل بننے سے بھی اللہ رزق دیتا ہے ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ (۶۵:۳) "جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی راستہ نکال دیتا ہے اور اس کو رزق دیتا ہے ایسی جگہ سے جہاں اس کو خیال و گمان بھی نہ ہو اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے تحقیق اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے لیے اندازہ کر رکھا ہے"

لوانکم تتوکلون علی الله حق توکله لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصاً و تروح بطاناً (ترمذی) "اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح روزی دے گا جیسے وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے وہ صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پرہو کر واپس لوٹتے ہیں"

بغیر کمائے نماز پڑھنے اور انسانوں کو نماز پڑھنے کی دعوت دینے پر بھی روزی ملتی ہے

(۸) ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ و

Marfat.com

الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی﴾ (۲۰:۱۳۲) ''اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے معاش تو ہم آپ کو دیں گے اور بہتر انجام تو متقین کا ہے''

بغیر کمائے تقویٰ اختیار کرنے سے بھی اللہ روزی عطا کرتا ہے

(۹) ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (۳:۳۷)

''جب کبھی زکریا علیہ السلام مریم علیہا السلام کے حجرے میں جاتے تو ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء رکھی ہوئی پاتے پھر تعجب سے پوچھتے یہ تمہیں کہاں سے ملتا ہے مریم علیہا السلام اس کے جواب میں کہتیں یہ روزی اللہ کی طرف سے ملتی ہے اور اللہ جس کو چاہے بلا حساب رزق دیتا ہے''

بغیر کمائے استغفار کا اہتمام کرنے سے بھی روزی ملتی ہے

(۱۰) فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا. يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا. وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (۷۱:۱۰-۱۲)

''نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے رب سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بخشنے والا ہے کثرت سے تم پر وہ بارش برسائے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لیے باغ لگا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بہا دے گا''

بہر حال اگر انسان اللہ کو اپنا رزاق یقین کر لے اور اسی پر بھروسہ اور توکل کرے تو اللہ کبھی اسے بھوکا نہیں رکھتے اور نہ ہی اسے مایوس کرتے ہیں اور ہر ایک کو اس کا رزق پہنچ کر ہی رہتا ہے

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی　　　مجھے بتا! تو سہی اور کافری کیا ہے

ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں تھا میں تین دن تک ایک فقیر کو دیکھتا رہا جو بالکل خاموش رہتا تھا ان تین دنوں میں نہ اس نے کچھ کھایا نہ پیا میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا دل کھانے کے لیے کسی شے کو چاہتا ہے اس نے کہا روٹی اور کباب ابراہیم خواص فرماتے ہیں میں مسجد سے نکلا تاکہ اس فقیر کے لیے روٹی اور کباب خرید لاؤں مگر سارا دن پھرتا رہا مجھے یہ اشیاء کہیں نہ ملیں میں مایوس

کی حالت میں واپس آ گیا۔

فرماتے ہیں کہ رات کو کسی نے دروازے پر دستک دی میں نے دروازہ کھولا تو ایک انسان گرم گرم روٹی اور کباب ہاتھ میں لیے کھڑا ہے اس نے مجھ سے کہا کہ کباب اور روٹی لے لو میں نے کہا کہ بھائی یہ اشیاء کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا کہ آج ہمارے گھر میں بعض امور کی وجہ سے جھگڑا ہو گیا اہل خانہ نے قسم کھائی کہ یہ سارا کھانا مسجد میں دے دیں گے ابراہیم خواص کہتے ہیں کہ میں نے کہا۔

الٰھی! اذا کنت ترید ان تطعمه فلم اتعبتنی طول النهار

''اے اللہ جب آپ نے اس فقیر کو کھانا کھلانا ہی تھا تو پھر سارا دن مجھے کیوں تھکا دیا''

کسب حلال سے پہلے اس کے مسائل کا سیکھنا ضروری ہے

امام غزالی فرماتے ہیں:۔

''خرید و فروخت سے مال کمانے سے پہلے اس کے مسائل کا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے جو اس مشغلہ میں لگے کیونکہ علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے تو جس میں جو مشغول ہونا چاہتا ہے اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اشیاء جو معاملات کو فاسد کرتی ہیں وہ اس سے واقف ہو جائے اور جو معاملات کو مفاسد کرنے والے امور کو اجمالی طور پر بھی نہیں جانتا تو پھر وہ کیسے سوال کرے گا اور جو یہ کہے کہ جب کوئی واقعہ پیش آئے گا تو اس وقت مسائل معلوم کرلوں گا تو اسے کہا جائے گا کہ جب تک اجمالی طور پر معاملات کو فاسد کرنے والی اشیاء کو نہ جانتا ہو گا تو اسے کیسے معلوم ہو گا کہ یہ غلط ہے یا صحیح وہ تو برابر تجارت کرتا ہی رہے گا اور اس کو صحیح سمجھتا رہے گا خلاصہ یہ ہوا کہ تجارت کرنے سے پہلے اس قدر جاننا ضروری ہو گا جس سے جائز اور ناجائز میں تمیز ہو جائے''(۱۰)

اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم ''کہ علم کا سیکھنا ہر مسلمان پر ضروری ہے'' اس کی وضاحت میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ علم کی دو قسم ہیں (۱) فرض عین (۲) فرض کفایہ۔ فرض عین تو وہ علم ہے جس میں مشغولیت اور واسطہ پڑتا ہو اور جس سے واسطہ اور مشغولیت نہیں تو اس کا علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہو گا۔

کسب حلال کے شرعی اصول وضوابط

ایک طرف ان اصولوں کی پابندی کرنے سے تجارت جائز ہو جاتی ہے دوسری طرف عادلانہ منصفانہ تجارت وجود میں آتی ہے جس سے عوام کو ہر شے مناسب داموں مل سکتی ہے اس طرح کرنے سے ہمارا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔

پہلا اصول: جس تجارت میں دھوکہ دہی اور فریب کاری ہو یا جہالت ہو یہ اصول اس حدیث سے ہے جس میں آتا ہے۔ نھیٰ رسول اللہ ﷺ عن بیع الغرر (بخاری ومسلم) ''محمد ﷺ نے جس تجارت میں دھوکہ ہو اس سے منع فرمایا ہے'' اس اصول کے بہت سے مسائل سامنے آئیں گے مثلاً

(۱) اندرون ملک کی اشیاء کو بیرون ملک کی کمپنیوں کی مہر لگا کر فروخت کرنا

(۲) ادنیٰ کوالٹی کی شے کو اعلیٰ کوالٹی کی شے ظاہر کر کے اس کو فروخت کرنا

(۳) ایک شے کے بجائے گاہک کی ناواقفیت سے اس کو دوسری شے دے دینا

(۴) عیب دار شے کو بغیر بتائے صحیح قیمت میں فروخت کرنا

(۵) جانور کے پیٹ کے بچہ کو فروخت کرنا کیونکہ معلوم نہیں کہ بچہ بھی ہے یا نہیں ہونے کے بعد وہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں (اس قسم کی سینکڑوں مثالیں اس اصول کے تحت آتی ہیں) ان سب میں دھوکہ اور جہالت ہے اس لیے ناجائز ہیں۔

دوسرا اصول: جس شے کو فروخت کیا جا رہا ہے وہ شریعت کی نگاہ میں مال تجارت بھی ہو مثلاً شراب، خنزیر، حرام شے شریعت میں یہ جائز نہیں ان سب کو بیچنا جائز نہیں ہوگا۔

تیسرا اصول: جو شے اپنی ملکیت میں نہیں ہے شریعت میں اس کو فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے اس کی مثال اس طرح ہے۔ کسی دوکان دار کے پاس گاہک آتا ہے یا ٹیلیفون کے ذریعہ اس دوکاندار کو کپڑے کے تھان اور وہ فلاں مل کے فلاں رنگ کا آرڈر دے جاتا ہے اس نوعیت کا کپڑا اس دوکاندار کے پاس موجود نہیں وہ اس سے سودا طے کر لیتا ہے اور وقت بھی طے کر لیتا ہے پھر وہ دوکاندار اس قسم کے کپڑے کو دوسرے سے خرید کر اس کے حوالہ کر دیتا ہے تو یہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ مال اس دوکاندار

کے قبضہ میں نہیں تھا اس نے بغیر قبضہ کے دوسرے کو کیسے فروخت کر دیا اس میں بھی دھوکہ ہو سکتا ہے کہ مال کسی حادثہ میں ضائع ہو جائے تو وہ دوکاندار کا نقصان اور مال وقت پر نہ ملے تو خریدار کے نقصان کا خطرہ ہے۔

دوسرا یہ کہ اس فروخت کرنے میں سود در سود کمایا جا سکتا ہے کہ مال قبضہ میں نہیں اس کو سود لے کر فروخت کر دیا پھر دوسرے نے مزید اس کو سود لے کر فروخت کر دیا اور پھر یہی معاملہ تیسرا، چوتھا پانچواں فرد بھی کرتا ہے اور ابھی تک مال کسی کے قبضہ میں نہیں آیا۔

چوتھا اصول: جھوٹ بول کر اشیاء کو فروخت کرنا اس طرح مال کو لینا جائز نہیں ہوگا۔

کوئی دوکاندار گاہک سے کہتا ہے کہ یہ شے میں نے ۱۰۰ روپے کی خریدی ہے اور اس پر گاہک کو اطمینان دلانے کے لیے وہ قسم بھی کھا لیتا ہے حالانکہ اسکی قیمت ۱۰۰ روپے نہیں ہے گاہک اس کی بات پر اعتماد کر کے دوکاندار کی بتائی ہوئی قیمت کے اوپر چند روپے نفع دے کر اس شے کو خرید لیتا ہے اس طرح کی بہت سی مثالیں ہو سکتی ہیں۔

پانچواں اصول: جس تجارت میں سود آجائے تو وہ تجارت ناجائز ہو جاتی ہے جیسا کہ آجکل بازاروں میں پرانے سکوں کا تبادلہ نئے سکوں سے کچھ کمی کے ساتھ کرتے ہیں یہ ناجائز اور سود ہے بالکل برابر ہونا چاہیے۔

چھٹا اصول: جس کاروبار میں جوا آجائے وہ کاروبار بھی حرام ہو جاتا ہے۔

ساتواں اصول: میٹر، ناپ، تول وغیرہ میں کمی بیشی کرنا مثلاً: ٹیکسی و رکشہ میں غلط میٹر لگا کر زائد پیسے وصول کرنا یہ آمدنی بھی حرام ہے۔

آٹھواں اصول: ذخیرہ اندوزی کرنا۔

نواں اصول: ایک معاملہ پر دوسرا معاملہ کرنا

دسواں اصول: حقوق مشترکہ کو فروخت کرنا مثلاً قدرتی نہر کا پانی یا سمندر کا پانی جس میں سب کا ہی

Marfat.com

حق ہے اس کو کوئی قبضہ کر کے فروخت کرے یہ بھی جائز نہ ہوگا۔

(یہ تمام اصول اسلام میں معیشت کے بنیادی اصول سے ماخوذ ہیں)

رزق حلال کی فضیلت

یاایھا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم۔ ''اے ایمان والو! اپنی پاک کمائی سے خرچ کرو'' اس آیت سے معلوم ہوا کہ کمائی پاک بھی ہوتی ہے اور ناپاک بھی۔

☆ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم باخذیه الا ان تغمضوا ''نکمی اور ناپاک شے خرچ کرنے کا ارادہ بھی مت کرو حالانکہ تم خود اس کو قبول نہیں کرو گے مگر یہ کہ چشم پوشی کرو''

﴿یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ (۵۱:۲۳)

''ہم نے تمام رسولوں کو حکم دیا کہ بقاء حیات کے لیے طیب رزق استعمال کرتے رہو ان نعمتوں کے استعمال کے بعد جو تمہارے اندر ایک قوت پیدا ہوگی اس قوت کے ذریعے صالح اعمال کرتے رہو''

اس سے معلوم ہوا کہ کسب حلال اعمال پر مقدم ہے اور صلاح وتقویٰ کا پیدا ہونا اکل حلال کا نتیجہ ہے حلال کھانے سے انسان کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔

☆محمد ﷺ نے فرمایا بعض انسان طالب علم اور کار خیر کے لیے طویل سفر کرتے ہیں۔ پراگندہ حال غبار آلودہ دعا کرتے ہیں ان کی دعاء کیسے قبول ہوگی؟ ان کی دعاء قبول نہیں ہوتی جب کہ ان کا کھانا حرام، لباس اور غذا حرام کا ہے۔ (مسلم)

☆لا یدخل الجنة لحم نبت من السحت و کل لحم نبت من السحت فالنار اولیٰ به ''وہ گوشت جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جو حرام سے پرورش پایا ہے اور وہ گوشت جو حرام سے پرورش پایا ہوا آگ ہی اس کے لیے مناسب ہے۔ (مشکوٰۃ)

☆ حلال روزی کا تلاش کرنا فرائض کے بعد فرض ہے اور ارشاد فرمایا جو انسان اپنی اولاد یا والدین یا اپنے نفس کے لیے حلال روزی کماتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔ (ترغیب)

Marfat.com

☆ جوانسان بیواؤں اور مسکینوں کے لیے سعی کرتا ہے اس کا اجر اس انسان کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور رات کو نوافل میں قیام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے (ترمذی)

☆ جس نے حلال روزی کماتے ہوئے یا دست کاری کی مشقت میں شام کی وہ مغفور ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کی خطاء قصور اور لغزشوں کو معاف فرمادے گا (کنزالاعمال)

☆ اللہ تعالیٰ اس انسان کو دوست رکھتا ہے جو مومن ہو اور حلال روزی کماتا ہو۔

☆ محمد ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی:۔ یا سعد اطب مطعمک تکن مستجاب الدعوۃ (ترغیب) ''اے سعد حلال کھانے کی عادت بناؤ مستجاب الدعوا بن جاؤ گے''

رزق حلال کی یہ برکت ہوگی کہ تم جو دعا نگو گے وہ قبول ہوگی اور اکل حرام کی نحوستوں میں سے ایک نحوست یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی۔

کسب مال حلال کے مراتب اور درجات

اکل حلال کے بھی مختلف مرتبے اور درجے ہیں جو ایک دوسرے پر فائق ہیں۔

ا۔ ہاتھ کی کمائی:۔ ☆ ما اکل احد طعاماً خیر من ان یاکل عمل یدہ (بخاری)

''کوئی کھانا ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہیں ہے'' ہاتھ سے محنت مشقت کر کے جو کمائی حاصل ہوگی وہ سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعثت سے قبل محمد ﷺ بکریاں چرایا کرتے تھے جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے اور اکثر انبیاء کرام علیھم السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

داؤد علیہ السلام زرہ (جنگی لباس) بناتے تھے اور زکریا علیہ السلام نجاری (بڑھئی) کا کام کرتے تھے۔ التاجر الصدوق الامین مع النبین والصدیقین والشھداء یوم القیامۃ (ترمذی) ''جو تاجر اپنے کاروبار میں صداقت اور دیانتداری سے کام لیتا ہے وہ آخرت میں انبیاء، صدیقوں اور شہیدوں کی جماعت میں داخل ہوگا''

☆ التاجر فاجر الامن اخذا الحق و اعطاہ

Marfat.com

''ہر تاجر گنہگار ہے مگر وہ تاجر گنہگار نہیں جس نے اپنا بھی حق لیا اور دوسرے کا بھی حق دیا (کنزالاعمال)

مطلب یہ ہے کہ جس نے تجارت میں سچائی اور امانت داری کو اختیار کیا اس کی کمائی حلال اور پاکیزہ ہے جس نے جھوٹ بولا جھوٹی قسمیں کھا کر دھوکہ فریب سے کام لیتے ہوئے تجارت کی اس کی کمائی مشکوک یا حرام ہے

☆ بدترین کمانے والا وہ انسان ہے جو مانگ کر کھائے اگرچہ جائز طریقہ سے ہی دست دراز کیا ہو

☆فمن اخذه بطيب نفس بورک له فيه و من اخذ با شراف نفس لم يبارک له فيه وكان كالذى ياكل ولا يشبع (بخاری) ''جس نے اس مال کو خوش دلی کے ساتھ حاصل کیا اسے برکت دی گئی ہاور جس نے مال کو ذلت نفس سے حاصل کیا اسے برکت نہیں ملتی وہ اس انسان کی طرح ہے جو کھانا کھائے لیکن اس کا پیٹ نہ بھرے'' یعنی مال ہوتے ہوئے بھی مزید حرص کی وجہ سے پریشان رہے گا اس کو قناعت حاصل نہیں ہوگی۔

☆ اليد العليا خير من يد السفلىٰ.

''دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے''

یہی وجہ ہے سلف صالحین نے حسن معاملات کو عبادت پر مقدم رکھا ہے۔

حلال وحرام پاک وناپاک اشیاء

ہر وہ شے نجس ہے جس کی ناپاکی پر شرعی دلیل قائم ہو جیسے خون، شراب، خنزیر، پیشاب پاخانہ مردار، ان اشیاء کو خریدنے سے ملک ثابت نہیں ہوتی اور ان کو فروخت کر کے نفع کمانا بھی جائز نہیں مگر یہ کہ ماہیت بدل جائے، جیسے شراب سرکہ بن جائے، مردار نمک ہو جائے سرگین راکھ ہو جائے۔

☆ اللہ تعالیٰ اور اس رسول ﷺ نے شراب، مردار اور خنزیر اور بتوں کا بیچنا حرام کر دیا ہے تو محمد ﷺ سے عرض کیا گیا اے رسول اللہ ﷺ یہ تو فرمایئے کہ مردار کی چربی کا کیا حکم ہے کہ اس سے کشتیاں اور چمڑے چکنے کیے جاتے ہیں اور چراغ جلائے جاتے ہیں ارشاد فرمایا نہیں وہ حرام ہے اللہ تعالیٰ یہود کو

Marfat.com

ہلاک کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی تو حرام کی تو اسے پگھلا کر بیچا اس کی قیمت کھائی۔

ناپاک اشیاء کسی پاک شے کی تابع ہو جائے جیسے خون اور پیشاب وغیرہ جو کسی کپڑے وغیرہ لگا ہو یہ بک سکتا ہے استعمال بھی جائز ہے البتہ اس کو زائل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: تیل میں کوئی ناپاک شے مل جائے اور تیل کی مقدار ناپاکی سے زیادہ ہو تو اس کا بیچنا جائز ہے (حج) مسجد کے علاوہ دوسری جگہ چراغ جلانا جائز ہے (عالمگیری)

مسئلہ: جس نشہ والی شے میں بذاتہ سیلان ہو، جیسے شراب یا تاڑی وہ ناپاک بھی ہے اور حرام بھی اور اگر ذاتی سیلان نہ ہو تو وہ ناپاک نہیں ہے اگرچہ اس میں تصرف کر کے سیال بنالیں جیسے بھنگ اور افیون یہ حرام ہیں ناپاک نہیں ہے حرمت کے ساتھ سیلان کو نجاست میں دخل ہے جیسا کہ بہتا ہوا خون ناپاک قرار پایا۔

مسئلہ:۔ نشہ آور بہنے والی شے کو دوسری کسی شے میں ملا کر غیر سیال بنالی جائے جیسے تاڑی جو سکٹ یا نان پاؤ میں خمیر کی جاتی ہے ناپاک ہی رہے گی اور جس میں ملائی گئی اسے بھی ناپاک کر دے گی پکانا نہ مفید طہارت ہے نہ دلیل حرمت (حرام شے پکا لینے سے حلال نہ ہوگی اسی طرح ناپاک شے پکا لینے سے پاک نہ ہوگی)

مسئلہ:۔ صرف خشک گوبر (سرگین) اگر مٹی ملی ہوئی ہے تو تبعاً ورنہ ضرورت کی وجہ سے اسلاف کے تعامل کی وجہ سے جائز ہے اور پانس (کھاد) بھی بحکم ضرورت بک سکتی ہے (جامع الصغیر) اس پر خون وغیرہ کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ تعامل امر غیر معقول ہے جو قابل قیاس نہیں ہے لہذا خون کا بیچنا حرام ہے۔ پاک شے جس کی نجاست پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو یہ حلال بھی ہے حرام بھی۔

حرام کی چار اقسام

۱۔ حرمت خاصہ:۔ صرف بعض کے حق میں حرام ہو۔ جیسے صدقات واجبہ اغنیاء وغیرہ یا چاندی سونے کا زیور ریشمی لباس جو خاص مردوں کے لیے حرام ہے باقی منافع ان کے لیے حلال ہے۔

Marfat.com

۲۔حرمت وصفی :۔ بذاتہ حلال ہو مگر کسی وصف خبیث کی وجہ سے حرمت آ گئی ۔ جس وقت وہ وصف خبیث جاتا رہا حرمت بھی چلی جائے گی جیسے بھنگ افیون بعلت فتور عقل لہو وطرب کے لیے پینا حرام ہے اور علاج کی ضرورت سے حلال ہے۔

مسئلہ :۔ ایسی اشیاء کا استعمال جو موجب سکر ہوں بیماری کی حالت میں بطور دوا جائز ہے بشرطیکہ اس کی عادت نہ بنالی جائے اور قصداً بھی نہ ہو۔ بلکہ صرف مجبوری کی حالت میں ہو ورنہ ہر شے نفع کے لیے حیلے سے دوا بن سکتی ہے اور زہر کی وہ مقدار جو مہلک ہو حرام ہے مگر ناپاک نہیں اور جو مقدار مہلک نہ ہو اس کا استعمال جائز ہے۔

۳۔حرمت اصلی :۔ جس میں حرمت کی تینوں قسمیں نہ پائی جائیں جیسے ہڈی اور حرام جانوروں کا گوشت جب کہ ذبح شرعی سے پاک ہو جائے کھانے کے سوا دوسرے استعمال میں لانا جائز ہے۔

۴۔حرمت عارضی :۔ یہ وہ خبث ہے جو مخالفت شرعی سے قائم ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

حرمت عارضی کی دو اقسام

حرام مملوک :۔ لین دین میں جو قوانین ہیں ان کی مخالفت سے جو حرمت آ جاتی ہے جیسے بیوع اور اجارات فاسدہ کے معاوضے ان میں بخوشی قبضہ پائے جانے سے ملک حاصل ہو جاتی ہے مگر ہر ایک کے ذمہ واجب ہے کہ مبیع اور ثمن کو واپس کر دے۔ (ہدایہ)

مسئلہ :۔ ایسے مال جس شے کے عوض لیے گئے تھے اگر وہ شے ہلاک ہو جائے یا قابل رد نہ رہے یا مالک معلوم نہ ہو یا اس کا نشان نہ ملے اس تک پہنچنا دشوار ہو یا واپسی پر رضامند نہ ہو اور کوئی قاضی بھی نہیں جو اس کو مجبور کرے تو اس مال کو فروخت کر کے اصلی قیمت لے لے اور جو نفع ملے اس کو صدقہ کر دے (ہدایہ

مسئلہ :۔ اس قسم کی حرمت متعدی نہیں ہوتی (درمختار) پس ایسی مال کو مفت یا قیمت دے کر لینا جائز ہے مگر ایک گونہ کراہت کے ساتھ (شامی)

Marfat.com

مسئلہ:۔ وارث بیوی بچوں کے لیے جائز ہے کہ ایسے مال سے اپنا حق وصول کریں (الاشباہ)

۱۔حرام غیر مملوک:۔ وہ مال ہے جس پر ناجائز قبضہ کرلیا جائے اس کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔حق اللہ:۔ جیسے زکوٰۃ، عشر نذر اور مسجد وغیرہ کے مال

۲۔حق العبد:۔ جیسے چوری، غصب، رشوت، سود، قمار (جوا) زنا کی اجرت وغیرہ

۳۔حقوق مشترکہ:۔ وہ مال جس سے بہت سے انسانوں کا حق متعلق ہو جیسے اوقاف، مدارس بیت المال کے اموال بیوع باطلہ اور اجارہ باطلہ کے عوض یہ قسم دوسرے حراموں اور نجسوں سے زیادہ خبیث تر ہے۔

حرام مال میں گناہ کے اسباب

حرام غیر مملوک سے کئی طرح کے گناہ لازم آتے ہیں

۱۔ مالک کی حق تلفی جیسے سود اور چوری میں

۲۔حرام پر قبضہ کرنے اور اس سے نفع کمانے کا مواخذہ

۳۔اگر اس مال حرام کو کسی اور شے کے عوض میں دیا تو ایسے ناجائز طریقہ سے برأت کا فائدہ حاصل کرنا یعنی جب کسی سے مال خریدیں گے تو گلوخلاصی تب ہوگی کہ جب قیمت ادا کردیں گے تو یہ ناجائز روپے دے کر جان بچائی کہ قاضی کے یہاں روپیہ ادا نہ کرنے کا مقدمہ دائر نہ ہوا اس طرح ناجائز طریقہ پر برأت حاصل کریں۔

۴۔اگر یہ ناجائز مال کسی کو مفت دے دیا تو یہ احسان حصول ثواب کی ناجائز امید ہے۔

۵۔ لینے والا کوئی مسلمان ہے تو اسے بھی بلاء و مصیبت میں مبتلا کرنا ہے۔

۶۔اگر اسے معلوم نہیں تو دھوکہ دہی کا وبال ہے۔

۷۔اگر اس مال سے کوئی کام یا مال حاصل کیا تو ایسا بیجا تصرف اور نفع حاصل کرنے کا گناہ ہے۔

Marfat.com

۸۔ اگر کسی کارِ خیر میں لگایا جیسے مساجد یا مدارس یا فقراء مساکین پر صدقہ کرنا تو ایسی ناپاک اور حرام شے کا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کی گستاخی پر وعید ہوگی۔

حرام غیر مملوک کا حکم

۱۔ ان مالوں کی حرمت متعدی ہے نہ ہاتھ کے بدلنے سے پاک ہوگی نہ ہی میراث سے حلال ہوگی پس ایسے مال کو نہ خود کھائے اور نہ ہی کسی کو کھلائے

۲۔ نہ ان مالوں کا مفت لینا جائز ہے نہ کسی شے کے عوض میں وصول کرنے مباح ہے نہ میراث پر قبضہ اور تصرف حلال ہے۔

۳۔ ان مالوں پر زکوۃ بھی واجب نہیں، صدقہ کرنا بھی جائز نہیں اور صدقہ پر ثواب بھی ثابت نہیں۔

۴۔ جہاں تک ہو سکے جن کے مال ہیں انہیں کو واپس کر دیئے جائیں یا منت سماجت کر کے یا کوئی معاوضہ دے کر ان سے معاف کرا لئے جائیں اور جب ایسا ممکن نہ ہو اور اس کے مالک نہ مل سکیں یا پہچانے نہ جائیں تو حق دار کے حق کو ادا کرنے کی نیت سے مستحق فقراء کو دے دیئے جائیں اور ہرگز ثواب کی نیت نہ کی جائے ورنہ کمال گستاخی سے کفر کا خوف ہے۔

۵۔ فقراء کو بحالت مجبوری لینا جائز ہے۔

۶۔ جس مال کی حرمت و نجاست اصلی نہ بلکہ طریق وصول میں خلاف ورزی سے حرمت کا حکم دیا گیا ہو اور وہ بعض کے حق میں ممنوع نہ سمجھا گیا ہو تو اس انسان سے مفت یا کسی شے کے عوض میں لینا جائز ہے جیسے صدقہ جو فقراء پر تو حلال ہے اغنیاء وغیرہ پر حرام ہے۔

حرام غیر مملوک پاک مال سے مخلوط ہو جائے

اس کی چار صورتیں ہیں:۔

۱۔ حلال کو حرام سے آسانی کے ساتھ جدا کیا جا سکے۔ جیسے سو روپے سودی قرض دے کر ایک سو دس

Marfat.com

روپے حاصل کئے اب دس روپے کو علیحدہ کر دے تو سو حلال اور روپیوں میں نہ تعین ہے نہ امتیاز جو چاہے دے۔

۲۔ قیمت ادا کر کے حرام سے علیحدگی ہو سکتی ہے جیسے سو روپے میں ایک مکان بیع کے طور پر خریدا اس سے فائدہ نہ اٹھائے بلکہ اس کو فروخت کر دے اگر کچھ نفع ملے اس کو صدقہ کر دے اور اصلی رقم اپنے پاس رکھ لے اگر کچھ نقصان ہو تو اس کو برداشت کر لے اگر کسی کو سو روپے قرض دے کر ایک گھڑی بطور رہن کے رکھ لے سال پورا ہونے کے بعد وہی گھڑی اصل اور سود کے عوض میں لے لے تو اب گھڑی سے فائدہ نہ اٹھائے بلکہ فروخت کر کے سو روپے اصل رقم لے لے اور باقی صدقہ کر دے۔

۳۔ حلال کو حرام سے جدا کرنا مشکل ہو جیسے کسی کے گندم میں جو مل گئے تو بہتر تو یہی ہے کہ چن چن کر علیحدہ کر دیا جائے اور اگر علیحدہ کرنا ممکن نہ ہو جیسے دودھ میں چینی مل گئی اب ملے ہوئے مال کی قیمت لازم ہوگئی وہ قیمت مالک کو دے دے اگر مالک نہ ملے تو خیرات کر دے اگر چہ ایسے خلط کرنے سے گنہگار ہوگا اگر سہوا ہو جائے تو اللہ سے معافی کی امید ہے اور احتیاط ایسے مشتبہات سے بچنے میں ہے۔

۴۔ یقینی طور پر معلوم نہیں کہ اس میں مال خبیث شامل ہے یا نہیں اس کی دو صورتیں ہیں

(ا) اگر حلت کا قرینہ قوی موجود نہ ہو اور بچنا ممکن بھی ہو تو حرام ترجیح دے اور اگر بچنا مشکل ہو اور ابتلا عام ہو تو وہ اعراض کافی ہے کیونکہ مجرد ظن سے حرمت کا ثبوت ظنی اور احتیاطی ہے قطعی اور وجوبی نہیں اور بلوائے عام سے بچنا مشکل ہے۔

حرام مال سے بچنا واجب

حرام مال سے بچنا واجب اور تمام امور پر مقدم ہے۔

﴿یَآ اَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ (۲۳ : ۵۱) اے رسولوں کی جماعت حلال مال کھاؤ اور صالح کام کرو“

Marfat.com

پہلا درجہ حرام قطعی:۔ اس کی نجاست وحرمت کے بارے میں کسی قسم کا کوئی اختلاف واخفاء نہ ہو اور نہ ہی اس کے طریق معرفت میں کوئی تردد ہو جیسے شراب خنزیر وغیرہ جو بالاتفاق ناپاک اور حرام ہیں وہ مال جس کی نسبت قبضہ کرنے والا خود اقرار کرتا ہے یا دو عادل گواہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ مال فلاں حرام طریقہ سے وصول کیا گیا ہے یا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اس طرح کہ زید نے آنکھوں کے سامنے کسی کی بکری کو ذبح کیا یا سود کا روپیہ وصول کیا یا رشورت لی یا کسی سے زبردستی چھین لیا۔ ایسے مال کو نہ خود استعمال کرسکتا ہے نہ کسی کو مفت یا کسی شے کے عوض میں دے سکتا ہے نہ کسی دوسرے انسان کو جسے اس کی حرمت کا یقین ہو گیا ہے مفت یا کسی شے کے عوض میں لینا جائز ہے

دوم حرام مشتبہ:۔ جس کی دلیل یا معرفت میں تردد ہو مثلاً اس کی رحمت کے بارے میں میں علماء مجتہدین مختلف ہیں یا طریق معرفت قطعی نہیں اور اس کے تین درجے ہیں۔

۱۔ موہوم:۔ جب کہ صرف وہم ہی وہم ہو جیسے بازاری افواہ کہ فلاں دواء یا غذا میں شراب یا کوئی نجس یا حرام شے ملی ہوئی ہے۔

۲۔ مشکوک:۔ جس شے کی حلت وحرمت میں دو طرح کی دلیلیں برابر قوت رکھتی ہوں جیسے جھینگا جس کو بعض نے مچھلی سمجھ کر حلال کہا ہے اور بعض نے کیڑا سمجھ کر حرام کہا ہے یا ایسے انسانوں کے مال جس کی کچھ آمدنی حلال اور کچھ حرام ان کی ہر آمدنی پر دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔

۳۔ مظنون:۔ ظن غالب کی وجہ سے کسی شے کو حرام یا نجس قرار دینا جیسے کسی کی ظاہری آمدنی یا زائد آمدنی حرام ہے۔

مشتبہ مال کا حکم

موہوم کی طرف دھیان کرنا صحیح نہیں ہے اور مشکوک اپنی اصل پر محمول ہے اگر وہ شے اصل میں پاک ہے تو شک سے ناپاک نہیں ہو سکتی جیسے گُڑ، چینی یا کپڑا وغیرہ جو اصل میں پاک تھا مگر عارضی

طور پر ناپاکی کا احتمال ہے اب محض شک سے نہ اصلی طہارت زائل ہو سکتی ہے نہ عارضی ناپاکی ثابت ہو سکتی ہے ایسے مشکوک کپڑا اگر دھوبی دھوتا ہے جو عام طور پر کافر یا محض لاشعور ہوتا ہے اب یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ان کا دھونا شرعاً غسل معتبر ہوا یا نہیں کہ جس کے بعد پاکی کا حکم لگایا جا سکے۔

اب چونکہ دھونے میں اصل پاکی کا حاصل ہونا ہے اس لیے وہ کسی شک سے زائل نہیں ہو سکتی لہذا پاکی کا حکم لگایا جائے گا۔

ایسے ہی یہ وہم کہ جانور کو ذبح کرنے والا اقصائی شرعی حکم سے ناواقف ہوتے ہیں یا ذبح کرتے وقت بے احتیاطی کرتے ہیں لہذا یہ وہم کہ جانور صحیح ذبح ہوا یا غلط اب ذبح ہونا ظاہر ہے ذبح میں غلطی کرنا خلاف شرع کرنا موہوم اور مخفی بات ہے اس لیے اس کو حلال ہی کہا جائے گا۔

ایسے چینی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے بنانے میں بعض ناپاک اشیاء سے مدد لیجاتی ہے حالانکہ ان کے طریق اختلاط واستعمال پر نہ معتبر گواہی موجود ہے اور نہ عدم جواز کا علم کافی ہے۔

ایسی انگریزی دوائیں جن میں شراب یا دوسری ناپاک اشیاء کے ملائے جانے پر زور لگایا جاتا ہے مگر اب تک ثابت نہیں کیا جا سکا کہ جس جوہر قوی کو وہ ان اشیاء میں عام طور پر ملایا کرتے ہیں وہ اپنی لغت میں اسے شراب کہتے ہیں آیا وہ شرعاً حد شراب میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں اور میرے نزدیک وہ سم ہے شراب نہیں۔

الحاصل مشکوک بھی واجب الترک نہیں بعض صلحاء امت کا ان کے استعمال سے احتیاط فرمانا صرف اس لیے تھا تاکہ مواقع حرمت سے دور رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی نافہمی اور غفلت سے بھی ہلاک نہ ہوں جیسا کہ ایک محتاط انسان راستہ کے درمیان چلتا ہے اور دریا کے نایاب پانی میں بھی پاؤں نہیں ڈالتا کہ کنارے پر چلنے سے مبادا کہیں پاؤں پھسل کر دوسری جانب چلا جائے تو کون بچا سکے گا یہ مرتبہ کمال تقویٰ ومزید احتیاط کا ہے جن کے اہل وہی انسان ہیں لیکن مظنون یعنی جبکہ حرمت کے وجوہ

Marfat.com

معرفت قوی ہوں اور غالب حالت مقتضی ہو کہ یہ مال حرام طور پر حاصل کیا گیا ہے اس پر علماء سلف نے بہت زور دیا اور بلا توقف اسے صریح حرام کیساتھ ملحق فرمایا ہے۔ کیونکہ احکام فقہی اکثر ظنی ہیں ولا کثر حکم الکل مسلم ہے۔ جب کہ حلال و حرام میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے لہذا ایسے مال کو حرام و ناپاک قرار دے کہ ان سے اجتناب کرنا سلف صالحین کا معمول رہا ہے اور کتابیں ایسے اموال کے استعمال سے ممانعت کے ساتھ بھری ہوئی ہیں۔

مشتبہ مال کے متعلق متاخرین کی رائے

مگر اسی کے ساتھ مصلحت شناس علماء کرام کی یہ بھی کوشش رہی ہے کہ شریعت مطہرہ میں جہاں تک گنجائش ہو احکام میں گنجائش دی جائے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان مایوس ہو کر ہمت ہار بیٹھیں اور حرام مشتبہات سے بچنے کی فکر ہی چھوڑ دیں۔

چنانچہ احکام فقہیہ پر مرتب کتابوں پر نظر کرنے والے جانتے ہیں کہ ترک مشتبہات کے مسئلہ میں ہر صدی کے بعد سہولت ضرور ہوتی ہے۔ اس بارے میں امام غزالی کی تصانیف ملاحظہ ہوں عالمگیر جو ایک حامی شریعت محی سنت عادل و متقی بادشاہ تھے انہی کے حکم سے فتاویٰ عالمگیریہ تیار ہوا فتاویٰ عالمگیری کے مصنفین کا قول یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں مشتبہات سے احتراز کرنا مشکل ہے تو جب تک یقینی طور پر معلوم نہ ہو جائے کہ بعینہ یہی مال حرام ہے تو اس مال کے استعمال کو ترک کرنا واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن انجیم لکھتے ہیں:۔ ہمارا زمانہ جو فضولیات ولغویات سے بھرا ہوا ہے جس کی فضول کارروائیوں اور آزادیوں سے نہ حکومت محفوظ ہے نہ تجارتیں بچ سکیں نہ ملازمتیں اس سے پاک ہیں نہ اجارہ کا معاملہ صحیح ہے نہ زراعتیں سود اور رشوت سے پاک ہیں۔ اسی طرح بیوع فاسدہ کے علاوہ ایک دو نہیں ہزاروں بلائیں ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ ترک مشتبہات پر زور دیا جائے۔

Marfat.com

احتیاطی تدابیر

۱۔ اگر کچھ ہوسکتا ہے تو یہی کہ اپنے تمام معاملات کو حرام و ممنوع آلائشوں سے پاک رکھے جائیں۔

۲۔ وہ اموال جن کے حرام ہونے کا یقین ہو گیا ہے اور کوئی تاویل اس کی حلت پر قائم نہیں ہوسکتی چھوڑ دیئے جائیں۔

۳۔ مشتبہ مالوں میں زیادہ بحث نہ کی جائے۔

سہولت کی چند مثالیں

۱۔ سرگین (گوبر) اور پانس (کھاد) جو قطعاً ناپاک ہے اس کی بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ بارش کے دنوں میں ناپاک کیچڑ کو ضرورۃً پاک قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ ناپاک کپڑے جس کا مقام نجاست معلوم نہ ہو ایک حصہ دھونے سے پورے کپڑے کو پاک قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ جنگل اور میدان میں بنے ہوئے کنوؤں میں گوبر، لید وغیرہ کا گرنا ایک حد تک معاف ہے اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا لیکن گھر کے کنواں میں معاف نہیں ہے۔

۵۔ ایک گھر کی لڑکیوں کے بارے میں رضاعت کا شبہ ہو تو احتیاطاً کسی سے نکاح جائز نہیں۔ لیکن اگر شہر کی تمام عورتوں کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے تو اس شبہ پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ ایک دکان کے بارے میں مال حرام کا شبہ پیدا ہو جائے تو اس دکان سے خرید و فروخت بند کی جائے گی لیکن اگر پورے بازار کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے تو اس شبہ پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

۷۔ جن تصاویر سے احتراز ممکن نہیں ہے وہ معاف سمجھی گئی ہیں جیسے نوٹوں میں جو تصویریں ہیں۔

۸۔ محمد ﷺ کے زمانہ میں مسلمان تاجر یہود و نصاریٰ سے مال خریدنے میں زیادہ پوچھ گچھ نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ ان کی حرام کاری قرآن میں منصوص ہے۔

Marfat.com

لو لا ینھٰھم الر بانیون و الا حبار عن اکلھم السحت ۔

الغرض جہاں عموم بلوٰی ہو اور احتراز حقیقۃً مشکل ہو تو ایسی صورت میں عفوء اعراض بہتر ہے اور اگر کسی نے اپنے خاص معاملہ میں رعایت کر لی تو نہ مال کہیں سے مل سکے گا نہ فروخت کر کے قیمت وصول کر پائے گا۔

مسئلہ:۔ جس ملک میں حرام خوری اس قدر عام ہو جائے کہ اس سے بچنا دشوار نظر آئے جیسے ہمارے ملکوں میں سود رشوت وغیرہ بیوع فاسدہ عام ہیں تو ان مالوں سے احتراز واجب ہو گا جن کے بارے میں یقین ہو جائے کہ یہ مال حرام طریقہ سے حاصل کیا گیا ہے۔

مسئلہ:۔ جہاں یہ حرام خور قلیل اور ذلیل حالت میں ہوں جیسے ہمارے شہر میں زنا کار بدکار اور گلوکار وغیرہ ان سے بچنا واجب ہے بشرطیکہ قرینہ صحیحہ اور ظن غالب موجود ہو کیونکہ اس موقع پر احتراز ممکن ہے لہذا حرمت اصلی اپنی حالت پر برقرار ہے اور پہلے مسئلہ میں احتراز مشکل ہے اس لیے عارض تخفیف سے کام لیا گیا ہے۔

۲۔ جب اکثریت اس حرام کاری سے اجتناب کرے گی تو اقلیت خود بخود مجبور ہوں گی اور جب قلیل سے معاملات کو ترک کیا جائے گا تو دوسروں کے لیے بھی تنبیہ ہوگی اس طرح گناہوں کے کام کے لیے سد باب ہوگا کہ انسان ایسے حرام خوری سے اجتناب کریں گے۔

حرام مال سے قیمت ادا کرنے کا حکم

حرام مال سے جو قیمت ادا کی جاتی ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ عقد مطلقاً واقع ہو امثلاً حرام آمدن والے کپڑے کا ایک تھان خریدا یا کسی انسان سے مزدوری کروائی صراحت کے ساتھ نہیں کہا کہ مزدوری حرام مال سے دوں گا لیکن ادا کرتے وقت حرام مال سے ادا کیا۔

۲۔ عقد کرتے وقت صراحت کے ساتھ ذکر کیا کہ اس رقم یا اس گندم کے عوض خریدتا ہوں جو حرام ذریعہ

سے حاصل کیا گیا ہے لیکن پھر قیمت حلال مال سے ادا کردی۔ان دونوں صورتوں میں جو لیا حلال ہے
اگرچہ غیر نقدین (یعنی سونا چاندی کے علاوہ) کا بدلنا جائز نہیں ہے۔

۳۔عقد کرتے وقت متعین کیا کہ اس کپڑے کی قیمت حرام پیسوں سے ادا کروں گا پھر کپڑا خریدنے کے بعد حرام پیسہ ہی سے قیمت ادا کی تو ایسی خریدی ہوئی شے میں خبث آ گیا ہے یا اس طریقہ پر کوئی کام لیا اور حرام ہی کی رقم سے اجرت دی تو ایسی رقم کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔اگر کسی عقد میں نقدین (یعنی سونا چاندی یا نوٹ) کو عوض ٹھہرائیں یا مثلیات محض اوصاف بیان کر کے عوض ٹھہرائیں اور اشارہ سے متعین نہ کیا جائے تو کوئی فرد متعین نہیں ہوتا بلکہ وہ عوض ذمہ میں ثابت اور لازم ہو جاتا ہے عقد صحیح اور جائز ہوگا اور جو مال یا کام اس کے عوض میں لیا جائے وہ جائز اور حلال ہے۔البتہ عوض کی ادائیگی کے وقت اگر حرام مال دیا گیا ہے تو دینے والا اس ناجائز تصرف کی وجہ سے گہنگار ہوگا اگر لینے والے کو معلوم ہو تو وہ بھی گہنگار ہوگا لیکن خریدار ہر حال میں بری الذمہ ہوگا قضاءً بھی اور دیانۃً بھی۔

مسئلہ:۔اگر مقروض نے مال حرام سے قرض ادا کیا تو قرض ادا ہو جائے گا اس کا ذمہ بری ہوگا اور قرض وصول کرنے والے کے حق میں وہ قرض حلال ہوگا۔اس کی دو قسمیں۔

(۱) حلال غیر مملوک جیسے عاریت پر لی ہوئی شے (۲) حلال مملوک جیسے ہبہ

ملک حلال کے چھ اسباب ہیں

۱۔عقود:۔جیسے خرید وفروخت اور اجارہ (کرایہ داری)

۲۔عطایا:۔جیسے ہبہ،صدقہ،عاریت

۳۔زوائد:۔اپنی ملک جو خود بخود بڑھے جیسے باندی کو اولاد یا درختوں کے پھل یا درخت وغیرہ

۴۔اباحت:۔جیسے دریا کا پانی جنگل کی گھاس یا دعوت کا کھانا وغیرہ

Marfat.com

۵۔قہر و غلبہ:۔ جیسے مال غنیمت وغیرہ

۶۔حقوق:۔ میراث اور حق شفعہ وغیرہ حصول ملک کے حلال اور پاک اسباب انہیں چھ میں منحصر ہیں۔

حلال پسند کرو اور حرام سے اجتناب!

دنیا کی حیات فانی اور جلد ختم ہونے والی ہے اصل حیات اس کے بعد ہوگی جس میں دنیا کے اعمال کا محاسبہ ہوگا اس لیے ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ کسب معاش میں جائز اور حلال ذرائع اختیار کرے حرام ذرائع سے حاصل کردہ خوراک جہنم کا ایندھن ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث۔

لا یدخل الجنة لحم نبت من السحت و کل لحم نبت من السحت کانت النار اولیٰ به (مسند احمد ج۳ص ۳۲۱) ''وہ گوشت جو حرام مال سے پیدا ہوا بہشت میں نہیں جائے گا اور حرام سے پیدا شدہ گوشت کے لائق جہنم کی آگ ہے''

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَارَزَقْنٰکُمْ وَ اشْکُرُوْا لِلّٰہِ﴾۔ (۲:۱۷۲)

''اے ایمان والو! جو ہم نے تم کو طیب رزق دیا ہے اس سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو''

ان رجا لاً یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلھم النار یوم القیامة۔ (بخاری)

''کچھ انسان ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے لیے جہنم کی آگ ہے''

☆٪☆☆٪☆☆٪☆☆٪☆☆٪☆☆٪☆☆٪☆☆٪☆☆٪☆☆٪☆☆٪☆

مصادر و مراجع

۱۔جامع بیان العلم، ج۲،ص۱۴ ۲۔الانساب، ج۲،ص۳۵۰

۳۔کتاب القضاۃ والولاۃ کندی،ص۳۵۲ ۴۔فضائل تجارت،ص۹۳

۵۔کیمیائے سعادت فضائل اعمال،ص۵۶۔۵۷،تنبیہ الغافلین،ص۴۸۱

۶۔فضائل تجارت،ص۹۱ ۷۔تنبیہ الغافلین، مترجم،ص۴۸۲

۸۔مکاشفۃ القلوب،ص۵۲۹ بحوالہ مسند احمد ۹۔بہشتی زیور، ج۵ص۶۵

۱۰۔احیاء علوم الدین، ج۲،ص۱۲۷

Marfat.com

باب ۷ اسلامی نظام میں زکوٰۃ وعشر کی حقیقت

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس نے زندگی کے ہر پہلو پر راہنمائی کی ہے خواہ اس پہلو کا تعلق انسان کے معاش و معیشت سے ہو اور خواہ تعلقات عامہ سے، نظام عدل سے ہو یا نظام معاشرت، دفاعی امور ہوں یا تعمیری سرگرمیاں اسلام کسی بھی مقام پر کسی فرد کو اپنی راہنمائی کے بغیر نہیں چھوڑتا علاوہ ازیں یہ بھی ہے کہ اسلام نے راہنمائی کے لیے کسی خاص طبقہ، خطہ، رنگ نسل یا علاقہ کے انسانوں کو منتخب نہیں کیا بلکہ اس کی رہنمائی عام ہے امیر بھی اس کا محتاج ہے تو غریب بھی، آقا بھی تو غلام بھی، مالک بھی اور خادم بھی، اعلیٰ بھی اور ادنیٰ بھی گورا بھی اور کالا بھی، اسلام کی نظر میں بحیثیت انسان سب برابر ہیں معیار فضیلت اسلام کے نزدیک اگر کوئی ہو سکتا ہے تو صرف کردار و عمل کی پرہیزگاری اور تقویٰ ہو سکتا ہے۔

چونکہ اسلام معاشرے کے ہر ہر فرد کی زندگی کے ہر ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے اس لیے اس نے کمزور اور غریب افراد کی مالی حیثیت بھی اصلاح کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور اس کے لیے بھی ایک ایسا ضابطہ اخلاق وضع کیا ہے کہ جو اپنی مثال آپ ہے اسلام کے اس ضابطہ اخلاق کو ہم نظام زکوٰۃ وعشر کا نام دے سکتے ہیں زکوٰۃ اور عشر اس نظام کے دو اہم رکن ہیں دیگر صدقات و خیرات بھی اگرچہ نظام کا حصہ ہیں، لیکن زکوٰۃ اور عشر کی اہمیت ان سب سے بڑھ کر ہے۔

''ایک انسان جس کے بعض اعضاء کمزور ہوں اور بعض قوی وہ کوئی کام بھی آسانی کے ساتھ نہیں کر سکتا، اسی طرح انسانیت ایک جسد واحد ہے جس کے بعض اعضاء قوی ہیں اور بعض کمزور جب تک کمزور اعضاء کے ضعف کو دور نہ کیا جائے انسانیت کا یہ جسد پورے سکون کے ساتھ اپنا ارتقائی سفر نہیں کر سکتا۔ اس جسد کے قوی اعضاء صاحب ثروت ہیں اور اس کے کمزور اعضاء، غریب اور مسکین انسان ہیں جس مال کے ذریعے ان کمزور اعضاء کی کمزوری دور ہو سکتی ہے وہ سارا مال ان قوی انسانوں کے قبضے میں ہے جب تک یہ انسان اپنے مال سے ان کمزور افراد کی کمزوری کو دور نہ کریں گے پوری انسانیت کا جسد سکون اور راحت کے ساتھ اپنی ارتقائی منزل طے نہیں کر سکتا۔ اس لیے اسلام میں اصحاب ثروت پر کمزور افراد کا ایک مالی حصہ مقرر کر دیا گیا ہے جب تک یہ انسان اس مالی حصہ کو کمزور

افراد پر خرچ نہ کریں گے ان کی انسانیت سکون کے ساتھ ایک لمحہ بھی نہیں گزار سکتی۔ آپ جس کی زندگی میں بے چینی اور اضطراب محسوس کریں گے اس کی بنیادی وجہ یہی ہوگی کہ اس نے کسی بے بس انسان کا کوئی نہ کوئی حق ضرور تلف کر رکھا ہوگا اسی طرح مال کے ضیاع اور اس میں بے برکتی کا بھی یہی سبب ہے کہ اس مال میں کسی مظلوم کی حق تلفی کے انگارے لازمی ہوں گے۔

چوس کر شاخ کا لہو گل نے　　　اپنا جوبن سنوارنا چاہا

اسلام نے اس معاشی سکون کے لیے عشر زکوٰۃ اور میراث وغیرہ کے حصے مقرر کر دیے ہیں اس باب میں عشر و زکوٰۃ کی بحث کی گئی ہے تا کہ جن اہل ثروت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے وہ اس پر عمل کر کے اپنی زندگی کے بھیانک انجام سے محفوظ رہ سکیں'' (۱)

زکوٰۃ کا لغوی مفہوم

زکوٰۃ کا لغوی معنی اضافہ، نشو ونما، طہارت اور پاکیزگی ہے اضافہ اور نشو ونما کے معنی میں اگر اس کو لیا جائے تو اس کا اطلاق اس عبادت پر اس لحاظ سے ہوگا کہ زکوٰۃ دنیا میں بھی مال و دولت کو بڑھاتی ہے اور آخرت میں بھی اجر و ثواب کا اضافہ کرتی ہے اور اگر اس طہارت و پاکیزگی کے معنی کا اطلاق اس عبادت پر کیا جائے تو یہ اس طرح صحیح ہوگا کہ زکوٰۃ مال کو پاک وصاف کر دیتی ہے غرباء کا حق جو اس کے ذمہ تھا اس کی ادائیگی کے بعد اب یہ صحیح معنوں میں اس کا مال بنا ہے۔

اصطلاحی مفہوم

مختلف مفکرین نے زکوٰۃ کی مختلف تشریحات اور تعریفیں کی ہیں۔

علامہ ابن قدامہ: ''زکوٰۃ ایک حق ہے جو صاحب مال پر واجب ہوتا ہے''

امام احمد بن حنبل: ''زکوٰۃ خاص قسم کے مال پر خاص قسم کے انسانوں کا حق ہے جو معینہ وقت گزر جانے کے بعد واجب ہوتا ہے''

امام راغب اصفہانی: ''وہ حصہ جو مال سے حق الٰہی کے طور پر نکال کر دیا جاتا ہے''

اہم نکات: زکوٰۃ کے معاملہ میں چند اہم نکات ہیں جن کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے

۱۔زکوٰۃ ایک فریضہ ہے۔

۲۔ ایک خاص قسم کے افراد پر ہے۔

۳۔ایک خاص قسم کے مال پر ہے۔

۴۔ ایک خاص قسم کے افراد کے لیے ہے۔

۵۔ ایک خاص شرح کے ساتھ ہے۔

۶۔ ایک خاص مدت کے ساتھ ہے۔

۱۔زکوٰۃ ایک فریضہ ہے

اسلام نے زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے اور یہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ ﴿واقیموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ و ما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ...﴾ (۲:۱۱۰) ''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو تم اپنی عاقبت کے لیے جو بھلائی کما کر آگے بھیجو گے اللہ کے ہاں اسے موجود پاؤ گے'' ﴿وفی اموالھم حق للسائل والمحروم﴾ (۵۱:۹) ''اور ان کے اموال میں سائل اور محروم نادار کے لیے حق تھا'' ﴿وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ...﴾ (۹:۴۱) '' اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو''

۲۔ایک خاص قسم کے افراد پر ہے

زکوٰۃ ہر ہر انسان پر لازم نہیں کی گئی بلکہ یہ صرف صاحب نصاب افراد پر مقرر کی گئی ہے۔نقد رقم اور سونا چاندی کے علاوہ جانوروں میں بھی زکوٰۃ ہوتی ہے۔

۳۔ایک خاص قسم کے مال پر

سونا اور چاندی خواہ کسی حالت میں ہوں زیورات ہوں یا برتن، اشرفیوں کی شکل میں یا ڈلی کی شکل میں ہوں ان پر ہر حال میں زکوٰۃ واجب ہوگی اگر یہ تجارت کے لیے ہوں تو ان پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے لیکن اگر گھر میں عورتوں کی زیب وزینت کے لیے ہی استعمال ہو رہے ہوں تو شوافع اور حنابلہ اس پر زکوٰۃ کے قائل نہیں لیکن حنفیوں کا یہی مسلک ہے کہ اس صورت میں بھی اس پر زکوٰۃ ہو

Marfat.com

لی اور یہی مسلک زیادہ قوی دلائل رکھتا ہے حتیٰ کہ بعض شوافع اور حنابلہ نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا

جانوروں کی زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ وہ سب سال سے کم نہ ہوں اگر سب کے سب سال سے کم ہوں تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی لیکن اگر ان میں سے ایک بھی سال بھر کا ہو یا اس سے زائد تو سب پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ سامان پر بھی زکوٰۃ ہوتی ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ گھر کی ضروریات یا استعمال کے لیے نہ ہو تجارت کے لیے ہو۔ عصری تقاضوں کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۴۔ خاص قسم کے افراد کے لیے ہے

قرآن نے زکوٰۃ کے آٹھ قسم کے مصارف بیان کیے ہیں۔

﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِينِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (۹:۶۰) "یہ صدقات تو دراصل فقیروں، مسکینوں اور ان کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو، نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرضداروں کی مدد کرنے میں اور راہ الٰہی میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کیلئے ایک فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور وہی علیم و حکیم ذات ہے"

اس آیت میں حسب ذیل آٹھ مصارف بیان کیے ہیں جنہیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے:۔

۱۔ فقراء ۲۔ مساکین ۳۔ عاملین ۴۔ مولفۃ القلوب ۵۔ فی الرقاب ۶۔ غارمین ۷۔ فی سبیل اللہ ۸۔ ابن السبیل۔ (نوٹ) ان مصارف پر ایک علمی مسودہ زیر تسوید ہے۔

۵۔ ایک خاص شرح کے ساتھ ہے: سونے اور چاندی میں چالیسواں حصہ یا اڑھائی فی صد زکوٰۃ کی مد جو مقرر کی گئی ہے اسی طرح نقد رقم میں بھی چالیسواں حصہ ہے مال تجارت میں بھی قیمت کا چالیسواں حصہ ہے البتہ جانوروں میں زکوٰۃ کی شرح مختلف ہے۔ اس مد میں حالات کے مطابق حک و اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ جس کی تفصیل آگے دیکھیے۔

۶۔ ایک خاص مدت کے ساتھ ہے

Marfat.com

زکوٰۃ میں ایک خاص مدت یعنی ایک سال کا بھی اعتبار کیا گیا ہے زکوٰۃ انسان کے صاحب نصاب ہوتے ہی اس پر واجب نہیں ہو جاتی بلکہ مال پر ایک سال گزرنے پر واجب الادا ہوتی ہے سال کے شروع اور آخر میں انسان صاحب نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ درمیان میں اس کا مال کم ہو گیا ہو لیکن اگر درمیان میں مال کسی موقع پر بالکل ختم ہو گیا ہو تو دوبارہ جب صاحب نصاب ہو تو اس وقت سے سال کا حساب کیا جائے گا۔

لیکن عصر حاضر میں جدید معاشی کاروبار کے لیے اس مدت میں بھی حک واضافہ کیا جا سکتا ہے جیسے:۔

''قرون اولیٰ سے اگر خلافت راشدہ نے اپنے زمانہ کی ضرورت کے مطابق اڑھائی فیصدی زکوٰۃ مناسب سمجھا تھا تو اس وقت یہی شرح شرعی تھی اگر آج کوئی اسلامی حکومت کہے کہ اس کی ضروریات کا تقاضہ بیس فیصد ہے تو یہی بیس فیصدی شرعی شرح قرار پائے گی'' (۲)

عن علی عن النبی ﷺ، قال اذا کانت لک مائتا درھم وحال علیھا لحول ففیھا خمسة درھم ولیس علیک شیء فی الذھب حتی یکون لک عشرون دیناراً فاذا کانت لک عشرون دیناراً وحال علیھا الحول فیھانصف دینار.

(رواہ ابوداؤد) ''علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محمد ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا، جب تیرے پاس دوسو درہم چاندی ہو اور اس چاندی میں جب ایک سال گزر جائے تو اس میں پانچ درہم زکواۃ واجب ہے اس طرح اگر تیرے پاس بیس دینار سونا ہو اور اس سونے پر جب ایک سال گذر جائے تو اس سونے میں سے نصف دینار زکواۃ ادا کریں''

عہد نبوت میں اسی نصاب پر تواتر کے ساتھ عمل ہوتا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دور نبوی ﷺ میں جس مالیت پر زکوٰۃ فرض کی گئی ہے اس مالیت کی مقدار دوسو درہم چاندی تھی چونکہ اس دور میں دوسو درہم چاندی کے عوض بیس مثقال (یا دینار) سونا مل جاتا تھا یا بیس دینار کے عوض دوسو درہم چاندی حاصل ہو جاتی تھی، اس لیے مالی حیثیت کے لحاظ سے محمد ﷺ نے فرمایا اگر کسی کے پاس دوسو درہم چاندی بیس دینار سونا ہو تو ان دونوں مقداروں پر زکوٰۃ فرض ہے یا اس طرح سمجھئے کہ دور نبوی میں جو سکہ مروج تھا وہ دو قسم پر تھا ایک سکہ چاندی کا اور دوسرا سونے کا سونے کے سکے کا نام دینار تھا اور

چاندی کے سکے کا نام درہم تھا قیمت کے لحاظ سے ایک دینار دس درہم کے برابر تھا، یا دس درہم ایک دینار کے برابر تھے اسی تناسب سے بیع وشراء کا کاروبار چلتا تھا زکوٰۃ کی فرضیت چونکہ مالی حیثیت پر موقوف ہے، اس لیے دوسو درہم چاندی یا بیس دینار سونے کی مقدار پر زکوٰۃ فرض کردی گئی تھی اب ہم خیر القرون میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی چند روایات نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک چاندی اور سونے کا نصاب قیمت کے لحاظ سے برابر تھا۔

۱۔ ہمارے دور میں سونے کے نصاب میں ساڑھے سات تولہ وزن کی شرط رکھی گئی یہ وزن اس گذشتہ دور کے مطابق تھا جب اس وقت ساڑھے باون تولہ چاندی کے عوض ساڑھے سات تولہ سونا مل جاتا تھا ہمارے دور میں چونکہ ان دونوں وزنوں میں قیمت کے لحاظ کافی تفاوت پایا جاتا ہے اس لئے ہم ساڑھے سات تولے سونے کی بجائے سونے کے اس وزن پر زکوٰۃ نکالیں گے جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہوگی جس طرح عہد نبوت میں چاندی کے وزن کے مطابق سونے کے وزن پر زکوٰۃ نکالی جاتی تھی۔

۲۔ عہد نبوت میں چونکہ تجارت کے مواقع میسر نہ تھے اس لئے اس دور میں دولت ایک جگہ جمع رہتی تھی اس وجہ سے اس مال پر ایک سال کی شرط لگادی گئی تھی ہمارے دور میں چونکہ دولت ہر وقت متحرک رہتی ہے ہم پلاٹ بیچ کر ایک گھنٹے کے بعد فیکٹری کا سودا کر لیتے ہیں۔ دوسرے دن اس فیکٹری کو بیچ کر ایک کوٹھی خرید لیتے ہیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد کوٹھی بیچ کر ہم زرعی زمین خرید لیتے ہیں۔ دولت کی اس گردش کی وجہ سے اب زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب ہی ہم دولت کو ایک گردش سے دوسری گردش میں تبدیل کریں۔ اس سے فوراً زکوٰۃ نکال دیں جس طرح آپ دولت کی ہر گردش سے کافی نفع کمارہے ہیں، مسکینوں کا بھی حق ہے کہ وہ بھی زکوٰۃ کے ذریعے اس نفع سے مستفید ہوتے رہیں۔

۳۔ زکوٰۃ دینے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ جس جس مال پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہو، خود اپنے ہاتھ سے اس مال کی زکوٰۃ نکال کر مستحق غرباء میں تقسیم کردے۔ سال کے بعد حکومت جو بینکوں سے زکوٰۃ نکال لیتی ہے پھر اوقاف کے مال کی طرح جہاں جہاں چاہے اسے تقسیم کردیتی ہے۔ اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، ضروری ہے کہ اس جمع شدہ رقم کی دوبارہ زکوٰۃ ادا کی جائے (۲)

Marfat.com

''زکوٰۃ کے بارے میں زیادہ تر یہی مشہور ہے کہ سال گذرنے کے بعد جمع شدہ مال میں سے جو کچھ بچ رہے اس کا چالیسواں حصہ نکال کر مستحق غریبوں میں تقسیم کردے اس میں ایک دو باتیں کمزور معلوم ہوتی ہیں قرآن میں زکوٰۃ کے بارے میں اس بات پر زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس موجود ہے اس کی زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور عشر جو زکوٰۃ کا ایک اہم جزو ہے قرآن میں اس کی ادائیگی کا یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے و آتوا حقه یوم حصاده.

''جس دن تم اپنی پیداوار کو کاٹ کر زمین سے علیحدہ کرو اس سے اللہ کا مقرر شدہ حق فوراً ادا کردو''

دیکھئے اس میں حکم دیا جارہا ہے کہ جس دن تم اپنی پیداوار کو کاٹ کر اپنے قبضے میں لے لو اسی دن اللہ کا مقرر شدہ حق بھی ادا کردو اس میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ پہلے پیداوار کو اپنے گھر لے جاؤ پھر سال کے بعد تمہارے اخراجات سے جو کچھ بچ رہے اس بقیہ مال سے عشر ادا کرو نہیں بلکہ یہ فرمایا گیا کہ جس دن تم اپنے باغوں کا پھل اتارو یا جس دن کھیت کاٹ کر اس کی پیداوار اپنے قبضے میں لے لو اس دن اس کا عشر بھی ادا کردو تاکہ جس طرح آج سے تم اس مال سے فائدہ اٹھانے کا آغاز کر رہے ہو اسی طرح غربا اور مساکین بھی اپنا حق وصول کر کے اپنی ضروریات پوری کرسکیں اگر عشر کی ادائیگی کو سال تک ملتوی کر دیتے ہو تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ پیداوار کا مالک تو اس آمد سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے اور جو مساکین اور غربا اس مال کے جتنے شرعی حصے میں اپنا حق رکھتے ہیں وہ بے چارے پورے ایک سال تک اس بات کا انتظار کرتے رہیں کہ ہمیں اس بچے ہوئے مال سے کچھ ملتا ہے یا نہیں'' (۳)

''اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح عشر کی فرضیت کو پیداوار کی آمد پر فرض کیا گیا ہے اس پر سال گزرنے کی قطعاً مہلت نہیں دی گئی اسی طرح جس سرمائے کو ہم جس دن بھی حاصل کریں گے اس دن اس کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا فرض ہو جائیگی مثلاً ہم جب کوئی پلاٹ فروخت کرتے ہیں محنت اور ملازمت کے بعد جس دن ہم اپنی تنخواہ وصول کرتے ہیں یا تجارت کے ذریعے جس دن ہمیں کچھ وصول ہوتا ہے یا جس دن ہمیں دیا ہوا قرض واپس مل جاتا ہے ان تمام صورتوں میں جس دن بھی ہمارے پاس پیسہ آجائے گا اسی وقت پہلے ہم اس سرمائے کی زکوٰۃ نکالیں گے اس کے بعد اس بقیہ مال کو ہم اپنے مصارف میں کرسکتے ہیں۔ زکوٰۃ کے نصاب میں سرمائے کی کوئی تعداد معین نہیں ہے بلکہ جس سرمائے

سے اس کا گزارہ کشادہ صورت میں چل رہا ہے ایسے سرمائے کا مالک صاحب نصاب ہے"(۴)

"اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح عشر کی ادائیگی پیداوار کی آمد پر فرض کی گئی ہے زکوٰۃ اور عشر چونکہ دونوں ایک ہی حکم میں داخل ہیں اس لیے زکوٰۃ بھی سرمائے کی آمد پر فرض ہوگی نہ کہ سال کے بعد بچے ہوئے سرمائے پر فرض ہوگی۔ باقی رہا جس حدیث میں کہ سال گزرے پر مال کا چالیسواں حصہ زکواۃ ادا کریں یہ حدیث سنداً و متناً اتنی کمزور ہے کہ اس سے قرآن کی منصوص تشریح معطل نہیں ہوسکتی۔ محققین علماء کی رائے ہے کہ آغاز میں جب چالیسواں حصہ زکواۃ مقرر کی گئی تھی اس وقت اس دور کے معاشی حالات کو مدنظر رکھ کر کیا گیا تھا اب جبکہ ہمارے زمانے میں غریب طبقہ بہت ہی تنگی کے ساتھ اپنا گزارہ کر رہا ہے اہل ثروت پر لازم ہے کہ غرباء کی اس گرتی ہوئی حالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے زکوٰۃ اور عشر کی شرح میں حسب احتیاج اضافہ کر دیں اس اضافے سے کتنے بے بس اور نادار انسانوں کی خوشیوں میں اضافہ ہو جائے گا عشر کی مقدار بارانی زمینوں پر دسواں حصہ مقرر ہے۔ جن زمینوں پر کاشت کے ذریعے کافی خرچہ آتا ہے اس کے لیے بیسواں حصہ مقرر ہے اہل غربت کی بے بسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس وقت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیسویں حصے کی بجائے دسواں حصہ کر دیں اور بارانی زمینوں پر پانچواں حصہ مقرر کر دیں۔ اس لیے کہ ہماری آمد کا سب سے زیادہ ذریعہ زرعی زمینوں پر موقوف ہے۔ جس سے زمیندار طبقہ دن بدن زیادہ آمد کا استحصال کر رہا ہے باقی نقد پیسے کا حصول چونکہ محنت، ملازمت اور تجارت پر موقوف ہے اس میں انسانی محنت کا چونکہ زیادہ حصہ شامل ہے اس لیے زیادہ موزوں یہی معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے چالیسواں حصہ کو بیسویں میں تبدیل کر دیں اگرچہ اس میں ہم اپنی انفرادی رائے کا اظہار کر رہے ہیں اس لیے عصر حاضر کے محققین اہل علم اپنے علمی اجتہاد سے اس میں جو مناسب سمجھیں کمی بیشی کر سکتے ہیں ہمارا مقصد بھی یہی ہے کہ اس دور میں زکوٰۃ وعشر کی شرح میں تبدیلی بہت ہی ضروری ہے تاکہ غریب کے ڈستے ہوئے زخموں کا کچھ نہ کچھ مداوی ہوتا رہے"(۵)

"مکۃ المکرمہ میں رابطہ العالم الاسلامی کے تحت جون ۱۹۷۸ء میں اس نکتہ پر بحث کرتے ہوئے کہ کیا زکوٰۃ کے متعلق رسول ﷺ کی متعین فرمودہ جزئیات میں تبدیلی ہوسکتی ہے یا نہیں چند جدید علماء نے

Marfat.com

لکھا ہے:۔ علی ان المقصود بالزکوٰۃ ان تسد حاجہ المحتاجین وتفرح الازمات فان لم تفرج الا زمته فان وضع القدر المفروض لا یعفی من المسو لیته وعلی القادرین الا سهام و علی الدولة ان تاخذ من القادرین لان رسول الله حذر مقدار الزکاته بحاجته عصره ولم یحد د القرآن مقاریرها (باب الاجتہاد مفتوح، ص ۶۶)

''زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ وہ حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا کرے اور ان کی پریشانیوں کو دور کر دے اگر موجودہ شرح سے حاجت مندوں کی پریشانیاں دور نہیں ہوتیں تو پھر اس شرح سے زکوٰۃ ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا کرنے والے کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی زکوٰۃ کا انتظام کرنے والوں اور حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ صاحب نصاب انسانوں سے زیادہ شرح سے زکوٰۃ وصول کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جو شرح مقرر کی تھی وہ محمد ﷺ کے زمانے کی معاشی ضروریات کے مطابق تھی اور قرآن مجید نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ اس کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا ہے'' (۶)

اس بحث کا مختصر خلاصہ یہ ہے:۔

''ا۔ آغاز میں فرمودہ نبوی ﷺ کے تحت جو زکوٰۃ کی شرح متعین کی گئی تھی رابطہ عالم الاسلامی کے اجتماع میں علماء نے فیصلہ کیا تھا وہ اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق تھی اب موجودہ غرباء کی حالت کے مطابق اس میں اضافہ ہو سکتا ہے اس میں سال کی شرط تھی اس دور کے مناسب تھی اب چونکہ ہماری دولت ہر وقت گردش میں رہتی ہے اس لیے جب ہی پیسہ ہمارے ہاتھ آئے گا اسی وقت اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہو جائے گی۔ اس دور میں سال کے بعد بچے ہوئے سرمائے کی شرط لازم نہیں ہے یعنی زکوٰۃ آمد پر بچت پر نہیں ہے۔

۲۔ جس سرمائے پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اس کی کوئی حد متعین نہیں ہو سکتی جس کاروبار یا آمد کے بعد اس کا گذارہ اچھا چل رہا ہے اس آمد پر زکواۃ فرض سمجھی جائے گی ہاں سونے چاندی کے نصاب میں صرف چاندی کے نصاب کو ملحوظ رکھا جائے گا سونے کا علیحدہ کوئی نصاب نہیں ہے زیورات چونکہ ہر وقت گھر میں جمع رہتے ہیں اس لیے ان کی زکوٰۃ سال کے بعد دینا ہوگی۔

۳۔ اس دور میں مناسب ہے کہ زکواۃ کے چالیسویں حصے کو نصف کر کے بیسواں حصہ مقرر کر دیں یعنی

Marfat.com

ایک سو روپے میں سے پانچ روپے زکوٰۃ دینی بہت ہی موزوں ہے اس سے اہل ثروت کو بہت ہی ثواب ہوگا۔اسی طرح عشر کی مقدار میں مناسب اضافہ کر سکتے ہیں۔

۴۔قربانی کا جانور خرید کر کے ذبح کے بعد تقسیم کرنا اگرچہ مسنون طریقہ ہے اس عمل سے خرچہ تو زیادہ آتا ہے لیکن غریبوں کو اس سے کم فائدہ حاصل ہوتا ہے حالانکہ قربانی کا واحد مقصد یہ ہے قرآن میں ہے واطعموا البائس الفقیر (۲۲:۲۸) ''قربانی کا گوشت مصیبت زدہ غریب کو کھلایا کرو''

دیکھئے! اس میں قربانی کی ادائیگی میں مصیبت زدہ غریبوں کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے لہذا اس وقت غربت کے مصائب چونکہ زیادہ بڑھ رہے ہیں اس لیے مناسب ہے جہاں اس کی زیادہ حاجت ہو وہاں بکرا لے کر ذبح نہ کریں بلکہ اس کی قیمت کسی مصیبت زدہ کے حوالے کر دیں۔

آپ نے دیکھا ہے کہ قربانی کے موقع پر بڑے بڑے شہروں میں پچاس پچاس ہزار کے بکرے خرید کر اہل ثروت قربانی کرتے ہیں آپ ذرا انصاف کے جھروکوں میں ذرا جھانک کر دیکھیں ذبح کرنے کے بعد ایسے قیمتی بکرے کی کھال اور معمولی پاؤ برابر گوشت کسی غریب کو نصیب ہوتا ہے۔

باقی بکرے کے ہزاروں روپے بکر منڈی کے ظالم تاجر کھا جاتے ہیں کیا اس سے بہتر نہیں ہے کہ پورے پچاس ہزار روپے کسی مصیبت زدہ غریب کے حوالے کر دیئے جائیں تا کہ وہ اتنے پیسے سے اپنا کوئی معمولی کاروبار کر کے وہ اپنی پوری زندگی کو غربت کے آتشکدے سے بچا سکے (۷)

نظام ربوبیت کائنات کی ہر شے میں کچھ نہ کچھ مضمر صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں ان مضمر صلاحیتوں کا صحیح نشو نما پا کر اپنے منتہائے مقصود کو پہنچ جانا ربوبیت کہلاتا ہے رب سے مراد قانون ربوبیت جو ساری کائنات میں جاری وساری ہے یہی وحدۃ الوجود ہے۔جیسے

''نظام ربوبیت پرویز کی برگسانی روحانیت کا خارجی رخ ہے نظام ربوبیت کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ہر انا کو اپنے امکانات کے بلند ترین مقامات پر پہنچنے کی آسانیاں حاصل ہونی چاہییں لیکن انا کی تکمیل میں مادی رکاوٹیں حائل ہیں بھوک، پیاس اور فلاس وغیرہ نظام ربوبیت ان مادی روکاوٹوں کو دور کرتا ہے ان مادی روکاوٹوں میں معاش کو بنیادی حیثیت حاصل ہے چنانچہ نظام ربوبیت اشتراکیت سے ملتا جلتا ایک نظام ہے جو اللہ کے اثبات پر قائم ہے اس کا نظام منتہائے کامل یہ ہے کہ فرد دنیاوی طور پر

Marfat.com

آسودہ ہو اور پھر آلودگی کے شکر کے طور پر ''انائے مطلق'' کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ جس نے تغیر کے قانون کو قائم کیا پھر اس کی شرع وحی کی صورت میں خود متعین کی یہ انسان کی تکمیل کا مقام ہے پرویز کے نزدیک صلوٰۃ اس کا ایک سمبل ہے چنانچہ نظام ربوبیت کا نام نظام صلوٰۃ بھی ہے (۸)

''پرویز صاحب اور ان کے احباب علم کی فکری اساس اسی نکتہ پر مرکوز ہے کہ جب تک معاشرے میں ربوبیت عامہ کا نظام جاری نہ کیا جائے بعثت انبیاء اور قرآن کی تنزیل کا صحیح مقصد پورا نہیں ہو سکتا اس مقصد کی ترویج کے لیے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ جو کچھ اپنے پاس رکھتا ہو اپنی ضرورت کی تکمیل کے بعد باقی سب کچھ دوسروں پر تقسیم کر دے پرویز صاحب نے ''نظام ربوبیت'' میں اس مقصد کو بڑی بسط د فصاحت کے ساتھ پھیلا کر لکھا ہے لیکن ان کا یہ سارا نظریہ صرف تقسیم کی تشریح کرتا ہے لیکن وہ ہمیں یہ نہیں بتلاتا کہ حصول دولت کے لیے قرآن حکیم کن کن ذرائع کی اجازت دیتا ہے جن پر ہم عمل کر کے دولت کو اپنی تحویل میں لے کر اس کے بعد اپنی ہر وافر شے کو دوسروں پر خرچ کرتے رہیں'' (۹)

''موجودہ دور میں جن ذرائع سے ہمارا معاشرہ دولت سمیٹ رہا ہے ان میں سے اکثر ذرائع ظلم پر مبنی ہیں جیسے سودی کاروبار سمگلنگ، رشوت، کاروبار میں دھوکہ، محنت کشوں کی حق تلفی، جوا، ڈاکہ زنی، رہزنی اور مزارات کی شرکیہ نیازیں وغیرہ آپ انصاف کریں جب ہمارے معاشرے کی اکثریت دولت کو اس انداز سے جمع کر رہی ہو۔ جس سے دوسرے انسانوں کے حقوق کو بڑی بے دردی سے لوٹا جا رہا ہو اور پھر ایسے غاصب اور حرام خور معاشرے کو دعوت دینا کہ تم اپنی جمع شدہ دولت میں سے ہر وافر سرمایہ دوسروں پر خرچ کر دو یہ عجیب ربوبیت عامہ کی تعبیر ہے کہ حصول رزق کے لیے تو معاشرے کو کوئی تشریعی کلیہ نہ بتلایا جائے صرف تقسیم رزق کے لیے ربوبیت عامہ کے نظریے کو اتنی وسعت دی جائے گویا سارا قرآن ہی اس مقصد کے لیے نازل ہوا تھا'' (۱۰)

''قرآن میں سے جن قوموں کی طرف سابقہ انبیا مبعوث ہوئے تھے وہ قومیں جس طرح اپنے عقائد میں توحید کی اقدار کو پامال کر رہی تھیں اسی طرح ان کے معاشی نظام میں ظلم اور حرام خوری کا زیادہ غلبہ تھا اہل کتاب کو دیکھیے قرآن میں ہے کہ یہ حرام خوری اور سودی کاروبار میں زیادہ مصروف تھے اہل عرب کا بھی یہ حال تھا کہ راہزنی کے ذریعے لوٹ مار کرتے تھے سودی کاروبار جوا اور بتوں کی

Marfat.com

نیازات پر ان کی معاش موقوف تھی اس قسم کی قوموں کی طرف جو نبی بھی مبعوث ہوئے تھے وہ انہیں یہ کہتے تھے کہ تمہارے پاس جس قسم کا بھی مال جمع ہے اس حرام مال میں سے اپنی ضرورت کے لیے رکھ لو باقی سارا مال دوسروں میں تقسیم کر دو بلکہ توحید کی دعوت کے بعد وہ نبی ان کے ایسے کاروبار پر اچھی طرح سرزنش کرتے تھے'' (۱۱)

''شعیب علیہ السلام جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے ان کی معاش زیادہ تر تجارت کے کاروبار پر موقوف تھی لیکن وہ اپنے تجارتی کاروبار میں ماپ تول کے ذریعے کمی کر کے بڑے ظالمانہ طریقہ سے اپنی قوم کو لوٹتے تھے شعیب علیہ السلام پہلے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے تھے اس کے بعد انہیں فرماتے کہ تجارت کے ذریعے حصول دولت کا عادلانہ طریقہ یہ ہے کہ ماپ تول کے معاملے میں بالکل کمی نہ کی جائے بلکہ بیع وشراء میں اتنی احتیاط سے کام لیا جائے کہ کسی ایک شخص کے برابر بھی حق نہ مارا جائے لیکن وہ اکتناز زر کی ہوس میں اتنے حریص ہو چکے تھے کہ وہ اپنے اس رویے کو بالکل بدلنے پر تیار نہ تھے بلکہ بڑی ڈھٹائی کے بعد جواب دیتے او ان نفعل فی اموالنا ما نشاء ''شعیب علیہ السلام! کیا تو چاہتا ہے کہ ہم اپنے اموال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہ کریں بلکہ تیرے کہنے پر ماپ تول میں کمی کرنا چھوڑ دیں ہم تیری یہ بات بالکل نہ مانیں گے'' (۱۲)

''اس سے معلوم ہوا کہ جو معاشرہ حصول زر کے لیے ایسے ظالمانہ ہتھکنڈوں کے ساتھ رات دن عوام کا خون چاٹ رہا ہے ایسے معاشرے کو پہلے صحیح مال جمع کرنے کے لیے قرآنی اصول سمجھائے جائیں یا ایسے حرام خور معاشرے کو ترغیب دی جائے کہ تمہارے پاس جو کچھ جمع ہے اپنی اہم ضرورت کے بعد باقی اپنی ساری دولت کو دوسروں پر نچھاور کر دو یہی وجہ ہے کہ قرآن پہلے حصول زر کے غلط ہتھکنڈوں کی اصلاح کا حکم دیتا ہے اس کے بعد صرف پاکیزہ مال سے خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے جس مال میں دوسروں کے حقوق شامل ہو جائیں جب تک وہ حقوق ادا نہ کیے جائیں اس مال کے اصل وارث بھی اس میں تصرف نہیں کر سکتے میراث کی آیت میں ہے کہ جب تک اس مال سے قرض لینے والوں کا قرضہ نہ اتارا جائے اس سے اس میراث کے سارے وارث اس کے مالک نہیں بن سکتے آیت یہ ہے من بعد وصیۃ توصون بھا او دین ۔ مرنے والا اپنے مال میں جتنے حصے کی وصیت

Marfat.com

کر جائے یا قرضہ چھوڑ جائے جب تک ان دونوں شقوں کو پہلے ادا نہ کر دیا جائے کوئی وارث اپنے حصے کا مالک نہیں بن سکتا''(۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ جس مال میں دوسروں کے حقوق تلف ہو رہے ہیں وہ مال شرعاً کسی مصرف میں بھی استعمال نہیں ہو سکتا اب جو معاشرہ اتنے مظلوم انسانوں کے حقوق تلف کر کے رات دن اپنی دولت جمع کر رہا ہو ایسا معاشرہ جب غصب شدہ ایسے حرام مال کا خود صحیح مالک نہیں بن سکتا وہ ایسے مال سے قرآنی انفاق کے ذریعے دوسرے حاجت مندوں میں کیسے صرف کر سکتا ہے معاشرے کے اس معاشی بقاء کے لیے اصلاح کا بنیادی طریقہ یہ ہے کہ پہلے انہیں یہ سمجھایا جائے کہ رزق حلال حاصل کرنے کے لیے قرآن ہمیں کن کن ذرائع کی تعلیم دیتا ہے پھر اس مال کو حوائج انسانی پر خرچ کرنے کے لیے مصارف کی کس طرح تقسیم کرتا ہے''(۱۴)

اس سے ثابت ہوا کہ پرویز کا تصور نظام ربوبیت لینن اور مارکسی فلسفے کا چربہ ہے جیسے

''پرویز نظام ربوبیت کے جس تعبیر کو اپنے مخصوص انداز میں پیش کرتے ہیں اس نظریے کی ساخت میں اس کے نزدیک اللہ کا وہی تصور ہے جس تصور کو مارکس اور لینن سوشلزم کے فلسفے میں پیش کرتے ہیں لینن اللہ کے تصور کی اس طرح تشریح کرتا ہے۔ سرمایہ داری کی غیر مرئی قوتوں نے ذہن انسانی میں ایک خوف کی صورت پیدا کر دی ہے جس سے ایک حاکم اعلیٰ کے تخیل کی بنیاد پڑی اسے انسان نے اللہ کے نام سے پکارنا شروع کر دیا سو جب تک انسانی ذہن سے اللہ کے اس تصور کو فنا نہ کر دیا جائے سرمایہ داری کی لعنت کسی طرح بھی ختم نہیں ہو سکتی''(۱۵)

پرویز صاحب کے نزدیک نظام ربوبیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس مین ہر انسان کے لیے سامان زیست کی فراوانی ہو وہ زیست کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔

''دنیا میں عزت کی زندگی جس میں سامان زیست کی فراوانی ہو اور اس کے لیے کسی بالا دست قوت کا خوف دامن گیر نہ ہو انسانیت کے لیے یہی شایان شان زندگی ہے بھوک اور خوف کی زندگی اللہ کا عذاب ہے''(۱۶)

اسلام میں تو بالا دست قوت کا نام اللہ ہے۔ پرویز صاحب کے نزدیک چونکہ اللہ کا تصور خوف

سے پیدا ہوتا ہے اس لیے اس کے نزدیک عزت کی زندگی وہ ہے جس میں سامان زیست کی فراوانی اور اس کے دل میں کسی ہستی کی بالا دستی کا خوف بالکل موجود نہ ہو۔ یہی عصر حاضر کا تصور وحدۃ ادیان اور روشن خیالی ہے۔

عشر کی تعریف

''زکوٰۃ کے بعد عشر اس نظام کا دوسرا رکن ہے عشر سے مراد زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ ہے عشر کا لفظی معنی ہے دسواں حصہ چونکہ اس کی شرح کل پیداوار کا قریباً دسواں حصہ ہوتی ہے اس لیے اسے عشر کہا جاتا ہے قرآن نے زکوٰۃ کی طرح عشر کو بھی لازم قرار دیا ہے ﴿ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ﴾ (۶:۱۴۱)'' ان کی پیداوار کھاؤ جبکہ یہ پھلیں اور اللہ کا حق ادا کرو جب ان کی فصل کاٹو''

بقول علاء الدین مسعود الکاسانی۔ ''عشر کے لفظی معنی دسواں حصہ ۱/۱۰ ہیں کسی شے کے دسویں حصے کو عشر کہتے ہیں'' اصطلاح شریعت میں بارانی زمین کی پیداوار سے بطور اللہ کے حق کے وصول کیے جانے والے دسویں حصے اور مجازاً نہری اور چاہی زمین کی پیداوار سے بیسویں وصول کیے جانے والے حصے کو عشر کہتے ہیں اور اس کا ادا کرنا فرض ہے اس بات پر تمام علمائے امت کا اجماع ہے'' (۱۷)

عشر زکوٰۃ اور آئمہ کرام:۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ''وہ شرعی حق کیا ہے جس کے بارے میں مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ فصل کاٹنے ہی کے دن ادا کر دینے کا حکم دے رہا ہے؟

علامہ جصاص فرماتے ہیں:۔

ان المراد بقوله واتو احقه يوم حصاده هو العشر (۱۸)

''اللہ تعالیٰ کے قول واتو احقه يوم حصاده میں حق سے مراد عشر ہے''

جصاص کے علاوہ اکثر مفسرین نے بھی اس آیت کو زرعی پیداوار کی زکوٰۃ عشر کے معنی میں لیا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں:۔

فوجب ان يكون المراد بهذا الحق حق الزكوٰة (۱۹)

لہذا ثابت ہوا کہ اس آیت میں واتوا حق یوم حصادہ میں حق سے مراد زرعی پیدا...

Marfat.com

زکوٰۃ عشر کا حق ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں علامہ ابن کثیر نے ابن جریر کے حوالے سے انس بن مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ واتوا حقہ یوم حصادہ میں حق سے زرعی پیداوار کی زکوٰۃ عشر مراد ہے جو ہر صاحب نصاب پر فرض ہے۔ (۲۰)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:۔

آپ نے انس بن مالک، ابن عباس، حسن بصری، ابن زید، محمد بن حنفیہ، ضحاک، اور سعید بن میبّ کے حوالے سے یہ بات لکھی ہے کہ مراد عشر پیداوار کا دسواں حصہ یا نصف عشر پیداوار کا بیسواں حصہ ہے اور اس کا ادا کرنا ہر صاحب نصاب پر اسی طرح فرض ہے جس طرح زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ (۲۱)

صاحب استطاعت مسلمانوں پر جس طرح زکوٰۃ کی ادائیگی ۔۔۔ واجب ہے اسی طرح ہر عشری زمین کی بقدر نصاب پیداوار سے عشر ادا کرنا واجب ہے اور عشر فصل کٹتے ہی واجب ہو جاتا ہے جو کاشت کار اسے ادا نہ کرے وہ سخت گنہگار رہتا ہے اور اس کی ساری پیداوار اس وقت تک ناپاک رہتی ہے جب تک اس کا عشر ادا نہ کیا جائے

زکوٰۃ اور عشر میں فرق

عشر زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کا نام ہے لیکن اس کے باوجود زکوٰۃ اور عشر میں کچھ فرق موجود ہے زکوٰۃ کی تفصیلات کے بیان میں ہم نے چھ اہم نکات کا بیان کیا تھا انہی نکات کی روشنی میں ہم عشر کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ عشر بھی زکوٰۃ کی طرح ایک فریضہ ہے فرض ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

۲۔ عشر کے خاص قسم کے افراد زکوٰۃ کے خاص قسم کے افراد سے مختلف ہوں گے زکوٰۃ صاحب نصاب افراد پر لازم ہے جبکہ عشر میں امام ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق کوئی نصاب نہیں ہے پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ اس پر بہر حال عشر ہوگا البتہ امام ابو یوسف اور امام شافعی عشری زمین کی پیداوار میں پانچ وسق (تقریباً ۹۴۸ کلوگرام) کو نصاب مقرر کرتے ہیں۔

۳۔ زکوٰۃ اور عشر کا خاص قسم کا مال بھی مختلف ہوگا عشر ایسی پیداوار سے ہوگا جو کھیتی میں مقصود بالذات ہو

اور زمین کے محصول پر اس کا اثر پڑتا ہو البتہ جو پیداوار مقصود بالذات نہ ہو بلکہ کھیتی کے ساتھ ویسی ہی پیدا ہو جاتی ہو اور نہ اس کے لیے آبپاشی کی ضرورت ہو نہ اس سے زمین کے محصول پر اثر پڑتا ہو اس قسم کی پیداوار عشر سے مستثنیٰ ہوگی علاوہ ازیں عشری زمین میں اگر شہد ہو تو اس پر بھی عشر واجب ہوگا البتہ شوافع شہد پر عشر کے قائل نہیں۔

۴۔ زکوٰۃ اور عشر کی شرح میں بھی اختلاف ہے زکوٰۃ کی شرح نقدی وغیرہ میں چالیسواں حصہ ہوتی ہے اور اس کے علاوہ جانوروں میں بھی مختلف شرح کے ساتھ زکوٰۃ ہوتی ہے لیکن عشر کی شرح بارانی زمینوں میں دسواں حصہ یعنی دس فیصد اور نہری زمینوں میں بیسواں حصہ یعنی پانچ فیصد ہے۔

۵۔ مصارف کی مد میں زکوٰۃ اور عشر برابر ہیں جو مصارف زکوٰۃ کے ہیں وہی مصارف عشر کے بھی ہیں۔ جدید حالات وضروریات کے مطابق اس مد میں بھی حک واضافہ کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ زکوٰۃ میں ایک سال کی مدت کا تعین ہے لیکن عشر میں ایسا نہیں ہے بلکہ جونہی فصل پک کر تیار ہو جائے اس پر عشر واجب ہوگا اگر ایک سال میں ایک سے زیادہ دفعہ ایک ہی زمین میں فصل تیار ہوتی ہے تو ایک سے زیادہ دفعہ بھی عشر واجب ہوگا۔ عصر حاضر میں عشر کی طرح کاروباری مال پر زکوٰۃ فوری فرض ہو جاتی ہے۔

زکوٰۃ وعشر اور قرآن

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ. ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ. لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ. اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ. بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ. اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ. ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾

(۵۶: ۶۳۔۷۰) ''اچھا یہ تو بتاؤ کہ جو کچھ تم بوتے ہو اسے تم اگاتے ہو یا اس کے اگانے والے ہم ہیں اگر ہم چاہیں تو اس پیداوار کو چورا چورا کر کے تباہ کر دیں پھر تم حیرت زدہ ہو کر کہنے لگو گے کہ ہم پر تو ان پڑ گیا ہم تو بالکل ہی محروم ہو گئے اچھا پھر تم یہ بتاؤ کہ جس پانی سے تم اپنے کھیتوں میں آب پاشی کرتے ہو اسے بادل سے تم برساتے ہو یا اس کے برسانے والے ہم ہیں اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کر ڈالیں تو تم شکر کیوں نہیں کرتے''

Marfat.com

﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ. وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ. وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ﴾ (۱۴:۳۲۔۳۴)

''وہ اللہ ہی جس نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا اور آسمانوں سے بارش نازل کی پھر اس پانی سے مختلف پھل بطور رزق کے پیدا کیے اور تمہارے نفع کے لیے اپنی قدرت کاملہ سے کشتی کو مسخر کر دیا تاکہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلے اور تمہارے نفع کے لیے دریاؤں اور نہروں کا جال پھیلا دیا اور تمہارے نفع کے لیے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا جو ہمیشہ سے یہ کام سرانجام دے رہے ہیں اور تمہارے نفع کے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا اور میرے بندو! تمہیں ہر وہ شے دی جو تم نے مانگی اور تمہیں اتنی نعمتیں دیں کہ اگر تم انہیں شمار کرنا چاہو تو شمار نہ کر سکو گے مگر انسان بڑا ہی ناانصاف اور ناشکرا ہے''

''اچھا یہ بتاؤ کہ یہ زمین کس کی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ اس کا خالق و مالک نہیں ہے؟ بارش کون برساتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نہیں برساتا؟ تمہارے کھیتوں میں اگنے والی فصل کو حرارت اور مٹھاس بخشنے کے لیے کیا سورج اور چاند اپنا فرض انجام نہیں دیتے؟ کیا ہوائیں چل کر اگنے والے پودوں کو قوت فراہم نہیں کرتیں؟ جن نہروں سے تم اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہو ان میں پانی کون پہنچاتا ہے؟

پھر جب گندم کا پودا تن کر کھڑا ہو جاتا ہے اس کے خوشوں میں گندم کے دانے گھونگھٹ ہٹا ہٹا کر جھانکنے لگتے ہیں تو تم کھیت کے منڈیر پر بیٹھ کر اپنی لہلہاتی ہوئی فصل کو دیکھتے ہو تمہارا سینہ خوشی سے پھول جاتا ہے تم نے مٹی پر اپنا پسینہ گرایا تھا آسمان و زمین کے خالق و مالک نے تمہاری محنت کو قبول کیا اور آج تمہیں اپنی محنت کا پھل نظر آ رہا ہے۔

شام کا جھٹپٹا وقت شروع ہوا آفتاب عالمتاب نے اپنی سنہری قبا اتاری اور رات کی اوٹ میں اپنا چہرہ چھپا لیا دن بھر کا تھکا ماندہ کسان امیدوں کے بے شمار چراغ اپنی تنومند چھاتی میں جلائے گھر لوٹ آیا اب اگر رات میں آندھی آجائے، اولے برس پڑیں، ٹڈیوں کے دل آ کر فصل کا صفایا کر دیں تو کسان کیا کر سکتا ہے؟ سوچو اگر تم صبح کو آؤ اور کھڑی فصل کو چورا چورا دیکھو تو تمہارا کیا حال ہو گا

Marfat.com

حالانکہ اس فصل کے اگانے میں تمہارا کوئی عمل ودخل نہیں ہے کہ تم نے ٹریکٹر چلا کر اللہ کی زمین کو نرم کیا تھا اسی کی عطا کردہ چند اشیاء کو کھاد بنا کر کھیت میں ڈال دیا تھا اس کے بخشے ہوئے ''دانہ گندم'' کو بطور بیج کے زمین کی چھاتی میں چھپا دیا تھا یا تو جھومتے بادل آئے اور سیراب کر گئے یا اسی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے دریاؤں سے نہریں کاٹ کر تم اپنے کھیت میں لائے اور کھیت کو سینچ لیا تھا مگر غور کرو کہ تم کتنے دکھی ہو گئے تمہارے خواب بکھر گئے تمہاری امیدوں کے چراغ بجھ گئے اب کی فصل میں تمہاری کنواری بیٹی کے ہاتھ پیلے نہیں ہوں گے لگان اور مال گذاری کہاں سے ادا کرو گے؟ کھاد ٹریکٹر اور نہری پانی کے واجبات کیسے دو گے؟ خیالات وعزائم کے جو محل تم نے تیار کیے تھے صرف رات بھر میں دھڑام سے زمین پر گر پڑے حالانکہ فصل کے تیار کرنے میں تمہارا جو حصہ ہے وہ صرف ----- ''پسینے کے چند قطرے اور اعضاء کی تھوڑی بہت محنت'' زمین اللہ تعالیٰ کی، پانی اللہ کا، قوت نمو اللہ کی، حرارت وحیات اللہ کے بنائے سورج سے رس اور مٹھاس کے سجائے ہوئے چاند کی وجہ سے ہوائیں اللہ کی، سب کچھ تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے تمہارا کیا ہے؟ مگر تم کتنے کبیدہ خاطر غمزدہ اور رنجور ہوا تنے غمزدہ کہ تمہیں کوئی تسلی بھی نہیں دے سکتا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا اور فصل پک کر تیار ہو جائے کٹائی اور گہائی کے سارے مرحلے بحسن وخوبی طے ہو جائیں گندم کی برداشت بھی مکمل ہو جائے فصل بخیر وعافیت اٹھ کر تمہاری کوٹھیوں اور گوداموں میں آجائے دام بھی کھرے ہو جائیں، واجبات بھی ادا ہو جائیں تو تمہارا سر فخر سے بلند ہو جائے گا تمہاری جیبیں گرم ہوں گی اور تم کبھی اپنے کیے ہوئے بازوؤں کو دیکھو گے کبھی کھاد کی تعریف کرو گے کیڑے مار دواؤں کا قصیدہ پڑھو گے اور اسے بھول جاؤ گے جس کی نظر کرم اور نگاہ التفات نے تمہیں یہ دن دکھایا ہے'' (سید متین ہاشمی)

﴿وَاِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ‌ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَــُٔوۡسًا. قُلۡ كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖؕ فَرَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ هُوَ اَهۡدٰى سَبِيۡلًا﴾ (۱۷: ۸۳)

''جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی کروٹ میری طرف سے پھیر لیتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے محمد ﷺ فرما دیجئے کہ ہر انسان اپنے اپنے ظرف اور طریقے کے مطابق ہی کام کرتا ہے تمہارا رب ہی جانتا ہے کون صحیح راستے پر ہے''

Marfat.com

''مفسرین نے لکھا ہے کہ اس مقام پر نعمت سے مراد صحت، عافیت، مال و اولاد وغیرہ ہیں جب یہ نعمتیں انسان کو حاصل ہو جاتی ہیں انہیں اپنی قوت و محنت و جدو جہد کا ثمرہ سمجھتا ہے اور جب یہ نعمتیں چھن جاتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے لگتا ہے یہ انسان کی کم نگاہی اور کوتاہ بینی ہے''

مومن کا نقطہ نظر

حقیقی مومن کا ان معاملات میں نقطہ نظر یہ ہونا چاہیے کہ وہ ہر انعام کو منعم حقیقی کی عطا اور بخشش تصور کرے، کوشش کرے، محنت کرے، اسباب اختیار کرے، ہر نعمت کو حاصل کرنے کے لیے جو ذرائع اور وسائل اختیار کیے جاتے ہیں ایک ایک ذریعہ اور ایک ایک وسیلہ کو اختیار کرے لیکن یقین رکھے کہ سب اللہ ہی کی عطاء اسی کے حکم و مرضی سے ہوگا کوشش ہم صرف اس لیے کر رہے ہیں کہ اس کا فرمان ہے لیس الانسان الاماسعی ''انسان کو اتنا ہی ملے گا جتنی کی وہ کوشش کرے گا''

مومن کو تو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے:۔

ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا	کیا فائدہ فکر و بیش و کم سے ہوگا
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا	جو کچھ ہوا وہ کرم سے تیرے

مومن و کافر و منافق کے نقطہ نظر میں یہی فرق ہے کہ مومن ہر نعمت و نقمت اور کامیابی و ناکامی کو اللہ کی طرف سے جانتا ہے اور کافر و منافق انہیں اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے۔ (سید متین ہاشمی)

اسلام کا تصور ملکیت

اس دنیا میں ہمارا کچھ نہیں سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اس مکان کے مالک ہم ہیں یا یہ کھیت میرا ہے، یہ باغ میرا ہے، یہ سواری میری ہے، تو دراصل گفتگو از روئے شریعت مجازی گفتگو مانی جائے گی۔

''اصل مالک تو اللہ ہی ہے ہم اس پر اس کے حکم کے قابض ہیں اور اسی کے حکم کے مطابق تصرف کرنے کے مجاز ہیں زمین کے حقیقی مالک نے اپنے کرم اور بندہ پروری سے ہمیں زمین کا ایک ٹکڑا دیا ہے کہ اس میں ہل چلاؤ، اسکی سنچائی کرو، اور اس میں بیج ڈال دینے کے بعد چند لمحوں کے لیے

Marfat.com

اپنے حول وقوت سے نکل کر ذرا آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا اور سچے دل سے مالک حقیقی کو پکار کر کہنا کہ الٰہی! جو میرا کام اور تیرا حکم تھا وہ میں نے کر دیا اب فصل اگانا، اسے شادابی بخشنا، اس کی حفاظت کرنا، ناگہانی آفتوں سے بچانا، یہ سب تیرا کام ہے تو اپنے اس کمزور اور محتاج بندے اس کے بچوں اور اس کے ڈھور ڈنگروں پر نگاہ کرم فرما اور اس کی گتھیوں کو سلجھا دے''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ تمہارا کفیل ہوگا اور وہ اپنے فضل وعنایت کے خزانے تمہارے اوپر کھول دے گا اب جب فصل کٹ کر تمہارے گھر میں آ گئی اناج سے تمہاری کوٹھیاں بھر گئیں تو تمہیں سمجھنا چاہئے کہ تم اناج کے ان دانوں کے حقیقی مالک نہیں ہو بلکہ ملکیت تو اللہ تعالیٰ کی ہے تم اس کی ملکیت کے امین اور اس کے خزانے کے خزانچی ہو اب تمہارا فرض ہے کہ تم اس کے بخشے ہوئے خزانے کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کرو بالکل اسی طرح جس طرح بینک کا کیشیر بینک کے منیجر اور مالک کے حکم کے مطابق چیک کی رقم ادا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے لیکن وہ عادل اور قادر مطلق بھی ہے اگر وہ چاہتا تو یہ بھی حکم دے دیتا کہ سارا غلہ میرے راستے مین لٹا دو اور خود خالی ہاتھ گھر چلے جاؤ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنی عطاء تمہارے ہی قبضے میں رہنے دی صرف اتنا حکم دیا:۔

﴿وَهُوَ الَّذِىٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (۶:۱۴۱)

وہی اللہ ہے جس نے چھتریوں پر چڑھے اور بغیر چڑھائے ہوئے باغات تخلیق کیے جن میں کھجور کے درخت اور کھیتی کہ ان کے کھانے کی اشیاء مختلف ہوتی ہیں اسی طرح زیتون، انار ایک دوسرے کے مشابہ اور غیر مشابہ بھی ہیں لہذا تم ان کے پھلوں اور پیداوار میں سے کھاؤ اور ان کا شرعی حق اس کے کاٹنے کے دن ادا کر دیا کرو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' مذکورہ بالا آیت کے علاوہ سورہ بقرہ میں بھی ایک آیت ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زرعی پیداوار کا ایک مقرر حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا ضروری ہے اور خرچ کرتے وقت

Marfat.com

شیطان کے کسی بہکاوے میں نہیں آنا چاہیے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ . اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ (۲:۲۶۷)

"اے ایمان والو! جو تم نے کمایا ہے اس میں سے عمدہ اشیاء اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو اور اس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اللہ کے راستے میں خراب شے کے خرچ کرنے کا ارادہ بھی نہ کرو کیونکہ تم خود اسے لینا پسند نہیں کرتے صرف اس صورت میں کہ چشم پوشی کر جاؤ، جان لو کہ اللہ بے نیاز اور لائق حمد ہے شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا، فحش باتوں اور بخل کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بڑا وسعت اور علم والا ہے"

اگر کوئی انسان کافی غور وخوض سے ان آیات کو پڑھے پھر اس میں چھپی ہوئی حکمتوں کو خلوص دل سے تلاش کرے تو اسے درج ذیل باتیں سمجھ میں آئیں گی۔

۱۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتیں مال و متاع اس لیے نہیں ہیں کہ انسان انہیں تجوریوں میں بھر کر بیٹھا رہے بندگان الٰہی اس کی بلا سے فقر و فاقہ میں مبتلا ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں بلکہ یہ ایک اسلامی اور انسانی فریضہ ہے کہ مومن کے اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں محض اس منعم حقیقی کی رضا جوئی کی خاطر صرف کرے اور جو انسان محروم ہیں ان کی کفالت میں ہاتھ بٹائے۔

۲۔ دوسری یہ کہ بندہ جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہے یہ بندے کا اپنا مال نہیں ہے بلکہ جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے اصل میں مال تو اللہ ہی کا ہے بندہ اطاعت حکم الٰہی میں وہ مال (ایک مقررہ مقدار میں) ان انسانوں کو دے رہا ہے جن کو دینے کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے۔

۳۔ تیسری یہ کہ مال دیتے وقت بندے کو چاہیے کہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر یہ پوچھے کہ آیا یہی مال اگر تجھے ملتا تو، تو اسے قبول کرتا یعنی اللہ کی راہ میں عمدہ پاکیزہ اور طیب مال خرچ کرنا چاہیے۔

۴۔ چوتھی بات یہ کہ زمین سے جو پیداوار بندے کو میسر آتی ہے یہ دراصل اللہ ہی نے نکالی ہے اس لیے

Marfat.com

اس سے اللہ کا حق وابستہ ہو چکا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے میں کوتاہی برتے گا تو اس کے نتائج نہایت سنگین ہوں گے مثلاً اولے پڑ جائیں گے، سیلاب آجائے گا یا مقدمہ بازی شروع ہو جائے گی اور انواع واقسام کے جھگڑے اٹھ کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ اللہ کا حق بندے سے خود اس کا حق بھی چھین کر لے جائے گا لہذا جس طرح بیج ڈالنے کے بعد سینچائی ضروری ہے کھاد ڈالنا ضروری ہے، کیڑے مار دواؤں کا استعمال ضروری ہے اور مستقل نگرانی لازمی ہے تاکہ فصل برباد نہ ہو اور کسان کو اس محنت کا اچھا پھل ملے اسی طرح اللہ کا حق ''عشر'' بھی ادا کرنا ضروری ہے تاکہ کسان کی فصل ہر قسم کی آفات ارضی وسماوی سے محفوظ رہے اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں بھی ہر قسم کی آسانی مہیا کی ہے تاکہ انسان کو بار بھی معلوم نہ ہو اور اس کی فصل بھی پاک، صاف اور محفوظ ہو جائے۔

۵۔ پانچویں بات کا تعلق انسان کی نفسیات سے ہے یعنی جب انسان ارادہ کرتا ہے کہ وہ اپنی پاکیزہ کمائی اور اپنی زرعی پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ (عشر یا نصف عشر) اللہ کی راہ میں نکال دے تو اس وقت شیطان اس کے کان میں سرگوشی شروع کر دیتا ہے کہ ایسا نہ کرو ورنہ تمہارا مال اور تمہارا غلہ کم ہو جائے گا پتہ نہیں اگلے سال فصل ایسی ہوگی یا نہیں؟ پتہ نہیں جو منافع کاروبار میں امسال ہوا ہے آئندہ سال بھی ہوگا یا نہیں؟ یہ رقم تم دوسروں کو کیوں دیتے ہو؟ اپنے پاس رکھو اپنے مال کو بڑھاؤ اور پونجی کو بڑھاؤ اور اپنی کمائی ہوئی دولت اور دانے دوسروں کے حوالے کر دینا کہاں کی عقلمندی ہے؟ اللہ تعالیٰ ان آیات میں شیطان کے ان نفسیاتی حملوں کا ذکر فرما کر ان کا جواب دے رہا ہے کہ شیطان تمہیں محتاجی سے ڈرا کر بخل کا سبق پڑھاتا ہے اور میں تم سے دو باتوں کا وعدہ کرتا ہوں ایک مغفرت کا اور دوسرے فضل کا۔ مغفرت کا تعلق آخرت سے ہے اور فضل کا تعلق دنیا سے یعنی میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم میرا حکم مانو گے اور میرے حکم کے مطابق اپنی پاکیزہ کمائی سے میرا عائد کیا ہوا فرض زکوٰۃ اور عشر کی صورت میں پورا کر دو گے تو میں تمہارے بے شمار گناہوں کو بخش دوں گا تم اللہ تعالیٰ کی بخشش کا معاملہ کل حشر کے میدان میں دیکھو گے جن بال بچوں اور غرباء اور اقرباء کے لیے تم دولت جمع کر کے رکھنا چاہتے ہو اور میرے نام پر خرچ کرنے سے کتراتے ہو ان میں سے کوئی فرد قبر میں تمہارے ساتھ نہ جائے گا۔ حشر میں تمہارے کام نہ آئے گا یہ سب انسان حشر کے میدان میں تمہیں دیکھ کر بھاگیں

Marfat.com

گے اور تمہیں پہچاننے سے انکار کر دیں گے ایسے وقت میں ڈھائی فیصد رقم جو تم نے میرے نام پر دنیا میں بصورت زکوٰۃ اور دس فیصد اور پانچ فیصد غلہ بصورت عشر دیا تھا وہاں کام آئے گا میری رحمت تمہاری دستگیری کرے گی اور میری مغفرت کے دامن میں تمہیں پناہ ملے گی۔ یہ معاملہ تو آخرت سے تعلق رکھتا ہے جہاں سے کسی کو مفر نہیں امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا گدا کسان ہو یا جاگیردار، تاجر ہو یا مزدور سب کا آخری ٹھکانا ہی قبر ہے جہاں کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔

؎ تربت میں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا　　شمعیں بھی جلا لو اجالا نہیں ہوتا

دنیا کے لیے بھی اللہ تعالیٰ اس آیت میں ایک وعدہ فرما رہے ہیں اور وہ وعدہ ''فضل'' کا ہے فضل بڑے وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے تاہم قرآن کریم میں اکثر مقامات پر روزی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۶۲ : ۱۰)

''پس جب نماز ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کرو''

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۷۳ : ۲۰)

''اور بعض انسان دوسرے ملک میں سفر کر کے اللہ کا فضل تلاش کریں گے''

ان تمام آیات میں فضل روزی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یہ بات زیادہ واضح انداز میں اگلی آیت میں بیان ہوئی ہے۔ ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (۲ : ۲۷۲)

''جو کچھ بھی تم اپنے مال میں سے اپنے لیے خرچ کرتے ہو اور جو اللہ کی رضا جوئی کی خاطر کرتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم اپنے مال میں سے جو میرا ہی بخشا ہوا ہے جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو وہ سب تم کو پورا پورا لوٹا دیا جائے گا اور تم پر ذرا بھی زیادتی نہیں کی جائے گی''

یعنی اگر تم نے میرے حکم کے مطابق میری رضا جوئی کی خاطر اپنا مال خرچ کیا تو اس سے مجھے تو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا اس کا فائدہ تمہیں ملے گا کیونکہ میرے راستے میں مال خرچ کرنا ایک قسم کی سرمایہ کاری (Investment) ہے ایک لگاؤ گے سات سو پاؤ گے اور یہ بھی آخری نہیں اس سے بھی

Marfat.com

زیادہ ہوسکتا ہے پھر میں جو تمہارا خالق و مالکُ اور رازق العباد ہوں تم سے یہ وعدہ کرتا اور ضمانت دیتا ہوں کہ تمہیں تمہارا مال پورا لوا دوں گا اور تم پر معمولی سا بھی ظلم نہیں ہونے دوں گا یہ آیت ایک مومن کے لیے لمحہ فکریہ مہیا کرتی ہے کہ سٹیٹ کی طرف سے دس روپے کے نوٹ پر مرقوم ہے:۔

بینک دولت پاکستان

دس روپیہ

حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کریگا

گورنر

بینک دولت پاکستان

ایک لمحے کے لیے ہمارے ذہن میں شک کا ایک شائبہ بھی پیدا نہیں ہوتا کہ پتہ نہیں ''بینک دولت پاکستان'' مطالبہ پر دس روپیہ ہمیں ادا کرے گا بھی یا نہیں؟ کیوں؟ اس لیے کہ دس روپیہ کا نوٹ حکومت پاکستان کی ضمانت سے جاری ہوا ہے۔ تو کیا ملکوت السمٰوٰت والارض کے مطلق العنان فرماں روا اور خالق و مالک اللہ کی ضمانت اور وعدہ حکومت پاکستان کے وعدے اور ضمانت سے بھی کمزور ہے کہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر تم زکوٰۃ و عشر ادا کرنے سے گریز کرتے ہو؟

پاکستانی کرنسی کی قیمت میں کمی

''ڈالر کے مقابلے میں پاکستانی روپے کی قیمت ایک بار پھر کم کر دی گئی سٹیٹ بنک کی طرف سے کی گئی ''ری ایڈجسٹمنٹ'' کے نتیجے میں ڈالر روپے کے مقابلے میں چھ پیسے مہنگا ہو گیا۔

۱۳ اپریل ۱۹۹۷ء کے بعد کرنسی کی قیمت میں پانچویں بار کمی ہوئی ہے گزشتہ ماہ کی ۲۸ تاریخ کو کرنسی کی قیمت سات پیسے کم ہو گئی تھی جس تیزی سے ہماری کرنسی کی قیمت گرائی جا رہی ہے اس کی اصل وجوہ کیا ہیں سٹیٹ بنک کے متعلقہ ماہرین بہتر جانتے ہوں گے لیکن بادی النظر میں جو وجوہ ہیں ان میں ہمارا ایکسپورٹ بیس نہ ہونا اور درآمدات زیادہ قابل توجہ ہیں جب تک پیداواری بنیاد مضبوط نہ ہو اور غیر ملکی منڈیوں میں ہماری اشیاء کی خاطر خواہ برآمد نہ ہو یہ سلسلہ اس طرح جاری رہے گا اور وہ وقت زیادہ دور نہیں جب ہماری کرنسی کے بنیادی یونٹ یعنی روپے کی قیمت نہ ہونے کے برابر رہ

Marfat.com

جائے گی حقیقت یہ ہے کہ جدید دور کی بیشتر اشیاء ایسی ہین جو ہماری آبادی کے متوسط اور غریب طبقے کی خریداری کی استطاعت سے باہر ہو چکی ہیں ادھر ارباب اختیار ہیں کہ مضحکہ خیز دعوے کرتے ہیں کبھی ایشیاء میں صنعتی لیڈر بننے کی بات ہوتی ہے کبھی خود کفالت کے عزم دہرائے جاتے ہیں اور غریب اور متوسط طبقے کی زندگی اجیرن ہوتی جارہی ہے ہم آزادی کے پچاسویں سال بھی قیمتوں کی ڈھانچے میں استحکام نہیں لا سکے ادائیگیوں کے توازن، قرضوں پر سود کی واپسی، افراط زر اور دیگر معاشی عوامل پر کرنسی کی قیمت گھٹائے چلے جانے کا جو خوفناک اثر ہو گا اس کے ظاہر ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی یہی عوام روپے کی قیمت میں ایک بار پھر کمی کا باعث بن سکتے ہیں'' (۲۲)

دولت اور وزن کے کم کرنے کا عذاب

''آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہماری معاشی ضرورت کی اشیاء روز بروز گراں ہوتی جارہی ہیں حکومت کنٹرول کرنے کے کئی طریقے استعمال کرتی ہے لیکن گرانی کے دیو کو اس طرح پنجرے میں قید نہیں کر سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومتیں جلب زر کے لیے کرنسی اور دولت کے پیمانے کو گھٹاتی اور بڑھاتی رہتی ہیں۔ دوسرے کمزور ملک جو سرمایہ دار ملکوں سے قرض وصول کرتے ہیں وہ اس قرض پر کافی سود لگاتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ جب تک معاشی کاروبار میں وزن اور دولت کے پیمانوں کو عدل میں نہ رکھا جائے عوام رات دن گرانی کے عذاب میں پستے رہیں گے'' (۲۳)

﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ. اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ. وَاَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ﴾ (۵۵: ۷-۹) ''اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا اور دنیا میں میزان کے نظام کو اس لیے جاری کیا تاکہ ناپ تول کے معاملے میں زیادتی نہ کرو اس لیے تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ وزن کے معیار کو عدل کے ساتھ قائم رکھو اور ناپ تول کے ذریعے حق واضافہ کر کے کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ'' اس کا خلاصہ اب چند مثالوں کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے:۔

''Depreciation'' کرنسی کے کم کرنے سے کس طرح دولت کے پیمانے کو کم کیا جارہا ہے۔ فرض کرو کسی ملک میں سونے کو اس کی کرنسی کے عوض خرید و فروخت کیا جاتا ہے اس طرح آج کل ایک لاکھ گرام سونے کو ایک لاکھ کی کرنسی سے فروخت کیا جاتا ہے یعنی ایک کرنسی اس وقت ایک گرام سونے کی

Marfat.com

نمائندگی کر رہی ہے گویا ایک کرنسی ایک گرام ہی کے قائم مقام ہے۔ چند سال بعد اگر دس لاکھ گرام سونے کو بیس لاکھ کرنسی کے عوض فروخت کیا جائے تو معاشی ماہرین کے نزدیک اب یہ کرنسی نصف گرام سونے کے قائم مقام بن جائے گی حالانکہ اس سے پہلے ایک کرنسی سونے کے برابر تھی۔ دیکھئے! یہ کرنسی دولت کی جس مقدار کی نمائندگی کرتی ہے اس کرنسی کے سکڑنے Depreciation سے دولت کے متعین کردہ پیمانے کو کس طرح کم کر رہا ہے۔ سونے کے مقررہ معیار کے معطل ہونے سے پہلے افراط زر یعنی تمام اشیاء کے لگاتار بڑھنے کا معاملہ پہلے دنیا میں کبھی پیش نہیں آتا تھا بلکہ یہ ممکن بھی نہیں تھا اگر دولت کا معیاری پیمانہ رائج رہے تو افراط کی قباحت بالکل رک جاتی ہے کیونکہ معیاری ثمن کو بڑھانے میں شدید دشواریاں پیش آتی ہیں۔ اگر اس کی دستیابی بڑھ بھی جائے تو انسان اس کا تبادلہ کم مال کے عوض بالکل نہ کریں گے کیونکہ اس کے جمع رکھنے سے وہ شے کم نہیں ہوتی انسان اسے کم مال سے بدلنے کے بجائے اس کو اپنے پاس رکھنا ہی پسند کریں گے ہاں اگر کسی شے کی رسد اس کی طلب سے کم ہو جائے تو اس کی قیمت لازماً بڑھ جاتی ہے۔ اگر اس شے کی رسد اس کی طلب سے بڑھ جائے تو پھر اس کی قیمت گھٹ جاتی ہے''(۲۴)

اس کے بعد افراط زر کے ظلم کی مثال پیش کی جاتی ہے:۔

''شاید عوام اس نقص کا پورا ادراک نہ کر سکیں مثلاً اگر چینی کو کرنسی بنا دیا جائے پھر اس کی رسد بڑھانے کے لیے اس کی پیداوار بھی بڑھانی ہوگی۔ اس کی پیداوار پر جتنا خرچ آئے گا وہی خرچہ اس کی قیمت خرید متعین کرے گا اس طرح قیمت خرید اس کی فطری قیمت ہوگی۔ نوٹوں کی کرنسی دولت کی جس مقدار کی نمائندگی کرتی ہے اگر اسے زیادہ مقدار میں چھاپ دیا جائے تو لازماً دولت کی متعینہ مقدار کم ہو جائے گی۔ مثلاً ۱۰۰ کی کرنسی میں سو گرام سونا مل رہا ہے۔ اگر حکومت ۱۰۰ گرام سونے کے لیے دو سو کی کرنسی مقرر کر دے تو کرنسی کے اس Depreciation سے سونے کی معینہ مقدار بھی کم ہو جائے گی۔ پہلے ایک کرنسی کے بدلے ایک گرام سونا مل جاتا تھا اب ایک کرنسی کے بدلے نصف گرام سونا ملے گا۔ اب فرق معلوم کریں چینی کی کرنسی میں اس کی فطری مقدار باقی رہتی ہے اور کرنسی کی مقدار ایک جگہ قائم نہیں رہتی۔ حکومت جب چاہے عوام کو افراط زر کے عذاب میں مبتلا کر سکتی ہے جس وقت نوٹ جاری

Marfat.com

ہوئے تھے تو اس وقت علماء نے کہا تھا کہ یہ ایک اصطلاحی ثمن ہے کہ ان کے ذریعے حقیقی اثمان جاری ہوں گے یہ نوٹ ان پر درج شدہ سونے چاندی کی مقدار کی نمائندگی کرتے تھے اس وجہ سے انہیں معیاری اثمان کا درجہ دے دیا گیا اس کے بعد مسلسل کم کی جانے والی کرنسی نافذ کر دی گئی جس کے نتیجے میں سونا اپنے معیاری ثمن سے معطل ہو گیا کاغذی کرنسی بھی دولت کا پیمانہ ہے لیکن یہ کرنسی دولت کی جس مقدار کی نمائندگی کرتی ہے عوام میں اس کا اعلان نہیں کیا جاتا حکومت چونکہ اس کرنسی کو مسلسل کم کرتی رہتی ہے اس لیے قرض و دین کی ادائیگی میں، تجارت کے نفع و نقصان کے تعین کے لیے ہم ایسی کرنسی کو شرعاً کیسے استعمال کر سکتے ہیں'' (۲۵)

''ا۔ فرض کیجئے کہ آج کے دن سونے کی قیمت ۱۵۰۰۰ روپے فی تولہ ہے۔ آپ ایک ایسے انسان سے قرض لے رہے ہیں جس کے پاس نقدی نہیں ہے صرف سونے کا زیور موجود ہے۔ آپ کو ۳۰۰۰۰ روپے کی ضرورت ہے وہ آپ کو دو تولے کا زیور بیچ کر پورے تیس ہزار روپے ادا کر دیتا ہے۔ پانچ سال کے بعد حکومت روپے کی کرنسی کم کر کے ایک تولے کی قیمت ۳۰۰۰۰ روپے کر دیتی ہے۔ اگر اب اس وقت اپنے قرض کے ۳۰۰۰۰ روپے ادا کر دیں تو اسے اس رقم سے ایک تولہ سونا ملے گا۔ آپ بتلائیں اس طرح قرض دینے والا کیا اپنا پورا حق وصول کر رہا ہے بلکہ اس وصولی میں وہ ایک تولے سونے کا نقصان اٹھا رہا ہے۔

۲۔ جب فلس کی اس تعداد کو جو دینار کی نمائندگی کرتے تھے۔ حکومت نے اس تعداد کو زیادہ کر دیا تو امام ابو یوسف نے اس وقت یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ قرض کی ادائیگی کے لیے فلس کی وہ مقدار ادا کرنی ہوگی جتنے دینار اس وقت قرض لیے تھے وہ فلس ان کی اب موجودہ شرح کو پورا کر رہے ہیں۔ مثلاً اس وقت نصف دینار کی شرح پچاس فلس تھی۔ اب جبکہ وہ اپنا قرض ادا کر رہا ہے اس وقت نصف دینار کی شرح ۶۰ فلس ہوگئی ہے تو اب اسے پچاس فلس کی بجائے ساٹھ ادا کرنے ہوں گے۔ اس لیے نصف دینار کی موجودہ شرح یہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا دولت کے پیمانے میں جتنی کمی ہوتی رہے گی لیکن لین دین کے معاملے میں اس کی تلافی لازمی ہوگی۔

۳۔ مثلاً ایک کلو وزن کی شے دس روپے میں مل رہی ہے اگر حکومت کسی پالیسی کے تحت کلو کا وزن ۵۰۰

Marfat.com

گرام مقرر کر کے اسے نافذ کر دے تو تمام قیمتیں بھی نصف ہو جائیں گی۔ عوام ظاہراً یہی محسوس کرتے رہیں گے کہ پہلے ایک کلو وزن کی شے دس روپے میں ملتی تھی اب وہی شے جس کا سرکاری وزن ایک کلو ہے۔ پانچ روپے میں مل جاتی ہے۔ پس جس طرح وزن کے پیمانہ کو کم کرنے سے قیمتوں کے گھٹنے کا دھوکہ ہوتا ہے اس طرح دولت کے پیمانہ کو کم کرنے سے قیمتوں کے بڑھنے کا دھوکہ ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ارباب حکومت جب دولت اور وزن کے پیمانے کی معیاری حد متعین کر کے اسے نافذ کریں گے ان دونوں کے پیمانوں میں جب تک کی بیشی ہوتی رہے گی۔ شرعاً نہ ہمارے قرضوں کی ادائیگی درست ہو سکتی ہے اور نہ تجارت میں نفع و نقصان کا صحیح تعین کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی عوام گرانی کے عذاب میں بھی رات دن پستے رہیں گے'' (۲۶)

حفاظت الٰہی کی ایک مثال

''ایک دن ایک انسان میدان میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے بادل میں سے ایک آواز سنی کہ ''فلاں انسان کے باغ کو سیراب کرآؤ'' اس آواز کا آنا تھا کہ بادل اپنی جگہ سے چل پڑا اور سارا پانی ایک قطعہ اراضی میں انڈیل دیا وہ انسان بھی بادل کے ساتھ چلتا ہوا آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں تالاب کی مانند گہرائی ہے سارا پانی وہاں جمع ہو کر آگے بڑھ رہا ہے وہ پانی کے ساتھ چلتا گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک انسان اپنے باغ کے بیچ میں کھڑا ہو کر اسی پانی سے اپنے باغ کو سیراب کر رہا ہے اس نے باغ والے سے دریافت کیا کہ بندہ الٰہی آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام بتلایا تو یہ حیران رہ گیا کیونکہ اس نے وہی نام بتلایا تھا جو اس نے بادل میں سے سنا تھا باغ والے نے دریافت کیا اللہ کے بندے آپ نے میرا نام کیوں دریافت کیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے اس بادل میں سے جس کے پانی سے آپ اس وقت سیراب کر رہے ہیں یہ آواز سنی تھی کہ'' بادل فلاں انسان کے باغ کو جا کر سیراب کر دے'' اور اس میں سے جو نام سنائی دیتا تھا وہ آپ ہی کا نام تھا تو بتلایئے کہ آپ ایسا کون سا کام کرتے ہیں جس کی بنا پر آپ پر اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی عنایت ہوتی ہے؟ باغ والے نے جواب دیا اب جبکہ آپ نے سب کچھ جان لیا ہے اور مجھے بتلا رہے ہیں تو سنئے!'' اس باغ سے جو کچھ پیدا ہوتا ہے میں اس کے تین حصے کرتا ہوں ایک حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتا ہوں ایک حصہ میرے بال بچے اور میں

Marfat.com

کھاتا ہوں اور ایک حصہ بیج اور دیگر اخراجات پر صرف کر کے اسی باغ میں لوٹا دیتا ہوں" (۲۷)

غالباً رسول اللہ ﷺ نے اگلی امتوں میں سے کسی امت کے ایک فرد کا یہ ذاتی واقعہ بیان فرمایا ہے آپ کی امت پر تو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے اگر اس امت کے افراد اللہ تعالیٰ کے وعدے اور ضمانت پر اعتماد کر کے اپنی زرعی پیداوار کا وہ حصہ اللہ کی راہ میں نکال دیں جس کا نکالنا اسی طرح فرض ہے جس طرح زکوٰۃ کا نکالنا فرض ہے تو دو اشیاء یقینی ہیں۔

ا۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی پیداوار میں برکت عطا فرمائے گا اور ان کی زراعت دن دوگنی ورات چوگنی ترقی کرے گی کیونکہ قرآن کریم میں نہایت واضح الفاظ میں بتلایا گیا ہے:۔ ﴿یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ﴾ (۲:۲۷۶) "اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے"

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ (۲:۲۶۱)

"جو انسان اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے مال کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک دانہ کہ جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں اللہ جسے چاہتا ہے زیادہ دے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت اور کامل علم والا ہے"

اس مقام پر ایک عام انسان کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سات سو بالیوں کی مثال دی ہے جو صرف ایک دانے سے اگیں اور ایک دانے نے سات سو دانوں کی شکل اختیار کر لی بالکل یہی حالت اس مال کی ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے راستے میں خرچ کیا جائے لہذا بڑھوتری اور فائدہ یقینی ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ جس مال سے زکوٰۃ یا عشر ادا کر دیا جائے وہ پاکیزہ اور ہلاکت و تباہی سے محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ اب اس مال میں اللہ تعالیٰ کا حق شامل نہیں ہوتا جو فساد کا باعث ہوتا ہے حدیث میں ہے قال عمر قال رسول اللہ ﷺ ماتلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزکوۃ۔ (۲۸) "عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ بحر و بر میں کوئی مال تلف اور برباد

نہیں ہوتا سوائے زکوٰۃ روک لینے کے یعنی اگر مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے تو وہ مال آخر کار تباہ ہو کر رہے"

روی عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ ما خالطت الصدقة اوقال الزکوٰة مالا الا افسدته (۲۹) "عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس مال میں صدقہ یا زکوٰۃ مل جاتا ہے اسے فاسد اور تباہ کر دیتا ہے"

اگر تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی یا اپنے کھیت یا باغ کی پیداوار سے عشر نہ دیا تو تمہارے مال اور پیداوار میں زکوٰۃ اور عشر ملا ہوا ہے یہ شے آخر کار تمہارے مال کے لیے تباہ کن ثابت ہو گی طبرانی الکبیر کی ایک روایت میں تو ہے کہ ایسے انسان کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال امرنا باقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة ومن لم یزک فلا صلاة له رواه الطبرانی فی الکبیر (۳۰)

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تھا کہ جو زکوٰۃ یا عشر واجب ہونے کے باوجود نہ دے اس کی نماز نہیں ہوتی"

محمد ﷺ تو اپنی امت پر بے حد شفیق تھے چنانچہ قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس مبارک صفت کا تذکرہ فرمایا ہے آپ بھلا یہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ محنت کر کے مال کمانے اور بے انتہاء مشقتیں اٹھانے کے بعد کھیت اور باغ سے پیدوار حاصل کرنے کے بعد آپ کے امتیوں کا مال اور پیداوار تباہ ہو جائے اس لیے محمد ﷺ نے ایک نسخہ شافی بتلایا ہے جسے امت کو چاہیے کہ قیامت تک حرز جان بنائے رکھے محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ حصنوا اموالکم بالزکوٰة وداووا مرضاکم بالصدقة (۳۱) "ابن مسعود سے روایت ہے کہ محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اموال اور پیداوار کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ کرو اور اپنے مریضوں کا علاج صدقے کے ذریعہ کیا کرو"

معلوم ہوا کہ مال کی زکوٰۃ اور پیداوار کا عشر دینے کے بعد مال اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے اسی لیے یہاں رسول اللہ ﷺ نے حصنوا کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو حصن بمعنی قلعہ سے ہے۔

زکوٰۃ کے مصارف

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ارکان سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو نماز کے ساتھ ملایا ہے فرمایا:۔

واقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو"، اب صرف بعض شرائط اور آداب کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

شرائط زکوٰۃ:۔ شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ منصوص علیہ شے سے زکوٰۃ ادا کی جائے اور اس کی قیمت ادا نہ کی جائے صحیح یہی ہے اور جس نے قیمت ادا کرنے کو جائز کہا ہے اس نے صرف حاجت پوری کرنے کو ملحوظ رکھا ہے اور حاجت کا پورا کرنا ہی مقصود نہیں ہے بلکہ اس کا کچھ حصہ ہے، کیونکہ شریعت کے واجبات تین اقسام کے ہیں:۔

ا۔ ایک قسم تو وہ ہے جس میں صرف بندگی کا اظہار ہے جیسے جمرات کو کنکریاں مارنا اس سے شریعت کا مقصد صرف بندے کا امتحان ہے کہ وہ تعمیل کرتا ہے یا نہیں تاکہ بندے کی غلامی ایسے فعل سے ظاہر ہو جس کے معنی بھی وہ نہیں سمجھ سکتا۔

۲۔ دوسری قسم اس کے برعکس ہے اور یہ ایسے واجبات ہیں جن سے اظہار غلامی مقصود نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد خالص حقوق ہیں جیسے انسانوں کا قرضہ ادا کرنا اور چھنی ہوئی شے کو واپس کرنا وغیرہ اس میں نیت اور فعل کا اعتبار نہیں ہے بلکہ جس طرح بھی مستحق کو اس کا حق پہنچ جائے مقصود حاصل ہو جائے گا یہ دونوں قسم کے واجبات غیر مرکب ہیں۔

۳۔ تیسری قسم مرکب واجبات کی ہے اور ان سے دونوں اشیاء مقصود ہوتی ہیں مکلّف کا امتحان بھی اور بندوں کے حقوق بھی ان میں جمرات کو کنکر مارنے کی عبودیت اور حقوق ادا کرنے کا حصہ دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔

ضروری نہیں کہ ان میں سے جو باریک معنی ہیں یعنی اظہار عبودیت ان کو نظر انداز کر دیا جائے اور جو زیادہ دقیق ہے وہی زیادہ اہم ہے اور زکوٰۃ بھی اسی قسم سے ہے اس میں فقیر کا حصہ حاجت پوری کرنے میں ہے اور عبودیت کا حق حکم کی تفصیلات میں اتباع شریعت، شریعت کا مقصود ہے اور اسی

Marfat.com

اعتبار سے زکوٰۃ نماز اور حج کے قریب ہوگئی ہے. (۳۲)

زکوٰۃ کے آداب

انسان کی ادائیگی زکوٰۃ میں چند ایک ذمہ داریاں ہیں:۔

(i) پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ کے مقصد کو سمجھے اور یہ اشیاء ہیں۔ پہلے اپنی محبوب شے نکالنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویدار کا امتحان، دوسری بخل سے پاک ہونا اور تیسری مال کی نعمت کا شکر۔

(ii) دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ زکوٰۃ پوشیدہ طور پر نکالی جائے کیونکہ اس میں ریا کی آمیزش نہیں ہوتی ظاہر کر کے دینے میں لینے والے کی ذلت کا اظہار بھی ہے پھر اگر اسے خوف ہو کہ زکوٰۃ نہ دینے سے اس پر الزام عائد ہوگا تو علانیہ طور پر ایسے حاجتمند کو دے جو جماعت کے سامنے لینے کو برا نہ سمجھتا ہو

(iii) تیسری یہ کہ احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اس کو ضائع نہ کرے اور اس طرح ہوتا ہے کہ انسان جب اپنے آپ کو زکوٰۃ لینے والے پر احسان کرنے والا اور انعام کرنے والا سمجھتا ہے تو بسا اوقات اس سے اس کا اظہار بھی ہو جاتا ہے اگر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ حاجتمند خود اس پر احسان کرنے والا ہے کیونکہ وہ اس سے اللہ کا وہ حق قبول کرتا ہے جو اس کے مال کو پاک کرتا ہے۔

ساتھ ہی اس بات کو بھی مدنظر رکھے کہ اس کو زکوٰۃ ادا کرنا نعمت مال کا شکرانہ ہے تو پھر اس کے اور زکوٰۃ لینے والے کے درمیان کوئی تعلق ہی نہیں رہتا اور یہ کسی صورت میں بھی درست نہیں کہ لینے والے کو اس کی غریبی کی وجہ سے حقیر سمجھے کیونکہ نہ مال سے فضیلت ہے اور نہ غریبی کوئی نقص۔

۴۔ چوتھی یہ کہ اپنے عطیے کو حقیر سمجھے، کیونکہ اپنے کام کو عظیم سمجھنے والا مغرور ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حقیقی نیکی تین باتوں سے حاصل ہوتی ہے اسے ہلکا سمجھے اور جلدی کرے اور پوشیدہ کرے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ اپنے مال میں سے سب سے زیادہ حلال اور اچھے اور محبوب مال کا انتخاب کرے۔ اور اچھا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون "اور خرچ کرتے وقت ردی شے کا انتخاب نہ کرو"

چاہیے کہ اس میں دو باتوں کو ملحوظ رکھے ایک تو اللہ تعالیٰ کا حق تعظیم ہے اور اللہ کا زیادہ حق ہے کہ اس کے لیے محبوب شے دی جائے اگر کوئی انسان اپنے مہمان کے سامنے ردی کھانا رکھے تو اس کا سینہ

Marfat.com

جل اٹھے گا دوسری یہ کہ جو کچھ وہ آج آگے بھیجے گا کل قیامت کو وہی کچھ اس کو ملے گا، چاہیے کہ وہ اپنے لیے بہتر شے کا انتخاب کرے۔

باقی رہی سب سے پیاری شے تو وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لن تنالو ا البر حتی تنفقوا مما تحبون "تم اس وقت تک بھلائی نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ شے خرچ نہ کرو"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب آپ کسی شے سے بہت زیادہ محبت کرتے تو اسے اللہ کی راہ میں قربان کر دیتے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جحفہ میں آئے تو بیمار تھے آپ نے مچھلی کھانے کی خواہش کی۔ بڑی مشکل سے صرف ایک ہی مچھلی ملی بیوی صاحبہ نے تیار کر کے آپ کے سامنے رکھی تو اسی وقت ایک مسکین آ گیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے وہ مچھلی عطا فرما دی بیوی صاحبہ نے کہا ہمارے پاس اور بہت کچھ کھانے کو ہے ہم وہ اسے دے دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا: نہیں یہی دو کیونکہ ہمیں یہی سب سے زیادہ پسند ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ربیع بن خثیم کے دروازے پر ایک سائل آیا آپ نے فرمایا اسے انگور یا کھجوریں کھلاؤ گھر والوں نے کہا ہم اسے روٹی کھلا دیتے ہیں اور وہ اس کے لیے زیادہ اچھی ہے تو محمد ﷺ نے فرمایا تم پر افسوس ہے اسے انگور کھلاؤ کیونکہ ربیع کو انگور پسند ہیں چھٹی یہ کہ اپنے صدقے کے لیے مستحق انسان کا انتخاب کرے اور یہ کچھ خاص انسان ہیں اور ان کی کچھ صفات یہ ہیں (۳۳)

مستحقین کی صفات

(i) صفت تقویٰ ہے اپنے صدقے کے لیے متقی انسانوں کا انتخاب کرے کہ اس سے ان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف اور زیادہ ہو جائے گی۔

عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عبادت گزاروں کو سجدے کی حالت میں دینا پسند کرتے اور دینار یا درہم کی تھیلی لے آتے اور چپکے سے ان کے پاؤں کے پاس رکھ دیتے اس طرح کہ ان کو تھیلی کا پتہ تو چل جاتا لیکن یہ پتہ نہ چلتا کہ کون رکھ گیا ہے آپ سے کہا گیا آپ ان کے گھروں میں کیوں نہیں بھیجتے تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے پسند نہیں کہ جب وہ مجھے یا میرے ایلچی کو دیکھیں تو ان کا چہرہ ندامت سے متغیر ہو جائے۔

Marfat.com

(ii) صفت علم ہے کہ عالم کو دینے میں علم اور دین کی تبلیغ میں اعانت ہے اور یہ شریعت کی تقویت ہے۔

(iii) وہ ان انسان ایسے ہوں جو انعام صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں اور اسباب کی طرف اتنا ہی متوجہ ہوتے ہیں جتنا کہ شکریہ ادا کرنے کے لیے مستحب ہے وہ انسان جو عطیہ لے کر مدح کرنے کا عادی ہو اس کو جب نہ ملے تو وہ ہجو بھی کرے گا۔

(iv) وہ اپنے فقر کی حفاظت کرتا ہو۔ اپنی حاجت کو چھپاتا ہو تکلیف کو ظاہر نہ کرتا ہو اللہ نے فرمایا ہے یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف "سوال سے بچنے کی وجہ سے بے خبر انسان ان کو دولت مند سمجھتا ہے" ایسے انسان بڑی تحقیق کے بعد ملتے ہیں۔

(v) وہ عیال دار ہو یا بیماری یا قرضے میں گرفتار ہو تو یہ محصر (بند کیے گئے) انسانوں میں سے ہے اور ان پر صدقہ کرنا اور ان کو قید سے چھڑانا ہے۔

(vi) وہ قرابت دار ہو اور ذوی الارحام سے تعلق رکھتا ہو ان پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی جس انسان میں ان میں سے دو صفتیں زیادہ پائی جائیں تو اس کو دینا اتنا ہی افضل ہو گا (۴۴)

زکوٰۃ لینے والے کے آداب

ضروری ہے کہ زکوٰۃ لینے والا آٹھ قسموں میں سے ہو کیونکہ زکوٰۃ لینے میں بھی کچھ فرائض ہیں۔

(i) وہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زکوٰۃ اس لیے دلوائی ہے کہ اس کی پریشانیاں دور ہو جائیں اور اسے ایک ہی فکر اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی رہ جائے۔

(ii) دینے والے کا شکریہ ادا کرے اور اس کے لیے دعا اور اس کی ثناء کرے اور یہ اشیاء صرف اتنی ہوں جتنی کہ سبب کا شکر ادا کرنے کی ہوتی ہیں کیونکہ جس نے انسانوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہ کیا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور پورا شکریہ ادا کرنے کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ اس عطیے کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ تھوڑا سا ہی ہو اور اس کی مذمت نہ کرے اور اس میں اگر کوئی عیب ہو تو اس کو ظاہر نہ کرے اور جیسا کہ دینے والے کا ذمہ یہ ہے کہ وہ اپنے عطیے کو حقیر سمجھے اسی طرح لینے والے کے ذمہ یہ ہے کہ اسے بڑا سمجھے اور یہ تمام باتیں نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنے کے برخلاف نہیں ہیں کیونکہ جو انسان واسطے کو واسطہ نہ سمجھے وہ جاہل اور جو واسطہ کو اصل سمجھ لے وہ منکر ہے۔

Marfat.com

(iii) جو کچھ اسے مل رہا ہے اس میں غور کرنے اگر وہ حلال مال سے نہ ہو تو بالکل نہ لے کیونکہ غیر حلال مال سے دینا زکوٰۃ نہیں کچھ بھی مشتبہ ہو تو اس سے پرہیز کرے الا یہ کہ تنگی میں مبتلا ہو پھر جس کا اکثر مال حرام کا ہو وہ زکوٰۃ نکالے اور جو مال ملا ہے اس کے خاص معین مالک کو نہ جانتا ہو تو اس میں فتویٰ یہ ہے کہ اس سارے مال کو صدقہ کر دے البتہ تنگی کے وقت اگر صرف مال نہ مل سکے تو اس مال سے بقدر ضرورت لینا جائز ہے۔

(iv) جتنا لیتا ہے اس میں بھی شبہات کے مواقع سے پرہیز کرے اور صرف اتنا ہی لے جتنا کہ اس کے لیے جائز ہے اگر وہ مقروض ہے تو قرض کی مقدار سے زیادہ نہ لے یا غازی ہے تو جتنی ضرورت ہے اتنا لے اور اگر تنگدستی ہے تو ضرورت کے مطابق لے دولت اکٹھی کرنے کی کوشش نہ کرے یہ سب کچھ اس کے اپنے انداز پر موقوف ہے پرہیزگاری مشتبہ شے کو چھوڑ کر دینے میں ہے

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کتنا سرمایہ پاس ہو تو زکوٰۃ لینا منع ہے ان میں صحیح بات یہ ہے کہ اس کے پاس اتنا ہو کہ اس کی عام ضرورتیں پوری ہوتی رہیں تجارت ہو یا صنعت یا زمین کی آمدن یا کوئی اور ذریعہ اور اگر بعض ضرورتیں پوری ہوتی ہوں تو باقی کے لیے لے اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو بقدر ضرورت لے لیکن جو بقدر کفالت لے وہ سال کے خرچ سے زیادہ نہ ہو سال کا اعتبار اس لیے کیا گیا ہے کہ جب سال پورا ہو جائے تو پھر لینے کا وقت آ جائے گا اور اگر سال سے زیادہ لے گا تو دوسرے فقراء تنگ ہو جائیں گے (۳۵)

نفلی صدقہ اس کی فضیلت اور آداب

صدقے کے فضائل بے شمار مشہور ہیں ان میں سے وہ بھی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو؟'' صحابہ نے عرض کیا'' اے اللہ کے رسول ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال پیارا نہ ہو'' محمد ﷺ نے فرمایا تمہارا مال وہ ہے جو تم نے آگے بھیجا اور وارث کا وہ ہے جو پیچھے چھوڑا''

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس انسان نے طیب کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں طیب شے ہی قبول

Marfat.com

کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دائیں ہاتھ سے لیتا ہے پھر اس کے مالک کے لیے اس کی پرورش کرتا ہے جیسے کوئی تم میں سے اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے''

ایک اور حدیث میں ہے کہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے اسی مضمون کی ایک اور حدیث ہے ''صدقہ کرو صدقہ جہنم سے آزادی ہے''

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محمد ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی انسان صدقہ کرتا ہے تو اس انسان سے ستر شیطانوں کے جبڑے کھل جاتے ہیں یعنی وہ ان سے آزاد ہو جاتا ہے''

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ محمد ﷺ نے فرمایا ''صدقے سے مال کم نہیں ہوتا''

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے کہا کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی تو محمد ﷺ نے فرمایا ''اس میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے؟'' انہوں نے کہا ''ایک شانے کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہا تو محمد ﷺ نے فرمایا سب کچھ باقی رہا صرف شانہ باقی نہیں رہا''

صدقے کے آداب وہی ہیں جو زکوۃ میں بیان کیے جا چکے ہیں البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس میں سے فقیر کے لیے کون سی شے بہتر ہے، یعنی وہ زکوۃ لے یا صدقہ؟ تو کچھ انسانوں نے کہا زکوۃ افضل ہے اور دوسروں نے کہا صدقہ لینا بہتر ہے۔

''اس سوال کے جواب میں کہ بہترین صدقہ کون سا ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو صحت اور ضرورت کے ہوتے ہوئے بھی صدقہ نہ کرے تجھے تنگدستی کا خوف ہو اور دولتمندی کی خواہش ہو اور اتنی دیر کرے کہ جان حلق تک آ جائے اور تو کہے، اتنا فلاں کو دے دو اور اتنا فلاں کو دے دو وہ تو اب فلاں کا ہو ہی چکا ہے'' (۳۶)

دنیا کی اندھی محبت اور زکوۃ

﴿وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾ ''انسان مال کے ساتھ شدید محبت رکھتا ہے''

﴿وتحبون المال حباً جماً. واحضرت الانفس الشح ، ه: حنیٰ و اقنیٰ﴾

مال چونکہ ہوس کے ذریعے کمایا جاتا ہے اس لیے انسان مال کی محبت میں اندھا ہو جاتا ہے مال کو خرچ کرنے کا جو صحیح سلیقہ ہوتا ہے اس اندھی محبت کی وجہ سے حسن سلیقہ سے محروم ہو جاتا ہے اگر اس مال میں

Marfat.com

زکوٰۃ کے ذریعے مساکین کا حق ادا کر دیا جائے تو پھر مال کی اندھی محبت حسن سلیقہ میں بدل جاتی ہے پھر اس کی ایک ایک پائی موزوں جگہ پر خرچ ہوتی رہے گی اگر اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو پھر لاکھوں روپے بھی اس کے فضول کاموں میں تباہ ہوتے رہیں گے اسی طرح حسین عورت کے حصول میں بھی چونکہ ہوس کا واسطہ ہوتا ہے اس لیے وہ ایسی عورتوں کے پیچھے اپنی قیمتی جائدادیں برباد کرتا ہے یعنی جس شے کو بھی ہوس کے ذریعے حاصل کیا جائے گا حصول کے بعد اس میں صحیح عقل اپنے صحیح توازن پر مشکل سے برقرار رہتی ہے۔

زکوٰۃ دینے سے چونکہ مساکین کی بعض تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں اور نہ دینے سے ان کی تکلیفوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اس سے مساکین کو اذیت پہنچتی ہے نہ دینے والے کے حق میں اذیت کا باعث بن جاتی ہے اور یوں بھی ہوتا ہے ایک غریب جو کسی مرض میں مبتلا ہو تو علاج کے لیے اس کے پاس پیسے نہیں ہیں اگر اسے زکوٰۃ کا پیسہ بروقت مل جاتا ہے تو وہ علاج کر کے شفایاب ہو جاتا ہے اب باری تعالیٰ کی منتقم ذات یوں بھی کر دیتی ہے کہ جس مرض میں وہ مسکین مبتلا تھا وہ بیماری اس تارک زکوٰۃ کے بدن میں منتقل کر دے ان حقائق کو قرآن مجید کے علاوہ دنیا کی کوئی تعلیم بھی منشرح نہیں کر سکتی۔

انفاق میں شح کا ذکر:۔ ﴿وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (۶۴:۱۶) مال میں جو کچھ خرچ کرو گے وہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور جو انسان نفسانی حرص سے محفوظ رہے گا وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

نظام زکوٰۃ وعشر ایک نظر میں

اسلام کا نظام زکوٰۃ وعشر اپنے اندر کئی فوائد وثمرات لیے ہوئے ہے جن میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:۔

۱۔ ادائیگی زکوٰۃ وعشر سے اطاعت احکام الٰہی کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

۲۔ مومن کا دل دنیا کی محبت سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگتا ہے۔

۳۔ حاجتمندوں اور غریبوں کی کفالت ہوتی ہے۔

Marfat.com

۴۔غربت اور تنگدستی سے مجبور ہو کر کیے جانے والے جرائم کا خاتمہ ہوتا ہے۔

۵۔زکوٰۃ کی رقم سے غریب بے روزگار افراد اپنا کاروبار کر سکتے ہیں اس طرح سے بے روزگاری کا خاتمہ ممکن ہے۔

۶۔غریب سود پر قرض لینے کی مصیبت سے بچ سکتے ہیں اس طرح سود کی لعنت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

۷۔سود کے خاتمہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ امیر کے امیر تر ہونے اور غریب کے غریب تر ہونے کا جو انداز رائج ہے وہ ختم ہوگا اس طرح طبقاتی کشمکش کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

۸۔زکوٰۃ اور عشر کی صحیح تقسیم سے گداگری کو بھی ختم کیا جا سکتا ہے۔

۹۔ادائیگی زکوٰۃ وعشر سے رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۰۔اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی خوبی بھی پیدا ہوتی ہے۔

۱۱۔امیر وغریب جب زکوٰۃ وعشر کے لین دین کے لیے ایک دوسرے سے ملیں گے تو ان میں باہمی الفت بھی پیدا ہوگی۔

۱۲۔غربت جو کہ موجودہ دور کا ایک پریشان کن مسئلہ بن چکی ہے زکوٰۃ وعشر کے نظام سے اس کا خاتمہ ممکن ہے۔

۱۳۔زکوٰۃ وعشر کی باقاعدہ ادائیگی سے صاحب مال یہ سوچے گا کہ اگر میں اپنے مال کو کسی نفع بخش کاروبار میں نہیں لگاتا تو میرا مال زکوٰۃ وعشر ادا کرتے کرتے ہی ختم ہو جائے گا چنانچہ وہ مال کو پڑا رہنے کی بجائے نفع بخش کاروبار میں لگائے گا اور اس سے ملکی معاشی ترقی میں اضافہ ہوگا۔

۱۴۔نئے نئے کاروبار کے شروع ہونے کی بناء پر بے روزگار افراد کے لیے ملازمت اور حصول روزگار کے مواقع میسر ہوں گے۔

۱۵۔گردش دولت مناسب انداز میں جاری رہے گی اور سمٹ کر چند ہاتھوں تک محدود نہ رہے گی۔

۱۶۔اصل مقصود انسانیت کی خیر خواہی ہے۔

۱۷۔باطل افکار عالم پر اسلام کا غلبہ ہونا۔

زکوٰۃ وعشر کے نظام کے ان فوائد پر نظر کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اس نظام میں تمام معاشی مسائل

کا حل موجود ہے اور یہ شے اسلام کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ صرف دو مدات میں اسلام نے ایک ایسا نظام پیش کیا ہے کہ سوشلزم اور کمیونزم وغیرہ کی لمبی چوڑی تفصیلات بھی اس نظام کے سامنے ماند ہیں۔(ماخوذ)

مصادر و مراجع

۱۔علامہ ابوالخیر اسدی، اسلام میں معاشی سکون کا حل، مجلس نشر السنۃ مخدوم رشید، ملتان

۲۔علامہ ابوالخیر اسدی، ریاض القرآن، ص ۳۔علامہ ابوالخیر اسدی، قرآن کے علمی جوہرات، درس ۱۷

۴۔نفس المرجع درس نمبر ۱۷ ۵۔نفس المرجع درس نمبر ۱۷ ۶۔نفس المرجع، درس نمبر ۱۷

۷۔نفس المرجع، درس نمبر ۱۷ ۸۔ڈاکٹر جمیل جالبی، پاکستانی کلچر، ص ۱۵۸

۹۔نفس المکان، درس نمبر ۱۶ ۱۰۔نفس المرجع، درس نمبر ۱۶ ۱۱۔نفس المرجع، درس نمبر ۱۶

۱۲۔نفس المرجع، درس نمبر ۱۶ ۱۳۔نفس المرجع، درس نمبر ۱۶ ۱۴۔نفس المرجع، درس نمبر ۱۶

۱۵۔مارک پیٹر، ہیمر اینڈ سکل ۱۶۔اسباب زوال امت، ص ۱۷۔علاء الدین مسعود الکاسانی۔ بدائع الصنائع' ۲:۵۴: طبع بمصر 1910 ۱۸۔امام جصاص، احکام القرآن ۳:۱ طبع ۱۳۳۵ھ

۱۹۔فخر الدین رازی، تفسیر کبیر ۱۳:۲۱۴ طبع بمصر ۱۹۳۸ء) ۲۰۔ابن کثیر الدمشقی، تفسیر القرآن ۲:۱۸۱ طبع لاہور ۱۹۷۳ء (۲۱) محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۷:۹۹ طبع بمصر، ۱۹۶۷ء

۲۲۔قرآن کے علمی جواہرات' ص ۵' درس ۱۵ (۲۳) نفس المرجع، درس ۱۵ (۲۴) نفس المرجع ص ۲ (۲۵۔نفس المرجع' ص ۳' درس ۱۵ (۲۶) نفس المرجع ص ۴، درس ۱۵ (۲۷) امام احمد، مسند امام احمد (الفتح الربانی) ۸:۱۸۶:۱۸۷ طبع بمصر 2 8.(المنذری، الترغیب والترھیب :۱:۵۴۲ طبع بمصر

۲۹۔نفس المرجع :۱:۵۴۳ ۳۰۔نفس المرجع ،۱۔۵۴۳ 3 1. الہیثمی: مجمع الزوائد :۳:۱۶۳، طبع بیروت ۱۹۲۷ھ ۳۲۔امام عبدالرحمٰن ابن جوزی، ماہنامہ ''روح بلند'' لاہور، ص ۳۸ نومبر ۲۰۰۵

۳۳۔نفس المرجع، ص، ۳۹ (۳۴) نفس المرجع، ص، ۴۱ (۳۵) نفس المرجع' لاہور، ص ۴۲،

(۳۵) نفس المرجع، ص، ۴۳

Marfat.com

باب ۸ اسلام میں انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف کے اصول

انفاق فی سبیل اللہ کا مطلب ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔اس کی فضیلت واہمیت اور ترغیب کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (۲:۲۶۱)

''جو انسان اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے اضافہ عطا فرماتا ہے وہ فراخ دست اور علیم بھی ہے''

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ﴾ (۵۷:۱۱)

''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟ تا کہ اللہ تعالیٰ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس دے''

﴿وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ﴾ (۲:۲۷۲)

''خیرات میں جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لیے بہتر ہے''

﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ﴾ (۶۴:۱۷)

''اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو تو وہ تمہیں اس کا اجر کئی گنا بڑھا کر دے گا''

﴿اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ. اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾ (۸:۳۔۴) ''جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ایسے ہی انسان حقیقی مومن ہیں''

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ. وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (۹:۱۲۰۔۱۲۱)

''یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں محسنوں کا حق الخدمت مارا نہیں جاتا ہے اسی طرح یہ بھی کبھی نہ ہوگا کہ راہ الٰہی میں تھوڑا یا بہت کچھ خرچ وہ اٹھائیں اور سعی جہاد میں کوئی وادی وہ پار کریں اور ان کے حق میں اسے لکھ

Marfat.com

نہ دیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس اچھے کارنامے کا صلہ انہیں عطا کردیں"

﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ (۳۹:۳۴)

" جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اس کی جگہ وہی تم کو رزق دیتا ہے وہ بہترین رزق دینے والا ہے"

﴿وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (۲:۱۹۵) "اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ تعالیٰ محسنین کو پسند کرتا ہے"

﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (۵۷:۱۰)

" آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے"

﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ﴾ (۲ : ۲۷۲)

"جو کچھ مال تم خیرات کرو گے اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا"

﴿وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ﴾ (۲:۲۷۰)

"تم نے جو کچھ خرچ اور نذر بھی مانی ہو اللہ تعالیٰ کو اس کا پورا پورا علم ہے"

﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (۲:۲۷۳)

"ان کی اعانت میں جو کچھ مال تم خرچ کرو گے وہ اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ رہے گا"

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۚ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ﴾ (۲:۲۴۵) "تم میں کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے تا کہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کردے؟ کمی وبیشی بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے"

﴿لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ (۵:۱۲) "اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں کو مانا اور ان کی نصرت کی اور اپنے رب کو اچھا قرض دیتے رہے تو یقین رکھو میں تمہاری برائیاں زائل کردوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی"

﴿إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ

(۵۷: ۱۸) ''مردوں اور عورتوں میں جو صدقات دینے والے ہیں اور جنہوں نے اپنے رب کو قرض حسنہ دیا ہے ان کو یقیناً کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور ان کے لیے بہترین اجر ہے''

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا﴾ (۷۳: ۲۰)

''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتے رہو جو کچھ بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے وہی زیادہ بہتر ہے اور اس کا اجر بہت بڑا ہے''

انفاق فی سبیل اللہ حدیث کے تناظر میں

☆ ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیوروں سے کرو''

☆ ''ہر روز جب بندے صبح اٹھتے ہیں تو دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اچھا بدلہ عطا کر اور دوسرا کہتا ہے کہ بخیل کا مال تلف کردے''

☆ ''اے ابن آدم! حاجت سے زائد مال کو تیرا خرچ کرنا تیرے لیے بہتر ہے اگر تو اس کو خرچ نہ کرے گا تیرے لیے برا ہے''

☆ ''دو انسانوں پر رشک جائز ہے ایک وہ جس کو مال دیا گیا اور وہ اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اور دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہو خود بھی اس پر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے''

☆ ''عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک روز ایک بکری ذبح کی گئی اور اس کا گوشت اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کر دیا گیا محمد ﷺ تشریف لائے تو دریافت کیا کہ بکری میں کچھ باقی بچا ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ ایک دست اس کی باقی ہے تو محمد ﷺ نے فرمایا:۔

''اس دست کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کر دیا گیا وہی در حقیقت باقی ہے اور کام آنے والا ہے''

☆ ''انسانو! جلد صدقہ کرلو کیونکہ صدقہ دینے سے بلا نہیں بڑھتی''

☆ ''صدقہ سائل کے ہاتھ میں جانے سے قبل اللہ تعالیٰ کے ہاں میں پہنچ جاتا ہے''

Marfat.com

☆ ''اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں کبھی یہ پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور میرے پاس ایک دینار بھی باقی ہو البتہ وہ تھوڑا بہت کہ جس کو میں قرض کی ادائیگی کے لیے رکھ لوں''

☆ ''جو انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو دو اشیاء خرچ کرے گا اسے جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا'' دو دو اشیاء کے خرچ کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو اشیاء بھی خرچ کرے اس کا جوڑا خرچ کرے مثلاً دو بکریاں، دو گائیں اور دو اونٹ وغیرہ

انفاق فی سبیل اللہ کے آداب وضوابط

اب چند ضروری آداب وضوابط کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جن کا خیال اور لحاظ رکھنا انفاق فی سبیل اللہ میں ضروری ہے۔

۱۔ حصول رضائے الٰہی ہی مقصود ہو: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى. الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى. وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى. إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى. وَلَسَوْفَ يَرْضَى﴾ (۹۲: ۱۷۔۲۱) ''جہنم سے دور رکھا جائے گا وہ نہایت ہی متقی جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اسے دینا ہو وہ تو صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرتا ہے اور وہ ضرور اس سے خوش ہوگا''.

۲۔ صدقہ کے بعد دل آزاری اور احسان جتلانا نہ ہو

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ﴾ (۲: ۲۶۴) ''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان. اور دکھ دے کر اس انسان کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض انسانوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے''

۳۔ انفاق اور صدقہ ریاکاری کے لیے نہ ہو

﴿وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا﴾ (۴: ۳۸) ''وہ انسان بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال محض دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور در حقیقت اللہ تعالیٰ اور نہ ہی روز آخر پر ایمان رکھتے ہیں۔ سچ یہ

ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہوا اسے بہت ہی بری رفاقت میسر آئی"

۴۔خرچ کیا جانے والا مال گھٹیا اور ردی نہ ہو

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ﴾ (۲:۲۶۷)

"اے ایمان والو! جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے بہتر حصہ راہ الٰہی میں خرچ کرو ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لیے بری سے بری شے چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو حالانکہ وہی شے اگر کوئی تمہیں دے دے تو تم ہرگز اسے لینا گوارا نہ کرو گے الا یہ کہ تم اسے قبول کرنے میں اغماض برت جاؤ"

۵۔صدقات میں اخفا اور اظہار دونوں جائز ہیں

﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ﴾

(۲:۲۷۴) "جو انسان اپنے مال شب و روز کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کا اجر رب کے پاس ہے"

۶۔اخفا زیادہ بہتر ہے

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ھِیَ وَاِنْ تُخْفُوْھَا وَتُؤْتُوْھَا الْفُقَرَآءَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ﴾

(۲:۲۷۱) "اگر اپنے صدقات علانیہ دو تو یہ بھی اچھا ہے لیکن اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو تو تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے"

۷۔جس وقت خرچ کی زیادہ حاجت ہو اس وقت خرچ زیادہ بہتر ہے

﴿لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا۔﴾ (۵۷:۱۰) "تم میں سے جو انسان فتح کے بعد جہاد اور خرچ کریں گے وہ کبھی ان کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہے ان کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے"

Marfat.com

۸۔قریب المرگ ہونے سے قبل تندرستی میں صدقہ دو

﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ.﴾ (۱۰:۶۳)

''جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور اس وقت وہ کہے کہ ''اے میرے رب! کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ کرتا اور صالحین میں شامل ہو جاتا''

۹۔انفاق فی سبیل اللہ کو چٹی یا تاوان نہ سمجھا جائے

﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ﴾ (۹:۹۸) ''ان بدوؤں میں ایسے ایسے انسان بھی موجود ہیں جو راہ الٰہی میں کچھ خرچ کرتے ہیں تو اسے اپنے اوپر تاوان/ بوجھ سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں زمانہ کی گردشوں کا انتظار کر رہے ہیں کہ تم کسی چکر میں پھنسو تو وہ اپنی گردن سے اس نظام کی اطاعت کا قلادہ اتار پھینکیں جس میں تم نے انہیں کس دیا حالانکہ بدی کا چکر خود انہی پر مسلط ہے''

۱۰۔انفاق فی سبیل اللہ بددلی سے نہیں خوشی سے دو

﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ. فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ (۹:۵۴-۵۵)

''وہ انسان راہ الٰہی میں بادل ناخواستہ خرچ کرتے ہیں ان کے مال و دولت اور ان کی کثرت اولاد کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں اشیاء کے ذریعہ سے ان کو دنیا کی زندگی میں مبتلائے عذاب رکھے اور یہ جان بھی انکار حق ہی کی حالت میں دیں''

۱۱۔انفاق حالت ایمان میں ہو نہ کہ فسق و کفر میں

﴿قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ.﴾ (۹:۵۳)

''اے محمد ﷺ ان سے کہہ دیجئے کہ ''تم اپنے مال راضی بخوشی خرچ کرو یا بکراہت بہر حال وہ قبول نہ

کیے جائیں گے کیونکہ تم فاسق قوم ہو"

۱۲۔ خود تنگ ہو کر انفاق نہ کیا جائے زائد از ضرورت دیا جائے

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَا...﴾ (۲:۲۱۹) "محمد ﷺ سے سوال کرتے ہیں راہ الٰہی میں کیا خرچ کریں؟ فرما دیجئے جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو"

۱۳۔ گن گن کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے

حدیث میں ہے:۔ "خرچ کرو اور شمار نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تجھ سے شمار کرے گا یعنی تجھے بھی گن گن کر محدود مقدار میں دے گا اور روک کر نہ رکھ اللہ تجھ پر روک کر رکھے گا جہاں تک ہو سکے خیرات کر"

۱۴۔ رزق حلال میں سے انفاق ہو حرام مال سے نہ ہو

محمد ﷺ نے فرمایا "جس نے طیب کمائی سے کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ طیب مال ہی کو قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے پھر اس کو اس طرح پالتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ صدقہ یا اس کا ثواب احد پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے"

اس حدیث کا مفہوم سمجھانا ضروری ہے یعنی ایک مال کو بے برکت کرنا یا مٹانا جو ہے وہ بائیں ہاتھ سے تعبیر دے گا اور دائیں ہاتھ سے تعبیر و برکت مراد ہے۔

۱۵۔ خرچ کرتے وقت دل میں مفلسی کا خدشہ نہ ہو

رسول ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے بلال! خرچ کرو اور عرش کے رب سے غربت کا ڈر نہ رکھ"

۱۶۔ صدقہ دینے کے بعد واپس نہ لے

محمد ﷺ نے فرمایا:۔ "صدقہ دے کر واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے چاٹتا ہے"

۱۷۔ اپنے قریبیوں اور رشتہ داروں کو اولیت دی جائے۔ محمد ﷺ نے فرمایا:۔

"جو اپنے رشتہ داروں کو صدقہ دیتا ہے اس کے لیے دو اجر ہیں ایک قرابت کا اور ایک صدقہ کا"

Marfat.com

غربت میں دوسروں پر ایثار

﴿یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ.....﴾(۲:۲۱۹) ”محمد ﷺ سے سوال کرتے ہیں ہم راہ الٰہی میں کیا خرچ کریں؟ کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو“

ہر گھر میں خواہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو کوئی نہ کوئی شے وافر صورت میں موجود ہوتی ہے جو اس کی ضرورت سے وافر اور دوسرے کے لیے ضروری ہوتی ہے اس لیے حکم ہے کہ تم اپنی ہر وافر شے دوسرے احتیاج مندوں کے حوالے کر دو۔

﴿قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ . وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ﴾(۷۴:۴۳،۴۴)

”وہ کہیں گے کہ ہم نہ نماز ادا کرتے اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلاتے تھے“

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نمازی خواہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو اس پر کچھ صدقات فرض ہیں خواہ کسی صورت میں بھی ہو﴿اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ﴾(۹۰:۱۴) انتہائی فاقہ کی حالت میں بھی دوسرے حوائج مندوں کا خیال رکھتے ہیں انتہائی فاقہ کی حالت میں بھی دوسروں کی مصیبت کو ترجیح دیتے ہیں﴿وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا﴾(۷۶:۸) مقصود صرف اس کی خوشنودی ہے کہ وہ اپنے اللہ والے کو لینے والے سے زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ اپنے رب کی رضا کو ہر شے پر مقدم رکھتے ہیں﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ﴾ ﴿مَا عِنْدَ کُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ (۱۶:۹۶) جو اشیاء تم اس دنیا میں اپنے لیے جمع کر رہے ہو وہ مسلسل ختم ہوتی جائیں گی اور جو اشیاء تو تم اپنے اللہ کے پاس جمع کر رہے ہو وہ تا ابد باقی رہیں گی۔

سوال یہ ہے کہ ہم اللہ کے پاس اپنی اشیاء کو کس طرح جمع کر سکتے ہیں قرآن میں ہے:۔

﴿وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا﴾(۷۶:۸) دوسری جگہ ﴿واتی المال علی حبه﴾ وہ اللہ کے ساتھ اپنی محبت ظاہر کرنے کے لیے اپنے مالوں کو مسکینوں،

Marfat.com

یتیموں، اسیروں اور بے بسوں پر خرچ کرتے ہیں اللہ کے پاس جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہل حوائج کی ضروریات پوری کرتے رہو اس طرح تمہارا مال اللہ کے پاس جمع ہوتا رہے گا۔ لیکن ہم دنیا میں اپنی تمام کمائی کو اپنے لیے خرچ کرتے رہتے ہیں اس لیے ہمارے نزدیک زندگی کی حدیں یہاں ختم ہو جاتی ہیں جن کے تصور میں آخرت کی زندگی ہر وقت سامنے رہتی ہے وہ دنیا اور آخرت کی زندگی کے لیے حسب مراتب خرچ کرتے رہتے ہیں۔

معیار قبولیت و رضاء الٰہی

﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِىٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾ (۳۹:۳۰) ''جو سودی قرض تم اس غرض سے دو کہ وہ انسانوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے یہ شے اللہ کے ہاں نہیں بڑھتی اور جو زکوٰۃ اللہ کی رضا طلب کرتے ہوئے دو گے تو یہی وہ انسان ہیں جو اللہ کے ہاں اپنے مال کو بڑھانے والے ہیں''

نیکی میں مال خرچ کرنے کا طریقہ

جہاں نیکی میں مال خرچ کرنے کا حکم ہے وہاں اس کے لیے یہ حکم ہے ﴿واتی المال علی حبه﴾ ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ (۸:۷۶) وہ مساکین یتیموں اور دوسرے غریب انسانوں پر خرچ کرتے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ راضی ہو جائے۔ رضا اور خوشنودی وہاں حاصل ہوتی ہے جب اس کے ساتھ محبت بھی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت نہ ہوگی انسان اپنے محبوب مال کو کسی دوسرے پر خرچ نہیں کر سکتا اور محبت کا دارومدار معرفت پر ہوتا ہے حسن و جمال کی جتنی اعلیٰ معرفت ہوگی اتنے درجے کی محبت بھی زیادہ ہوگی انسان چونکہ مال کے ساتھ شدید محبت رکھتا ہے اس لیے جب اس محبت کے مقابلے میں اللہ کی محبت غالب نہ ہوگی۔ وہ اپنی جیب سے ایک پائی بھی نیکی پر خرچ نہیں کر سکتا آپ نے دیکھا ہوگا کہ انسان جب کسی حسین عورت پر یا بال بچوں پر اپنی دولت خرچ کرتا ہے۔ تو درمیان میں اصل محبت ہی کام کر رہی ہوتی ہے۔

Marfat.com

دنیا کا نظام ہے انسان اپنی چھوٹی چھوٹی راحتوں کو چھوڑ کر دنیا کی بڑی بڑی راحتوں کو حاصل کر لیتا ہے دیکھئے ہر کام محنت سے ہوتا ہے محنت تب ہوتی ہے جب وہ اپنے آرام کو چھوڑ دے۔ انسان اگر اپنے آرام کو نہ چھوڑے گا تو وہ محنت کیسے کرے گا جب محنت نہ کرے گا تو اس کے پاس دام نہ ہوں گے تو پھر وہ اپنی زندگی کو کس طرح آرام سے گزارے گا اس سے معلوم ہوا کہ ہر راحت محنت سے حاصل ہوتی ہے اور محنت آرام کے چھوڑنے سے ہوتی ہے قرآن میں ابدی راحت کے حصول کے لیے یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے دنیا میں رات کو انسان جس آرام سے زیادہ حظ اٹھاتا ہے وہ نیند ہے نیند کا مزہ وہاں آتا ہے کہ بستر نرم وگرم ہو۔ انسان کو دنیا میں جس شے سے زیادہ سکون ملتا ہے وہ اللہ کی یاد ہے۔ ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (۱۳:۲۸) "اللہ کے ذکر سے دلوں کو طمانیت حاصل ہوتی ہے" اللہ کی یاد ہر مقام پر ہو سکتی ہے لیکن جس مقام پر انسان سے اپنا آرام چھوٹ جائے ایسے مقام میں اللہ کو یاد کرے تو یاد کے یہ چند لمحات موت کے بعد اس کے ابدی سکون میں تبدیل ہو جائیں گے یہ ابدی راحت تب حاصل ہوتی ہے جب انسان خود بھی اس راحت کے لیے اپنی محبوب راحتوں کو قربان کر دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس مال سے وہ راحت اٹھا رہا ہے وہ اپنی راحت کو کم کر کے دوسروں کی راحت کا خیال رکھتا ہے مال اور نیند کی قربانی سے اس کا انجام اچھا نکلے گا۔

انفاق فی سبیل اللہ کی برکات

ہر نیکی کا آسان ہونا۔ ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى. وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى. فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى...﴾ (۹۲:۵..۷) "جس نے انفاق و پرہیز گاری اختیار کی اور اچھے انجام کو سچ مانا پس ہم اس کو راحت کی منزل عطاء کریں گے" ﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى﴾ سخاوت اور بذل اموال سے نیکی آسان ہوتی ہے، مصائب دور ہوتے ہیں، بخل سے تکالیف کے دروازے کھلتے ہیں

حکمت کے دروازے:۔ حکمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ الشیطان یعد کم الفقر.

﴿يُؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ......﴾ (۲:۲۶۹) "جسے چاہتا ہے حکمت عطاء کرتا ہے"

مال میں برکت ہونا:۔ ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ.﴾ "مثال ان انسانوں کی ج

راہ الٰہی میں خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے جس کے لیے چاہتا ہے اضافہ کرتا رہتا ہے"

﴿یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ.﴾(۲:۲۷۶)

"اللہ سود کو گھٹائے گا اور صدقات کو بڑھائے گا"

زکوٰۃ:۔﴿تُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُضۡعِفُوۡنَ.﴾(۳۰:۳۹)

"اللہ کی رضا کے لیے تو یہی انسان ہیں جو اپنے مال کو بڑھانے والے ہیں"

حدیث بخاری و مسلم میں ہے دو فرشتے ہیں۔ایک سخاوت کرنے والے کے حق میں دعا کرتا ہے۔دوسرا بخیل کے لیے بربادی کی دعا مانگتا ہے(تذکیہ نفس،ص ۲۸۰)

﴿ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین﴾

"مال میں اسراف کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"

انسان جب اپنے مال میں اسراف کرے گا اور مزخرف کھانوں کی دعوتیں کرے گا تو لازما اس کے اردگرد گندے انسان اور نالائق احباب جمع ہو جائیں گے اس طرح آخر میں مال بھی ختم ہو جائے گا اور ہمیشہ کے لیے گندے انسانوں میں پھنس جائے گا۔

انسان کی طبعی فطرت بخل اور شح ہے﴿واحضرت الا نفس الشح﴾ان کے دلوں کی گہرائیوں میں بخل پیوست ہو چکا ہے﴿ویمنعون الماعون﴾ جب یہ انسان ماچس سوئی برتن وغیرہ اشیاء بھی استعمال کے لیے دوسروں کو نہیں دیتے وہ نیکی میں کثیر مال کیسے خرچ کر سکتے ہیں وہ زیادہ تر زراندوزی اور شکم کی تعمیر پر خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ صرف معبود نہیں محبوب بھی ہے

اللہ تعالیٰ صرف معبود نہیں بلکہ ساری کائنات سے زیادہ محبوب بھی ہے اللہ کو معبود بنانا آسان ہے کہ ہر مصیبت میں اسے پکارتا رہتا ہے لیکن اسے محبوب بنانا بڑا مشکل مقام ہے وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کا یہی مفہوم ہے۔﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَهُمۡ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ﴾(۲:۱۶۵)"انسانوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علا

Marfat.com

وہ دوسروں کو بھی شریک الوہیت قرار دیتے ہیں ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ تعالیٰ سے رکھنا لازم ہے جو ایمان والے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قوی محبت ہے"

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (۳:۹۲) "تم کامل نیکی کو کبھی نہیں پا سکو گے جب تک کہ تم اپنی محبوب شے کو خرچ نہیں کرو گے اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے وہ اللہ تعالیٰ کے علم کامل میں ہے"

اس کامل نیکی کی قبولیت کا معیار اطاعت الٰہی اور اتباع رسول ہے اسی لیے فرمایا:۔

﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (۳:۳۱) "اگر تم اللہ تعالیٰ کو اپنا محبوب بنانا چاہو تو میری تابعداری کرو اور اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا"

ان آیات میں ہے کہ کامل مومن وہ ہے، جس کے نزدیک اللہ اشد حبا کا درجہ رکھتا ہو اس میں مسلمان ہر وقت خیال رکھتا ہے کہ میں کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جس سے میرا محبوب ناراض ہو جائے اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ (۷۶:۸) دوسرے مقام پر آیا ہے ﴿و اتی المال علیٰ حبه مسکینا﴾ "وہ اللہ کی محبت کو ظاہر کرنے لیے مساکین بے کس اور قیدی انسانوں کی خبر گیری کرتا رہتا ہے"

نیکی اور عمل:۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کا عمل کس شکل میں پہنچتا ہے۔

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (۲۲:۳۷)

"قربانی کا عمل جانور کو ذبح کر کے کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس عمل میں جانور کا گوشت و پوست اور حسن و جمال یہ اشیاء اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں جاتیں بلکہ اس عمل میں جو دل کی قلبی کیفیت تقویٰ کی صورت میں ہوتی ہے اس صورت میں اس قربانی کے عمل کی مقبولیت رکھی گئی ہے نیکی کا کوئی عمل اس کی کوئی نہ کوئی مادی صورت ہوتی ہے اس کا تعلق انسان کے مال اور جسم کے ساتھ ہوتا ہے ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ (۷۶:۸) حاجت مندوں کی امداد

Marfat.com

کرنے میں اس مال کی تعداد اور حجم کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ دینے والے کے دل میں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبت کا استحضار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی نگاہ اس کیفیت پر ہوتی ہے واتی المال علی حبہ کا یہی مفہوم ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار اس آیت میں ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (۳:۹۲) جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات جس قدر محبوب ہوگی اسی محبوبیت کے مطابق اپنی محبوب شے کو خرچ کرے گا ﴿وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (۱۶:۱۲۲) ''ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بھی بہت سی خوبیاں عطا کیں تھیں اور وہ آخرت میں بھی صالحین میں سے ہوں گے''

دنیا کی حسنہ سے وہ اچھائی مراد ہے جس سے آخرت کی اچھائی بھی حاصل ہوتی ہے یعنی دنیا کی وہ نعمتیں جن کے ذریعے اعمال صالحہ کی توفیق ملتی رہے دنیا کی یہ حسنہ اعلیٰ ہے دنیا کی جن نعمتوں کے ذریعے معاصی کے اسباب پیدا ہوتے رہتے ہیں اس حسنہ سے مراد کافر کی حسنہ ہے۔

اب اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ہمیں اس دنیا حسنہ کی وہ نعمتیں عطا فرمایئے جن کے ذریعے ہم آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرسکیں اور آخرت کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ انسان کا جسم عذاب سے بچ جائے. قرآن زندگی کو دو شعبوں میں تقسیم کردیتا ہے ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة ۔''اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا اور آخرت میں بھی حسنات کی توفیق عطاء فرمایئے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچائے رکھ''

قرآن میں جنت کی جن جن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اصل میں ہم جن جن نیکیوں پر اس دنیا میں عمل کرتے رہے ہیں وہ نعمتیں ان ہی نیکیوں کی متجسد صورتیں ہیں ۔اب اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس دنیا میں نیکیوں پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور آخرت میں جو ان نیکیوں کی جنت میں متجسد صورتیں ملیں

گی ان سے بھی بہرہ مند فرما۔ جب یہ دونوں اشیاء جمع ہو جائیں گی تو لازماً وہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائے گا۔ ان دونوں حسنات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان آخرت میں جہنم کے عذاب سے بچ جائے انسان اس دعا کو بڑی خشیت سے پڑھتا رہے اور اعمال صالحہ کرتا رہے تا کہ اسے دنیا و آخرت کی سر فرازی حاصل ہو۔ ﴿واعبد ربک حتی یا تیک الیقین﴾ انسان میں اتنی استعداد رکھی گئی ہے کہ وہ موت کے کنارے تک عبادت کرسکتا ہے۔

اولاد۔ اقارب اور اموال کو قرآن میں دشمن اور فتنہ کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے یعنی ان سے محتاط رہتے ہوئے آخرت کا سفر کرنا ہے۔

اسلام میں خیرات کرنے کا طریقہ

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ (۲:۲۶۷) ''اے ایمان والو! نیک کام میں اپنی کمائی میں سے طیب شے کو خرچ کیا کرو جسے ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا'' اس میں ہے رزق خواہ کسب یا پیداوار کے ذریعے حاصل ہو لہذا حلال رزق کو اللہ کے راستے میں خرچ کیا جائے۔

خیرات کرنے کا طریقہ: ﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا﴾ (۲:۲۷۱)

''اگر تم صدقات کو خواہ اعلانیہ خرچ کرو یا خفیہ کر کے دو یہ دونوں طریقے بہتر ہیں''

﴿وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ﴾ (۲:۲۷) ''جو کچھ تم خرچ کرو اس سے صرف رضائے الٰہی مقصود ہو تم رضاء الٰہی کے علاوہ خرچ نہیں کرتے ہو''

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ

Marfat.com

خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ﴾(۲: ۲۷۳) ''اللہ کی راہ میں صدقات ان مقید شدہ حاجت مندوں کا اصل حق ہے یہ ایسے انسان ہیں جو کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا امکان بھی نہیں رکھتے نا واقف انسان انہیں غنی خیال کرتے ہیں حالانکہ تم انہیں ان کی پیشانیوں سے معلوم کر سکتے ہو کہ وہ کسی سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے جو مال تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ کو اس کا اچھی طرح علم ہے''

﴿وَلَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَـكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ وَتُدۡلُوۡا بِهَاۤ اِلَى الۡحُـکَّامِ لِتَاۡکُلُوۡا فَرِيۡقًا مِّنۡ اَمۡوَالِ النَّاسِ بِالۡاِثۡمِ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴾(۲: ۱۸۸) ''اے مسلمانو تم آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طور پر نہ کھاؤ اور ان کے جھوٹے مقدموں کو حکام کے پاس اس غرض سے نہ لے جاؤ کہ اس کے ذریعے سے اموال کا ایک حصہ ظلم کر کے کھا جاؤ اگر تمہیں اپنے جھوٹ اور ظلم کا علم بھی ہو''

خیرات مخفی اور اظہار دونوں طریقوں سے درست

دونوں میں ابتغاء وجہ اللہ ہو دوسرا محروم کو دینا زیادہ افضل ہے۔

﴿فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ. وَمَاۤ اَدۡرٰكَ مَا الۡعَقَبَةُ. فَكُّ رَقَبَةٍ. اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِىۡ يَوۡمٍ ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ. يَّتِيۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ. اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ. ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ﴾(۹۰: ۱۱۔۱۷) ''وہ انسان دین کی گھاٹی میں سے نہ ہو کر نکلا اور آپ کو معلوم ہے گھاٹی سے مراد کیا ہے؟ وہ کسی کی گردن کا غلامی سے چھڑا دینا ہے کسی رشتہ دار یتیم کو فاقہ کے دن کھانا کھلانا یا کسی خاک نشین محتاج جو احکام الٰہیہ کا پابند ہو اور پھر سب سے بڑھ کر کہ وہ ان انسانوں میں سے جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو ایمان کی پابندی اور ترک ظلم کی فہمائش کی''

خیرات میں بدلہ اور شکر گزاری بھی مطلوب نہ ہو

وَ يُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسۡكِيۡنًا وَّيَتِيۡمًا وَّاَسِيۡرًا. اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِيۡدُ

مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (۹:۷۶) ''وہ انسان محض اللہ کی محبت سے غریب، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں محض رضائے الٰہی کے لیے کھانا کھلاتے ہیں ہم آپ سے فعلی بدلہ اور نہ ہی اس کا قولی شکریہ چاہتے ہیں''

نیکی میں مسارعت کا حکم

﴿فَفِرُّوْآ اِلَى اللّٰهِ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ (۵۱:۵۰) ''تم رضاء الٰہی کے لیے دوڑو میں تمہارے سمجھانے کے لیے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں''

﴿وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ (۳:۱۳۳) ''تم اپنے رب کی مغفرت اور جنت کے مقام کی طرف دوڑو متقین کے لیے ایسی جنت تیار کی گئی ہے جیسے سب آسمان اور زمین تم اپنے رب کی طرف سے مغفرت اور اس جنت کی طرف مستعدی دکھاؤ جس کا عرض زمین آسمان کے برابر ہے جو متقی انسانوں کے لیے تیار کی گئی ہے''

﴿سَابِقُوْآ اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾ (۵۷:۲۱) ''تم اپنے رب کی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف مسابقت کرو جس کی چوڑائی کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عنائت کرے اللہ بڑے ہی فضل والا ہے''

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا...﴾ (۵:۴۸) ''خیر خواہی کے لیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرو اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے''

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا﴾ (۲:۱۴۸)

''تم نیک کاموں کی طرف سبقت کرو خواہ تم کہیں ہو اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کر دے گا''

اس آیت میں عبادت کے لیے قبلہ کا تعین بتایا گیا ہے۔

﴿فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ﴾ (٣٦:٦٦)

''پھر یہ آنکھوں کے بغیر راستہ کی طرف سبقت کرتے تو کس طرح دیکھ پاتے؟''

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ (٢١:٩٠) ''بے شک انبیاء کرام خیرات کے کاموں میں سبقت اور امید وبیم کے ساتھ ہر حال میں ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے لہذا یہی انسان ہمارے سامنے خشیت عاجزی اختیار کرنے والے تھے''

اس کے دو مفہوم ہیں

(i) ایک یہ ہے کہ انسانی زندگی ہزاروں عوارض اور مصروفیات میں گھری ہوئی ہے ان عوارضات کا مقابلہ کر کے نیکی کی طرف آگے بڑھنے کو مسارعت فی الخیرات کہتے ہیں۔

(ii) دوسرا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں جن جن معاملات میں واسطہ پڑتا ہے ان میں اہمیت کے لحاظ سے فرق کو ملحوظ رکھنا اور اولیت اور افضلیت کا امتیاز کر کے انہیں دوسرے کاموں پر ترجیح دینا۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (٢:١٦٥) ''انسانوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو بھی شریک الوہیت قرار دیتے ہیں ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ تعالیٰ سے رکھنا لازم ہے جو ایمان والے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قوی محبت ہے'' ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَىْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (٣:٩٢) ''تم کامل نیکی کو کبھی نہیں پا سکو گے جب تک کہ تم اپنی محبوب شے کو خرچ نہیں کرو گے جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے وہ اللہ کے علم کامل میں ہے''

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ. وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ

Marfat.com

تَحۡمِلۡ عَلَیۡهِ یَلۡهَثۡ اَوۡتَتۡرُکۡهُ یَلۡهَثۡ ذٰلِکَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡابِاٰیٰتِنَافَاقۡصُصِ الۡقَصَصَ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ﴾ (۷:۱۷۶) ''اے محمد ﷺ ان کو اس کا حال پڑھ کر سنایئے جس کو ہم نے اپنی آیات عنایت کیں وہ ان سے بالکل نکل ہی بھاگا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا وہ گمراہوں میں داخل ہوگیا اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیات کی بدولت سربلند کرتے لیکن وہ زمین ہی کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا اس کی تمثیلی حالت کتے کی ہے اگر تم اس کو دھتکار دیا چھوڑ دو دونوں حالتوں میں زبان نکالے رکھتا ہے یہی تمثیلی حالت عام طور پر ان انسانوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔ لہذا آپ اس حالت کو بیان کردیجئے شاید وہ تدبر و تفکر کریں''

﴿وَمَاۤ اَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی. قَالَ هُمۡ اُولَاۤءِ عَلٰۤی اَثَرِیۡ وَعَجِلۡتُ اِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی﴾ (۲۰:۸۲-۸۴) ''اے موسیٰ علیہ السلام! آپ کو اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا؟ انہوں نے اپنے گمان کے موافق عرض کیا کہ وہ یہی تو ہیں جو میرے پیچھے آرہے ہیں اور میں آپ کے پاس جلدی سے اس لیے چلا آیا ہوں کہ آپ زیادہ خوش ہونگے''

انجام نیکی:۔ ﴿مَا کَانَ لِاَهۡلِ الۡمَدِیۡنَةِ وَمَنۡ حَوۡلَهُمۡ مِّنَ الۡاَعۡرَابِ اَنۡ یَّتَخَلَّفُوۡا عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ وَلَا یَرۡغَبُوۡا بِاَنۡفُسِهِمۡ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمۡ لَا یُصِیۡبُهُمۡ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخۡمَصَةٌ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ....﴾ (۹:۱۲۰) ''اہل مدینہ اور اس کے گردو پیش کے اعراب کے لئے رسول ﷺ کا ساتھ اور اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھنا زیبا نہ تھا اس سبب سے کہ رسول ﷺ کے ساتھ جانے والوں کو راہ الٰہی میں جو پیاس, تھکاوٹ, بھوک اور موجب کفار کے غیظ و جاسوسی کے لئے جو قدم اٹھاتے ہیں۔ اس سبب سے ان کے نام ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اللہ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتے''

﴿کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ.﴾ (۵۵:۲۹) ''اس دن اسی کا تصرف کا ہوگا''

Marfat.com

﴿هو اضحک و ابکی﴾ وہ مسرتوں اور کہیں خوشیوں کی بہاریں پھیلا رہا ہے اور کہیں ماتم اور غموں کے کانٹے بچھا رہا ہے۔

استقامت علی التوحید ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ (۲:۲۵۶) ''جس نے طاغوت کی کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط رسی پکڑی جو ٹوٹنے والی نہیں'' ومن جاء بالحسنة یہاں من عمل نہیں فرمایا بلکہ من جاء بالحسنة جو ہمارے پاس نیکیاں لے کر آئے گا موت کے کنارے تک نیکیوں کو لے جانا مقصود ہے۔ اسی طرح الامن اتی الله بقلب سلیم۔ اس کا بھی وہی مفہوم ہے کہ آخر دم تک قلب سلیم کی تعمیر کرتا رہے۔

دنیا میں نیکی کی مشکلات

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ (۲:۲۱۴) ''کیا تمہارا یہی خیال ہے کہ جنت میں بغیر مشقت کے داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تمہیں گزشتہ مسلمانوں کی طرح کا کوئی واقعہ پیش ہی نہیں آیا ان پر مخالفین کے سبب سے ایسی تنگی و سختی اور مصائب سے ان کو یہاں تک جنبش ہوئی کہ اس زمانہ کے رسول اور ان کے ہمراہ اہل ایمان بھی بول اٹھے اللہ کی نصرت کا کب وعدہ پورا ہو گا یاد رکھئے! اللہ کی نصرت بہت قریب ہے''

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ. وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.﴾ (۳:۱۴۶-۱۴۷) ''کتنے انبیاء گذرے ہیں جن کے ساتھ بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی اللہ کی طرف

Marfat.com

سے جو مصائب ان پر نازل ہوئے اس میں انہوں نے نہ ہمت ہاری اور نہ ہی وہ دشمنوں کے آگے جھکے اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی مستقل مزاجوں سے محبت ہے جن کی زبان سے اس کے سوا کچھ نہ نکلا کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں اور کاموں میں حد سے نکل جانے کو بخش دے لھذا ہم کو ثابت قدم اور کافروں پر غالب کیجئے''

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾

(۱۷۹:۳) ''اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت میں نہیں رکھنا چاہتے ہیں جس پر تم اب ہو جب تک پاک کو ناپاک سے متمیز نہ فرمادیں''

مشکلات کا تقابل۔ مشکلات کا تقابل وہ کر سکتا ہے جو عقل اور بصیرت کا حامل ہو مثلاً ایک انسان سفر کر رہا ہے اس کے سامنے ایک پہاڑی آجاتی ہے وہ یہ کرتا ہے کہ پہلے اس پہاڑی کو کاٹا جائے تاکہ راستہ صاف صاف ہو جائے اور اس میں آسانی کے ساتھ پار ہو جائیں دوسرا انسان جو صاحب بصیرت ہوتا ہے وہ پہاڑی کو کاٹتا نہیں ہے بلکہ اس کے دونوں طرف گھوم کر گزرنے کا راستہ تلاش کرتا ہے آخر اسے ایک طرف سے کوئی نہ کوئی راستہ مل جاتا ہے دوسرا احمق وہ جو اس پہاڑی کو کاٹنے میں مصروف ہو جاتا ہے اس طرح وہ اپنی تمام عمر بھی ضائع کر دیتا ہے پھر بھی اسے گزرنے کا راستہ نہیں ملتا

پانی کی مثال۔ پانی پہاڑیوں سے ٹکراتا نہیں بلکہ راستہ خود بخود تلاش کر کے اپنے سفر کو جاری رکھ کر منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔

ہر انسان کا عمل رہن ہے

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾ (۳۸:۷۴) ''ہر انسان اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہوگا''

اسی طرح بما کسب رھین ۔ احاطت بہ خطیئتہ بھی ایک دوسری کی تفسیر ہیں۔

ان آیات کی تفہیم سے معلوم ہوا کہ اس دُنیا میں برائی اور نیکی کی اخروی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں انسان جس قسم کا عمل بھی کرتا ہے اس کے مطابق وہ پھیلی ہوئی شاخیں اُسے پکڑ لیتی ہیں وہ ہاں تک اسے نہیں چھوڑتیں جب تک کہ وہ انسان آخرت میں اُپنے برے یا بھلے انجام کو نہ پہنچ جائے اب اس آیت کا مفہوم بھی یہی ہے کُلُّ نَفسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِينَة انسان اس دنیا میں جو عمل کرتا ہے وہ عمل اسے اپنی گروی میں قید کر لیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی موت کے بعد اپنے اخروی انجام کو پہنچ جاتا ہے

فی سبیل اللہ کی آمد کے مصارف

عصر حاضر میں دین اسلام کو غالب کرنے کے لیے جدید حالات کے تقاضوں کے مطابق فی سبیل اللہ کی آمد کے مصارف کے بارے میں آئمہ اسلاف متقدمین ومتاخرین کی آراء کو پیش کیا جاتا ہے

ڈاکٹر عبدالحی ابڑو لکھتے ہیں:۔

ہمارے برصغیر کے مفتیان کرام اپنے تمام تر اخلاص اور دینی دردمندی کے باوجود دینی تقاضوں کو پیش نظر رکھنے اور ان کی اہمیت کا احساس کر کے اس کا حل ڈھونڈ نکالنے کے بجائے بسا اوقات محض متقدمین مولفین کی عبارتوں اور الفاظ تک ہی محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔اس کے برعکس عالم عرب کے ارباب افتا اشیاء کو وسیع تناظر میں اور شریعت کی روح اور اس کے عمومی مقاصد ومصالح کو پیش نظر رکھ افتا وارشاد کی ذمہ داریاں انجام دیتے ہیں۔

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' کی مد اور ''تملیک'' کے حوالے سے عرب علماء کے فتاویٰ بھی قارئین کے سامنے رکھ دیے جائیں تا کہ تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آجائے (۱)

اس سے قبل جہاد کا اصل مفہوم اور جدید تقاضوں کی حقیقت پیش کی جاتی ہے

''ظہور اسلام کے وقت دنیا میں ہر طرف جہالت و بربیت کا راج تھا مصر میں یہودیت و نصرانیت کے مناظروں نے انسانوں کا امن برباد کر دیا تھا، فارس میں زن، زر اور زمین کے جھگڑے

Marfat.com

تھے۔ چین میں شاہ پرستی کا دور تھا عرب میں ڈاکہ زنی، زنا کاری، نشہ بازی، استحصال، قمار بازی، سود خوری، خونخواری، جدال وقتال، جھوٹ، فریب اور بد دیانتی اپنے عروج پر تھی۔ عورت کی حیثیت اور وقار کچھ نہ تھا۔ ہر قبیلے کا معبود اپنا اپنا تھا۔ مجوسی آگ کی پرستش کرتے تھے۔ عیسائیوں نے عقیدہ تثلیث کے باعث تین بت کعبے میں رکھے ہوئے تھے دوسری طرف دہریوں نے اللہ، رسول اور آسمانی کتابوں کا انکار کر رکھا تھا اخلاقی پستی کا یہ عالم کہ مرد اپنی عورتوں کو جوئے میں دے آتے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنے میں عار محسوس نہ کرتے بیٹیاں باعث ننگ عار سمجھی جاتی تھیں محمد ﷺ نے جب معاشرے کو ایک الٰہ اور ایک الٰہ کے احکامات کی طرف دعوت دی وہ پاک طینت انسان جنہوں نے آپ کی آواز پہ لبیک کہا انہیں روز اول سے جہاد کا مشن سونپ دیا گیا۔ یہ مشن، کوشش اور سرگرمی چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق اور احکام الٰہی کے نفاذ کے لیے تھی اس لیے اسے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کہا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنا خاندان (کنبہ) فرمایا ہے۔ جس طرح ہم اپنے کنبہ کا خیال کرتے ہیں اس کا دکھ ہمارا دکھ اس کا سکھ ہمارا سکھ ہوتا ہے اسی طرح رب تعالیٰ نے مخلوق کو اپنا کنبہ فرما کر جماعت مومنین کو ساری انسانیت کے دکھ اور سکھ کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ رب تعالیٰ کی اس محبت کا اظہار قرآن کے اوراق سے ہوتا ہے جس کا آغاز ''اللہ'' سے ہوتا ہے اور اختتام ''الناس پر ہوتا ہے۔ اگر معاشرے کو نفرت، غربت، دہشت گردی، تخریب کاری، جہالت، ناانصافی، بد دیانتی اقلیتوں سے امتیازی سلوک اور استحصال سے پاک کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے۔

جہاد کی دو بنیادی اقسام ہیں:۔ اول۔ جہاد اکبر دوم ۔ جہاد اصغر

جہاد اکبر۔ جہاد اکبر سے مراد جہاد بالنفس ہے اور یہ جہاد کی سب سے اعلیٰ قسم ہے محمد ﷺ نے میدان کارزار سے واپس آنے والے صحابہ سے فرمایا ''تمہارا آنا مبارک! تم جہاد اصغر (غزوہ) سے جہاد اکبر

Marfat.com

کی طرف آئے ہو بندے کا بڑا جہاد اپنی خواہشات نفس سے لڑنا ہے'' (کنز العمال)

محمد ﷺ نے فرمایا'' بہترین جہاد یہ ہے کہ تم اللہ کے لیے اپنے نفس اور خواہش سے جہاد کرو جہاد بالنفس کو جہادِ اکبر قرار دیتے ہیں۔ ایک لطیف نکتہ ہے کہ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن سے جہاد کیا اگر وہ انسان جہاد بالنفس کر چکے ہوتے تو ان سے کبھی جہاد بالسیف کی نوبت نہ آتی حق کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہی وہ ہے جو جہاد بالنفس کی منزل سے گزرا نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا جہاد بالنفس ہی اصل بنیاد ہے۔ اس (نفس) نے برسرِ پیکار رہنے سے انسانی ذات اور معاشرہ ترقی کی منازل طے کرتے ہیں اس کے پیچھے چلنے سے ذات اور اجتماع دونوں زوال پذیر ہو جاتے ہیں۔

ایک جنگ میں جب علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حریف کو زمین پر گرا لیا اور اس کے سینے پہ چڑھ بیٹھے تو اس نے آپ کے چہرے پہ تھوک دیا۔ آپ فوراً اس کے سینے سے اٹھ گئے وہ بہت حیران ہوا کہنے لگا میں آپ کی گستاخی اور اہانت اس وقت کی جب میں آپ کے قابو میں تھا۔ آپ نے پھر بھی چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا جب میں تجھ سے لڑ رہا تھا اور لڑتے ہوئے تجھے گرا کر تیرے سینہ پہ چڑھ بیٹھا تھا تو میری یہ لڑائی فی سبیل اللہ تھی لیکن جب تو نے یہ عمل قبیح کیا تو میرا نفس اس میں (Involve) ہو گیا اب میری دشمنی بھی شامل ہو گئی میں نہیں چاہتا کسی کو اپنی وجہ سے قتل کروں۔ جہاد بالسیف کرتے ہوئے جہاد بالنفس کا معاملہ پیش آیا تو جہاد بالنفس کو مقدم ٹھہرایا۔ معلوم ہوا جہاد بالنفس'' جہاد اکبر'' ہے جہاد بالنفس آغاز اپنے آپ سے لڑنا ہے اس کی انتہاء و کمال اعلیٰ اقدار کے تحفظ اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینا ہے۔

جہاد اصغر:۔

جہاد اصغر کی کئی اقسام ہیں یہ جہاد ہماری ساری زندگی اور اجزائے زندگی کو محیط ہے شر، فتنہ اور فساد کا کوئی بھی معاملہ ہو اس کے خلاف سرگرمی دکھانا غیر معمولی کوشش کرنا'' جہاد اصغر'' ہے۔

جہاد اصغر کی اقسام

۱۔ جہاد بالمال ۲۔ جہاد بالقلم ۳۔ جہاد بالعلم ۴۔ جہاد بالحسنہ ۵۔ جہاد بالسیف

جہاد بالمال

درحقیقت جہاد بالمال ''انفاق فی سبیل اللہ'' ہے قرآن نے جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کا ذکر خاص طور پر کیا ہے۔ محمد ﷺ نے مختلف غزوات و سرایا سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد بالمال کی ترغیب دی جہاد بالمال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد بالسیف کیا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے جہاد بالسیف کے ذریعے شہادت کا اعلیٰ مقام عطا کیا اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدان کارزار سے لوٹے انہیں جہاد بالنفس کی تلقین کی گئی۔ جہاد بالمال اس لیے بھی لازمی اور ضروری ہے کہ اس کے بغیر ترقی یافتہ اور جدید دور میں کوئی قدم اٹھانا بہت مشکل ہے تعلیم کا میدان ہو یا ٹیکنالوجی کا، سائنس کی دنیا ہو یا سیاست کی، ہر میدان میں مسلمان مال کی قربانی سے آگے بڑھ سکتے ہیں۔ تعلیمی ادارے، ہسپتال، مساجد و جامعات ان سب کی تعمیر و ترقی اسی جذبے سے منسلک ہے۔

جہاد بالمال جہاں ''انفاق فی سبیل اللہ'' کی ایک صورت ہے وہاں جہاد بالنفس کا ایک شعبہ بھی ہے قرآن نے مال اور اولاد کو آزمائش قرار دیا ہے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۸:۲۸)

''اور جان لو بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے''

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۶۴:۱۵)

''تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے''

ایک قوم غرور و تکبر کی وجہ ہی مال و اولاد کی کثرت کو قرار دیا ہے

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (۳۴:۳۵)

Marfat.com

"انہوں نے کہا کہ ہم مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہم عذاب نہیں دیئے جائیں گے"

اولاد کی محبت اور مال کا حرص بعض اوقات انسان کو غلط راہ کی ترغیب دیتے ہیں حق کی قبولیت اور سچائی کو تسلیم کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں مال کی محبت کے باوجود اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا درحقیقت جہاد بالنفس ہے۔ ایمان والوں سے فرمایا گیا۔

یا ایها الذین امنوا لا تلهکم اموالکم ولا اولا دکم عن ذکر الله ومن یفعل ذلک فاولئک هم الخسرون وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین.

"اے ایمان والو تمہارے مال اور اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کریں اور جو ایسا فعل کرے تو یقیناً وہ انسان نقصان اٹھانے والے ہیں اور جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو پیشتر اس سے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے پھر وہ کہے اے میرے رب اگر تو مجھے تھوڑے سے وقت کی مہلت دے دے تو میں صدقہ دوں اور نیک انسانوں میں سے ہو جاؤں"

جہاد بالمال اور قرآن۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَا جَرُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔۔۔۔(۸:۷۲)

"بے شک وہ انسان جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا" ان کے متعلق ایک آیت سے آگے فرمایا

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَا جَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ(۸:۷۴)

"جو انسان ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے جگہ دی اور نصرت کی وہی حقیقۃً ایمان والے ہیں ان کے لیے بخشش اور پروقار رزق ہے"

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۹ : ۲۰)

''وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کیا اللہ کے ہاں ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی انسان کامیاب ہیں۔

لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۹ : ۸۸)

''لیکن رسول اور وہ انسان جو ایمان لائے ان کے ساتھ (انہوں نے) جہاد کیا اپنے مال کے ساتھ اپنی جانوں کے ساتھ اور انہیں کے لیے تمام بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں''

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ (۴۹ : ۱۵) ''یقیناً ایمان والے تو وہی انسان ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر شک نہیں کرتے اور انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا پس وہی انسان ایمان میں سچے ہیں''

مندرجہ بالا آیات میں جہاد بالمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے خاص عنایات سے نوازا ہے اللہ نے ''مومن حق'' اور ''صادق'' فرمایا ہے یہ ان انسانوں کی شان ہے جو مال سے جہاد کرنے والے ہیں، اسی سند و اعزاز سے وہ مغفرت، رزق کریم اور درجۃ عظیمۃ کے حقدار ہو کر ''مفلح'' بن گئے مومن اپنے مال و دولت سے جو خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قرضہ حسنہ فرماتا ہے۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْہُ لَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ (۶۴ : ۱۷) ''اگر تم اللہ کو قرضہ حسنہ دو گے تو وہ تمہیں اس کا دوگنا دے گا اور تمہیں بخش دے اور اللہ فضل اور حلم والا ہے۔

Marfat.com

اس مقام پہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر ''جہاد بالمال'' کے جذبے کے لیے مزید تقویت کا باعث بنے گا۔آپ کی شخصیت ایک گلدستہ کی طرح ہے جس میں ایمان واتقاء کا پھول بھی ہے محبت و خدمت کی کلی شرم وحیاء کی چنبیلی بھی ہے اور جود وسخا کا گلاب بھی۔

غزوہ تبوک کے موقع پر جب محمد ﷺ نے جہاد بالمال کی ترغیب دی تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی ''میں ایک سو اونٹ مع پالان اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہوں محمد ﷺ نے دوسری بار ترغیب دی تو آپ پھر کھڑے ہوئے اور دو سو اونٹ اللہ کی راہ میں پیش کیے محمد ﷺ نے تیسری بار ترغیب دی تو پھر آپ نے تین سو اونٹ اللہ کی راہ میں دیے۔

جہاد بالقلم

قرآن میں دو مقام پر قلم اور دو مقام پر اقلام استعمال کیا گیا ہے۔قرآن کی ایک سورت کا نام القلم ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ''سورۃ العلق'' کی پہلی پانچ آیات رسول ﷺ پہ نازل فرمائیں

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ(۹۶: ۱.۵)

''اے رسول ﷺ اپنے رب کے اسم کی معرفت کا فہم حاصل کیجئے۔جس نے تخلیق کیا انسان کو خون کی پھٹک سے پھر اپنے رب کی معرفت کا فہم حاصل کیجئے جو کہ سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی۔انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا''

اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی میں ''علم وقلم'' کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے لکھنے والے کے پاس قلم ایک امانت ہے جو اس کے تقدس اور وقار کو بیچتا ہے وہ اپنے ضمیر کا سودا کرتا ہے درحقیقت قرآن نے علم وقلم کے بیان سے مسلمان کی ذمہ داریوں میں سے ایک اور ذمہ داری کا اضافہ کیا ہے۔

جہاد بالقلم کے مختلف محاذ ہیں:۔

Marfat.com

۱۔سیاسی محاذ ۲۔معاشرتی محاذ ۳۔معاشی محاذ ۴۔دینی محاذ ۵۔اخلاقی محاذ

۶۔بین الاقوامی محاذ

ان محاذوں پہ سکالر، صحافی اور سیاستدان مجاہد فی سبیل اللہ بن کر جہاد کرتے ہیں اگر معاشرہ مذہبی واخلاقی بے رہ روی کا شکار ہو رہا ہو، افراد معاشہ تعلیم وشعور ہونے کے باوجود الحادیت وگمراہی اور لادینیت کا رسیا ہو رہا ہو تو وہ سکالرز جنہیں جدید دور کے تقاضوں کو دین کے آفاقی تصور میں Define کرنے کی صلاحیت حاصل ہو وہ جہاد بالقلم کریں۔ مستشرقین کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کا تسلی بخش جواب دیں۔ امریکہ ویورپ میں رہنے والے مسلمانوں کے معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی مسائل باقی مسلم دنیا کے مسائل بالکل جدا ہیں ان کے مسائل کا حل اجتہاد کے بغیر ناممکن ہے۔ وہ سکالرز جو یورپ میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی تلاش کریں۔

ایک ملک کا صحافی غیر منصفانہ نظام، استحصالی نظام، جاگیردارانہ نظام اور سرمایہ دارانہ نظام کے مکروہ چہرے سے نقاب الٹ کر عوام کو ان کا اصل چہرہ دکھاتا ہے۔ معاشرتی خرابیوں اور ملک دشمن قوتوں کے خلاف جہاد بالقلم کرتا ہے۔ سیاستدان اپنے ملک کے سیاسی، معاشی حالات کو بہتر طور پر جانتا ہے اسے بین الاقوامی حالات کا علم بھی ہوتا ہے ے اگر عوام کو حقیقی سیاسی شعور حاصل ہو جائے تو وہ دھوکہ اور فریب سے محفوظ رہے گی۔ اندرون ملک یا بیرون ملک اپنے دین اور ملک کی خاطر جہاد بالقلم ایک سیاستدان بہتر طریقے سے کرتا ہے جس طرح فوجی ملکی سرحدوں کی حفاظت ہتھیار سے کرتا ہے اسی طرح ایک سکالر سیاستدان اور صحافی اپنے ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت جہاد بالقلم سے کرتا ہے پڑھا لکھا دشمن ہمیشہ نظریاتی، ثقافتی اور تہذیبی حملے کرتا ہے۔ اس کا انداز جنگ بہت خطرناک اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ معاشرے کے یہ تین افراد ان محاذوں پر جرات مندانہ طریقے سے جہاد کر سکتے ہیں میرے خیال کے مطابق آج ترقی یافتہ دور میں اس کی اہمیت بڑھ چکی ہے۔ انٹرنیٹ اسی کی ایک

Marfat.com

Advanced شکل ہے۔ہم ہر طرح کی خبر ہر ملک کی خبر انٹرنیٹ کے ذریعے، پڑھ سکتے ہیں۔

جہاد بالعلم :۔ جہاد کی اقسام میں سے ایک قسم ''جہاد بالعلم'' ہے۔ علماء کے نزدیک یہ قسم جہاد بالنفس کے قریب درجہ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو تخلیق کرنے کا ارادہ فرمایا فرشتوں سے تخلیق آدم کا ذکر کیا فرشتوں نے عرض کی۔ اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (۲ : ۳۰) ''کیا تو اسے تخلیق کرے گا جو زمین میں فساد پھیلائے گا اور خون خرابہ کرے گا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جو میں جانتا ہوں تمہیں اس کا علم نہیں'' اللہ تعالیٰ نے آدم کو اشیاء کے نام سکھائے اور فرشتوں کے سامنے پیش کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا مجھے ان اشیاء کے نام بتاؤ لیکن فرشتوں نے عرض کی ہمارے پاس تو اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم سے فرمایا تو آدم نے نام بتادیے۔ اشیاء کے نام سے مراد کائناتی علوم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے ذریعے سے اولاد آدم کو عطاء کیے آدم علیہ السلام خلافت کے منصب پر فائز ہی علم کے باعث ہوئے تھے اور فرشتوں پر برتری کی وجہ بھی تکوینی علوم تھے علوم کائنات کا دفینہ سینہء آدم کو بنایا گیا۔ قرآن کا مخاطب بالعموم انسان اور بالخصوص مومن ہے۔ کائنات کے چھپے خزانے مومن کی میراث ہے۔ (۲)

مجلس المجمع الفقہی الاسلامی کا فیصلہ

سب سے پہلے عالم اسلام کے فتویٰ کے ایک نمائندہ ادارے ''مجلس مجمع الفقہی الاسلامی'' کے فیصلہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے اس مجلس میں پوری اسلامی دنیا کے چیدہ چیدہ علماء کی نمائندگی موجود ہے یہ مجلس ہر سال نئے پیش آمدہ مسائل پر غور وفکر کے لیے اپنے اجلاس منعقد کرتی اور اس سلسلے میں ایک اجماعی یا اکثریتی رائے دیتی رہتی ہے ''فی سبیل اللہ'' کی مد کے حوالے سے فقہی مجلس نے مورخہ ۲۷/۴/۱۴۰۸ھ۔ ۸/۵/۱۴۰۵ھ کو مکہ مکرمہ میں ہونے والے اپنے اجلاس میں درج ذیل فیصلہ کیا ہے ''المجمع الفقہی الاسلامی'' کی مجلس نے مکہ مکرمہ میں مورخہ ۲۷/۴/۱۴۰۵ھ۔ ۸/۵/۱۴۰۵ھ کو ہونے

Marfat.com

والے اپنے آٹھویں اجلاس میں مصارف زکوۃ کی آیت میں ذکر کردہ مصرف ''فی سبیل اللہ'' کے معنی پر غور خوض کیا اور بحث و مباحثہ کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس مسئلہ میں فقہا کی دو آراء ہیں:

ا۔ آیت کے الفاظ ''فی سبیل اللہ'' کا مفہوم قتال کے ساتھ ہی مخصوص ہے یہ جمہور علماء کی رائے ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' کی مد سے زکوۃ کے معنی صرف اللہ کی راہ میں بالفعل قتال کرنے والے مجاہدین ہی ہوں گے۔

۲۔ سبیل اللہ، نیکی اور رفاہ عامہ کے ہر کام کو شامل ہے جس سے مسلمانوں کو دینی یا دنیوی لحاظ سے فائدہ پہنچے، جیسے مساجد کی تعمیر اور مرمت، مدارس اور سرائے، مسافر خانوں کا قیام اور سڑکوں کی تعمیر وغیرہ یہ قول چند متقدمین علماء کا ہے مگر اسے بہت سے متاخرین نے اختیار کیا ہے تبادلہ خیالات اور دونوں فریقوں کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد مجلس نے اکثریت سے درج ذیل فیصلہ کیا۔

ا۔ چونکہ دوسری رائے بھی علماء کی ایک گروہ کی ہے اور بعض آیات سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ... (۲: ۲۶۱) نیز بعض احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ ایک انسان نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ کر دیا اور اس کی بیوی حج پر جانا چاہتی تھی تو محمد ﷺ نے فرمایا ''تو نے اس اونٹ پر سفر کیوں نہیں کیا، اس لیے حج بھی فی سبیل اللہ ہی ہے'' (۳)

۲۔ مزید یہ کہ اسلحہ سے جہاد و قتال، اللہ کے کلمہ کا بول بالا کرنے کے لیے اور داعیان دین کی تیاری اور انہیں ان کے فرائض کی ادائیگی میں تعاون فراہم کرنے سے بھی دین کی نشر و اشاعت ہی پیش نظر ہوتی ہے لہذا دونوں اشیاء جہاد میں شامل ہیں۔ جیسا کہ امام احمد اور نسائی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ''مشرکین سے اپنے مال، جان، زبان، ہر ذریعے سے جہاد کرو'' (۴)

۳۔ جیسا کہ نظریہ و عقیدہ کے میدانوں میں اہل الحاد، یہود و نصاریٰ اور دیگر دشمنان دین اسلام سے برسر

Marfat.com

پیکار ہیں انہیں بھرپور مادی اور معنوی پشت پناہی حاصل ہے لہذا مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان کا اسی اسلحہ سے بلکہ اس سے شدید اسلحہ سے مقابلہ کریں جس سے وہ اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔

۴۔ مزید یہ کہ اسلامی ممالک میں جنگ اور دفاع کے لیے الگ شعبے اور وزارتیں قائم ہیں اور ہر ملک میں اس کے لیے بجٹ میں رقم مخصوص کی جاتی ہے، جبکہ دعوت دین کے میدان جہاد کے لیے اکثر اسلامی ممالک کے بجٹ میں کوئی رقم نہیں رکھی جاتی۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر مجلس نے بھاری اکثریت سے یہ طے کیا کہ دعوت الیٰ اللہ اور اسے قوت وطاقت بہم پہنچانے والے امور اور سرگرمیاں "فی سبیل اللہ" کے قرآنی الفاظ شامل ہیں۔

اس فیصلے پر مجلس کے ایک ممبر، سعودی عرب کے مفتی اعظم الشیخ محمد بن ابراہیم نے یہ اضافہ فرمایا "یہاں ایک ضروری شے ہے جس پر رقم کی زکوۃ خرچ کی جاسکتی ہے اور وہ ہے دعوت الیٰ اللہ اور دین کے حوالے سے شکوک وشبہات رفع کرنے کے لیے مالی قوت فراہم کرنا۔ بلاشبہ یہ بات جہاد میں شامل ہے بلکہ سب سے بڑی اللہ کی راہ (اعظم سبیل اللہ) ہے"

سعودی عرب کی سپریم علماء کونسل کے ممبر الشیخ عبداللہ جبرین سے فقہی مجلس کے اس فیصلے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔

"ان معروف علماء نے بالکل ٹھیک کیا ہے اور درست رائے دی ہے اس سے مسلمانوں کی مشکلات حل ہوں گی دعوت وارشاد کا کام کرنے والوں کو تائید ومدد حاصل ہوگی، دین کی دعوت کو فروغ ملے گا اور مشرکین کا زور ٹوٹے گا۔ بلاشبہ سبیل اللہ سے مراد وہ راستہ ہے جو اللہ کی طرف لے جاتا ہے۔

﴿يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ﴾ (۵:۱۶) اللہ تعالیٰ وہ راہ دکھاتا ہے جو اس پر چلنے والے کو سلامتی کی طرف لے جاتی ہے، چنانچہ ہر وہ نیک عمل جو اللہ کے قریب کردے اور اس کی رضامندی اور جنت کی طرف لے جائے وہ سبیل اللہ کی قبیل سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوۃ

Marfat.com

کی آیت میں پہلے ان انسانوں کے اوصاف گنوائے جو اپنی ذاتی ضرورت کی بنا پر زکوۃ کے مستحق ہیں جیسے فقیر، نادار، مقروض، مولفۃ القلوب اور مسافر وغیرہ۔ پھر باقی مصارف کو فی سبیل اللہ کے عمومی الفاظ سے ذکر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کو بھی ''اپنے راستہ میں'' قرار دیا ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْفِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً (۴: ۱۰۰)

بلاشبہ اللہ کے دین کی دعوت، دین کی خوبیاں بیان کرنے اور پھیلانے، اہل الحاد اور باطل پرستوں کا رد کفار و منافقین کی طرف سے پھیلائے جانے والے شکوک و شبہات کا ازالہ اور توڑ، یہ باتیں اللہ کی مدد کرنے اور اس کے پسندیدہ دین کی نشر و اشاعت کرنے میں شامل ہیں اگر یہ محاذ بے توجہی کا شکار ہو جائے اور انسان اس پر خرچ نہ کریں اور اسے آگے نہ بڑھائیں اور داعیان حق کی کفالت کا انتظام نہ کریں تو ان مدات پر زکوۃ کی رقم لگانا ضروری ہو جاتا ہے۔ ان مدات میں قرآن اور دینی کتب کی طباعت و اشاعت، کیسٹوں اور انٹرنیٹ کے پروگرامات کی تیاری وغیرہ شامل ہیں۔

(جن کے متعلق سائل نے پوچھا ہے) (۵)

جامعۃ الازہر کا فتویٰ

جامعۃ الازہر کی فتویٰ کمیٹی سے پوچھا گیا کہ مصر کے ایک علاقہ میں جہاں مسلمان بڑی تعداد میں بستے ہیں اور وہاں مساجد کی قلت ہے، ایک مخیر انسان زکوۃ کی رقم سے مسجد کی تعمیر کرنے چاہتے ہیں، کیا وہ ایسا کر سکتے ہیں؟ اس استفتا کا جواب اس وقت کے شیخ الازہر عبدالمجید سلیم نے دیا جو درج ذیل ہے۔

''مسجد وغیرہ کی تعمیر اور اس طرح کے دیگر رفاہ عامہ کے ایسے کاموں کے لیے بعض فقہا کی رائے میں زکوۃ کی رقم استعمال کی جا سکتی ہے جنمیں تملیک نہیں ہوتی۔ ان فقہا نے اس کے جواز کے لیے آیت کے لفظ ''فی سبیل اللہ'' کے عموم سے استدلال کیا ہے، اگرچہ آئمہ اربعہ کی رائے یہ نہیں

Marfat.com

ہے مگر جو رائے ہم اختیار کر رہے ہیں، وہ تفسیر رازی میں یوں مذکور ہے۔

''یہ جان لو کہ ''فی سبیل اللہ'' کے ظاہر الفاظ سے مال زکوٰۃ کا صرف قتال کرنے والے مجاہدین تک محدود کردینا نہیں آتا، اسی لیے قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہا کی یہ رائے نقل کی ہے کہ وہ مردوں کی تکفین وتدفین، قلعوں اور مساجد کی تعمیر وغیرہ جیسے کاموں پر خرچ کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، اس لیے کہ ''فی سبیل اللہ'' کے الفاظ میں عموم پایا جاتا ہے اور اس میں یہ اشیاء شامل ہیں'' (بدائع الصنائع کے مولف امام کاسانی حنفی نے بھی ''فی سبیل اللہ'' کا مفہوم نیکی کے تمام کام' بیان کیا ہے)

''ابن قدامہ المغنی میں پہلے تو یہ بیان کرتے ہیں کہ'' اللہ تعالیٰ نے جن مصارف کی صراحت فرمائی ہے، ان کے علاوہ کسی اور مد جیسے مساجد، پلوں اور سڑکوں کی تعمیر پر زکوٰۃ کی رقم نہیں لگائی جا سکتی'' پھر کہتے ہیں ''مگر انس رضی اللہ عنہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پلوں اور سڑکوں کی تعمیر پر جو رقم خرچ کی جائے گی، وہ تو دیرپا رہنے والی زکوٰۃ اور صدقہ جاریہ ہے، مگر پہلی رائے زیادہ درست ہے، اس لیے کہ ﴿انما الصدقات للفقراء والمساکین﴾ میں انما حصر اور اثبات کے لیے ہے اس سے مذکورہ مصارف کا اثبات اور ان کے علاوہ دیگر کی نفی ہوتی ہے'' ابن قدامہ کی عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہ رفاہ عامہ کے کاموں (مساجد اور سڑکوں اور پلوں کی تعمیر وغیرہ) پر زکوٰۃ کی رقم کے استعمال کو جائز سمجھتے ہیں۔ ابن قدامہ اس کا رد کیا ہے وہ وقیع نہیں، اس لیے کہ رفاہ عامہ کے ان کاموں کا مصارف زکوٰۃ میں شامل ہونا ''فی سبیل اللہ'' کے الفاظ کے عموم کی وجہ سے خود اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے اس لیے کتاب ''الروض النضیر'' کی شرح کے مولوف نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں جن فقہا نے میت کی تکفین وتدفین کے لیے مسجد کی تعمیر (جیسے رفاہ عامہ کے کاموں) پر زکوٰۃ کے مال میں خرچ کرنے کی اجازت دی ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ اشیاء سبیل اللہ کی صنف میں شامل ہیں، اس لیے کہ سبیل اللہ کا مفہوم ہر نیک کام کو شامل ہے، اگرچہ آغاز

Marfat.com

اسلام میں بکثرت پیش آنے کی وجہ سے وہ اپنے وسیع تر مدلولات کے فقط ایک ہی فرد یعنی جہاد وقتال کے لیے زیادہ بولا جانے لگا تھا، جیسا کہ اس طرح کی کئی مثالیں ہیں مگر اس معنی و مفہوم نے حقیقت عرفی کی حیثیت اختیار نہیں کر لی چنانچہ اس لفظ کا اپنا اصل مفہوم باقی ہے اس میں ان تمام اقسام کی نیکی کے کام شامل ہیں جس کا مصلحت عامہ یا خاصہ تقاضا کرتی ہو الا یہ کہ کوئی مخصوص دلیل میں استثناء کر دے۔

حاصل کلام یہ کہ ہمیں جو رائے زیادہ راجح نظر آتی ہے وہ رائے ہے جو بعض فقہا نے دی ہے کہ زکوۃ کی رقم مسجد کی تعمیر اور اس طرح کے دیگر نیکی اور رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کی جا سکتی ہے اور ایسا کرنے سے زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ادا ہو جاتی ہے اور اسے پورا ثواب ملتا ہے (۶)

فتویٰ کمیٹی کی رائے

سوال:۔ زکوۃ کا ایک مصرف ''فی سبیل اللہ'' ہے، کیا اس کا مفہوم صرف جہاد بمعنی قتال اور مجاہدین کو ساز و سامان کی فراہمی تک محدود ہے یا اس میں ہر وہ شے شامل ہے جن میں دین کا بھلا ہو؟

جواب:۔ کمیٹی کی رائے ہے کہ ''سبیل اللہ'' سے مراد نیکی کی راہ ہے۔ بعض علمائے متاخرین کی رائے میں نیکی کا ہر کام مصارف زکوۃ میں شامل ہے، مگر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کا جو انسان جائزہ لے گا، اسے یہ نظر آئے گا کہ یہ لفظ جہاد ہی کے حوالے سے استعمال ہوا ہے مگر جہاد جیسا کہ اسلحہ سے ہو سکتا ہے، معاشرہ کی ضرورت کے لحاظ سے دعوت الی اللہ کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے فتویٰ کمیٹی نے اس حوالے سے پوچھے جانے والے تمام استفسارات کے بارے میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے، چنانچہ ہر وہ سرگرمی جو دعوت دین یا دفاع اسلام کے حوالے سے ہو، چاہے اسلحہ کے ذریعے سے ہو یا کسی اور ذریعے سے وہ ''فی سبیل اللہ'' اور مصارف زکوۃ میں شامل ہے۔ (۷)

س: زکوۃ کے مصارف میں فی سبیل اللہ کی مد سے کیا مراد ہے؟

ج: تیر و تلوار کی طرح قلم اور زبان سے بھی جہاد ہوتا ہے جہاد کبھی فکری ہوتا ہے کبھی تربیتی، کبھی اقتصادی

Marfat.com

اور کبھی سیاسی، بالکل اسی طرح جس طرح عسکری جہاد ہوتا ہے بہر حال ہر نوع کے جہاد کے لیے امداد اور سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے اہم ترین شے یہ ہے کہ ان سب میں بنیادی شرط پائی جاتی ہو اور وہ ہے فی سبیل اللہ۔ یعنی ان تمام کوششوں کا مقصد اسلام کی نصرت اور زمین پر اللہ کے کلمے کی سر بلندی ہو بلکہ میری رائے میں تو فکری جہاد جس میں دعوتی ذرائع ابلاغ کے اداروں کا قیام بھی شامل ہے کبھی کبھار فوجی جہاد سے بھی اولیٰ ہو جاتا ہے۔

اگر چہ مذاہب اربعہ کے قدیم فقہا کی اکثریت نے زکوٰۃ کی اس مد کو غازیوں کو ساز وسامان سے مسلح کرنے کے لیے مخصوص کیا ہے جیسے گھوڑے، جنگی اسلحہ اور سواری وغیرہ مہیا کرنا، لیکن ہم اس میں اپنے زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے اضافہ کر سکتے ہیں اور وہ غازی بھی اس میں شامل کر سکتے ہیں جو قلوب واذہان کو اسلامی تعلیمات سے روشن کرنے کے لیے اور اسلام کی طرف دعوت دینے کے لیے اپنی کوششیں صرف کرتے ہیں اور اپنی زبانیں اور قلم، عقائد اسلام اور شریعت اسلامیہ کے دفاع کے لیے وقف کیے رکھتے ہیں جہاد کی یہ قسم بھی احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ محمد ﷺ نے فرمایا:۔

جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے۔

جہاد کی جن اقسام کا ہم نے ذکر کیا ہے اگر یہ بطور نص جہاد میں شامل نہ بھی ہوں تو قیاساً انہیں جہاد کے زمرے میں شامل کیا جا سکتا ہے کیوں کہ دونوں کا مقصد غلبہ اسلام، شریعت اسلامیہ کا دفاع، دین کے دشمنوں کی مزاحمت اور اللہ کے کلمے کو زمین میں غالب کرنا ہے، بلکہ فی سبیل اللہ کی مد کو اس دور میں، ثقافت، تربیت اور ذرائع ابلاغ میں صرف کرنا اولیٰ ہے بشرطیکہ یہ صحیح اور اسلامی ہوں مثلاً خالص اسلامی اخبار جاری کرنا جو کہ گمراہ کن صحیفوں کا پوری طرح مقابلہ کر سکے اور اللہ کا کلمہ بلند کر سکے، حق وانصاف کی بات کر سکے اور اسلام کے خلاف افترا پردازوں کا رد کر سکے گمراہ لوگوں کے شکوک وشبہات کو رفع کر سکے اور دین کی صحیح تعلیمات کے بغیر کسی حذف واضافہ کے ٹھیک انسانوں تک

پہنچا سکے ایک اسلامی کتاب کی طباعت بھی فی سبیل اللہ کی مد میں شامل ہے جو اچھے طریقے سے اسلام کا تعارف پیش کر سکے اور اسلام کے جوہر کو دنیا کے سامنے نمایاں کر سکے، اس کی تعلیمات کے حسن وجمال کو نمایاں اور مخالفین کے باطل دعوؤں کو جھوٹا کر سکے انہیں صفات کی حامل کتاب کو ری پرنٹ کر کے وسیع پیمانے پر پھیلانا بھی اس مد میں شامل ہے۔

ایسے امانت دار اور مخلص انسانوں کو مذکورہ کاموں کے لیے فارغ کرنا بھی جہاد فی سبیل اللہ کی مد میں شامل ہے جو اس دین کی خدمت کے لیے منصوبہ بندی کر سکیں اور چاردانگ عالم میں اسے پھیلا سکیں، دشمن کی چالوں کا توڑ کر سکیں، اسلام کے سوئے ہوئے بیٹوں کو بیدار کر سکیں اور نصرانیت، لادینیت، اباحیت اور سیکولرازم کا مقابلہ کر سکیں ان اسلامی داعیوں کی معاونت کرنا جن کے خلاف خارج کی اسلام دشمن طاقتیں مقامی سرکش اور دین اسلام کے باغیوں کی مدد سے سازشوں میں مصروف ہیں یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے مذکورہ متعدد مدات میں زکوٰۃ اور صدقات صرف کرنا بدرجہ اولیٰ ہیں خاص طور پر اسلام کی اجنبیت کے اس زمانے میں (۸)

مصادر و مراجع

(۱) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، اکتوبر ۲۰۰۶ء (۲) ماہنامہ روح بلند نومبر ۲۰۰۵، ص ۱۹ (۳) کتاب المناسک، حدیث ۱۹۸۹ (۴) مسند احمد حدیث ۸۳۷، نسائی حدیث ۳۰۹۶، ابو داؤد حدیث ۲۵۰۴ (۵) فتاویٰ علماء البلد الحرام، مرتب: خالد الجریسی، موسسہ الجریسی الریاض ۱۹۹۹۔ ص ۲۶۷۔۲۷۲ (۶) فتاویٰ الذکوٰۃ، بیت الذکوٰۃ کویت ۱۹۸۸۔ ع، ص ۱۵۰۔۱۵۱ بحوالہ الفتاویٰ الاسلامیۃ۔ الازہر (۷) فتاویٰ الزکوٰۃ حوالہ مذکورہ، ص ل ۱۶۰ الجنۃ الفتویٰ وزارۃ الاوقاف والشوؤن الاسلامیۃ، الکویت، فتویٰ نمبر ۸۲/۸) ماہنامہ الشریعہ، اکتوبر ۲۰۰۶، ص ۳۷

(۸) یوسف قرضاوی، المجتمع کویت، شمارہ ۱۶۸۵، ۲۷ جنوری ۲۰۰۶ (ماہنامہ ترجمان القرآن، ص ۹۶،

Marfat.com

باب ۹ اسلامی طرز تجارت

لغوی مفہوم:۔ تجارت لغوی معنی سوداگری اور سرمایہ کے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم:۔ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں:۔

التجارۃ التصرف فی راس المال طلباء للربح

''تجارت اصل سرمایہ میں اس طرح تصرف کرنے کا نام ہے جس سے منافع ہو''

اہمیت تجارت

﴿ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الاان تکون تجارۃ عن تراض منکم﴾ (۲۹:۴)

''اپنے مالوں کو اپنے درمیان باطل طریقہ سے نہ کھاؤ بلکہ باہمی رضامندی کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع کماؤ''

محمد ﷺ نے فرمایا:۔ علیکم بالتجارۃ فان فیھا تسعۃ اعشار الرزق ''تجارت کیا کرو اس میں رزق کا 9/10 حصہ ہے''رسول ﷺ نے فرمایا:۔ التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء ''سچے اور امانتدار تاجر کا حشر نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

مندرجہ بالا نصوص سے تجارت کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور ان میں تاجروں کے لیے خوشگوار انجام کی نوید سنائی گئی ہے اور یہ وہی پیشہ ہے جسے رسولوں، صحابہ، تابعین اور دیگر آئمہ عظام نے اختیار کیا ابراہیم ،اسماعیل، شعیب، صالح، یحیٰ اور زکریا علیہم السلام مختلف اشیاء کی تجارت کے پیشہ سے وابستہ رہے۔ یہاں تک کہ محمد ﷺ نے نبوت سے قبل بارہ سال تک تجارت کی تھی اور اس قدر ترقی اور وسعت نصیب ہوئی کہ محمد ﷺ کا مال تجارت شام، یمن، حبشہ اور بحرین وغیرہ کی منڈیوں میں بکنے کے لیے جایا کرتا تھا۔ اس سلسلہ میں محمد ﷺ نے دو مرتبہ ملک شام کی طرف سفر بھی کیا ابوداؤد میں سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اعلان نبوت سے قبل میرے شریک تجارت تھے معاملہ ہمیشہ صاف فرماتے'' (تاریخ ابن جریر)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے خود فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنة اهلی

''میری قوم خوب جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کی کفالت سے عاجز نہیں ہے''

مقام سخ پر مدینہ میں آپ کا کپڑے کا کارخانہ تھا۔عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بہت بڑے سوداگر تھے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ اور ان کے درمیان مواخات قائم ہوئی تو سعد رضی اللہ عنہ مالدار انسان تھے انہوں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ کو آدھا مال دینا چاہا تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

بارک الله لک فی اهلک ومالک دلونی علی السوق (بخاری)

''اللہ آپ کے اہل وعیال اور مال میں برکت دے تم مجھے بازار کا راستہ بتادو''۔

چنانچہ انہوں نے تجارت کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں دوسروں سے بے نیاز ہو گئے۔اس طرح طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما بہت بڑے تاجر تھے (الاستیعاب) امام ابوحنیفہ بھی کپڑے کی تجارت کرتے ،امام بخاری کپڑوں کے تاجر تھے۔مشہور محدث خالد الحذاء امام قدوری اور علامہ کرخی سب پیشہ تجارت سے منسلک تھے۔

تاریخی پس منظر

پیشہ تجارت کی تاریخ پر اگر نظر دوڑائی جائے تو یہ تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود انسان کی تاریخ ہے۔احتیاج برائے معادلہ کی قدامت کے ڈانڈے اس وقت سے ملتے ہیں جس دن اور جس وقت پہلے پہل دو انسانوں نے آپس میں اپنی دو مطلوبہ اشیاء کا تبادلہ کیا تھا۔مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ یونانیوں نے اس پیشہ کو بام عروج بخشا اور بابل شہر عالمی منڈی بن کر منصۂ شہود پر ابھرا پھر رومیوں کا دور آیا اور تجارت زوال پذیر ہوگئی۔پھر عرب کی طرف تجارت کا رخ پھرا اگرچہ وہاں کی کاشتکاری اور صنعت وحرفت کا بھی دور تھا لیکن عرب کی ریتلی اور چٹیل زمین نے عربوں کو تجارت پیشہ بنا دیا۔قریش کے تجارتی قافلے ،منڈیاں ،درآمدات ، برآمدات ، تجارتی معاہدے ، رائج سکے اور وزن کے پیمانے تاریخ تجارت کا ایک حصہ ہیں۔

﴿لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ. إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ. فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ. الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ﴾ (۱۰۶: ۱۔۴) ''قریش کے دلوں میں الفت ڈالنے

کے سبب سے جو سردی اور گرمی کے سفر کے ساتھ ان کو ہے۔ اس نعمت کے شکریہ میں ان کو چاہیے کہ وہ خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک سے کھانا اور ڈر سے امن دلایا''

قریش تاجر پیشہ تھے سال میں بغرض تجارت دو سفر کرتے تھے ایک جاڑے میں یمن کی طرف اور دوسرا گرمی میں شام کی طرف جو سرسبز اور سرد ملک ہے۔ اللہ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے محمد ﷺ کے اوصاف کا تذکرہ کچھ اس انداز سے فرمایا۔

﴿یا مرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والا غلل التی کانت علیھم﴾ ''رسول ﷺ ان کو اچھے کام کرنے کا حکم دیتے اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ طیب اشیاء حلال اور ناپاک اشیاء ان پر حرام کرتا ہے۔ ان پر پڑے بوجھ اور طوق اتارتا ہے''

معلوم ہوا کہ محمد ﷺ نے بہت سی اشیاء کی اصلاح فرمائی اور انہی اصلاح طلب امور میں سے ایک تجارت بھی تھی جس میں ناانصافی ظلم وستم، دھوکہ، فراڈ اور سود غرضیکہ استحصال کا ہر حربہ آزمایا جا رہا تھا اور ناحق انسانوں کا مال بھی ہضم کیا جاتا۔ ابن اسحٰق ذکر کرتے ہیں یمن کے شہر زبید سے ایک انسان مکہ مکرمہ میں سامان تجارت بیچنے کے لیے لایا وہ سارا سامان عاص بن وائل نے خرید لیا اور زبیدی کو قیمت دینے سے انکار کر دیا اس نے قریش کے تمام قبائل کے سامنے ہر طرح حق دلوانے کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے عاص کے خلاف اس کی مدد سے انکار کر دیا آخر جبل ابوقبیس پر چڑھ کر اپنے ستم رسیدہ ہونے کا تذکرہ کیا یہ کلمات اس وقت زبیر بن عبدالمطلب نے سنے تو اس نے اپنے حلیفوں کو عبداللہ بن جدعان کے گھر اکٹھا کیا اور سب نے مل کر وعدہ کیا کہ واللہ ہم سب مظلوم کی مدد کے لیے ظالم کے خلاف ایک ہاتھ کی طرح متحد رہیں گے۔ اس کا نام ''حلف الفضول'' رکھا گیا جس میں محمد ﷺ نے بھی شرکت کی محمد ﷺ فرمایا کرتے تھے مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ بھی پسند نہیں تو اس تنظیم نے اس زبیدی کا حق عاص بن وائل سے لیکر دیا۔ (مختصر سیرۃ ص ۴۷)

جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی بادشاہ کے دربار میں انسانوں کے ناحق مال کھانے کا تذکرہ کیا اور کہا پھر ہمارے پاس ایک رسول آیا جس نے ہمیں ظلم کی جگہ عدل وانصاف کا سبق پڑھایا۔ اسلام دنیا کا وہ

Marfat.com

آفاقی دین ہے جو زندگی کے ہر پہلو کو منظم اور بہتر کرتا ہے اور اسلام نے تجارت کے سلسلہ میں ایسے راہنما اصول مقرر کیئے کہ سرمایہ دارانہ ظالمانہ ٹیکس اور نامعقول ڈیوٹیوں کو ختم کر کے اپنے مزاج کے مطابق عدل وانصاف پر مبنی قوانین وضع کیئے پھر اسلامی تجارت نے اتنی ترقی کی جس کا ذکر کرتے ہوئے عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کیا واقعتاً ہمارے اسلاف نے تجارت کے میدان میں پوری دنیا کی امامت کے فرائض سرانجام دیئے ہیں ان کا وجود شرق وغرب کی تجارت کے لیے کلیدی حیثیت رکھتا تھا تمام تجارتی گذرگاہیں درہ دانیال، جبل الطارق، نہر سویز اور جزیرہ مالٹا مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں اور بلاد چین تک رسائی ممکن ہوئی اور تاریخ عالم میں جن بندرگاہوں کے نام ملتے ہیں وہ انہیں کی مرہون منت ہیں جن میں انطاکیہ، طرابلس، ابلہ، قلزم، جدہ، عدن، بغداد، المریہ، فلپائن کی بندرگاہیں قابل ذکر ہیں تیسری صدی ہجری میں عظیم مصنف ابوالقاسم بن خرواذبہ نے بحری اور بری سفر کرنے والے تجار کے لیے "دلیل المسافرین" بھی مرتب کی۔ ایسے سنہری دور کی یادیں ہر مسلمان تاجر کو وہ سنہری اصول جاننے کے لیے بے تاب کرتی ہیں جن کی وجہ سے یہ ترقی ممکن ہوئی۔(۱)

تجارت احادیث کے تناظر میں

☆ .طلب الحلا ل فریضة بعد الفریضة (مشکوٰة)

"محمد ﷺ نے فرمایا کہ حلال مال کا طلب کرنا دوسرے فرائض کی ادائیگی کے بعد فرض ہے"

☆ .طلب الحلا ل واجب علی کل مسلم (الطبرانی)

"محمد ﷺ نے فرمایا کہ حلال مال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے"

☆ .ایما رجل اکتسب حلالاً من حلا ل فاطعم نفسه او کسا ھا ممن دونه من خلق الله تعالیٰ کان له به زکوٰة (ابن حبان) "محمد ﷺ نے فرمایا کہ جس انسان نے بھی حلال مال کما کر خود اپنے کھانے اور پہننے میں خرچ کیا یا اپنے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی دوسرے کو کھلایا یا پہنایا تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوگا" حلال مال خرچ کرنا صدقہ ہے

☆ .ما اکل احد طعاماً قط خیرا من ان یا کل من عمل یده وان نبی الله داؤد علیه السلام کان یا کل من یده (بخاری)

''محمد ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے'' اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی اور کمائی نہیں''

☆ .ما کسب الرجل کسباً اطیب من عمل یدہ وما انفق الرجل علی نفسه واهله وولده وخادمه فهو صدقة(ابن ماجه)

''محمد ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کمائی نہیں اور جو مال حلال بھی انسان خود اپنے اوپر، اہل وعیال، اولاد اور خادم پر خرچ کرے وہ بھی اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے''

لہذا ثابت ہوا کہ حلال کمائی میں سے اپنے اوپر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔

☆ .لان یحتطب احد کم حزمةً علی ظهره خیر له من ان یسال احدًا فیعطیه او یمنعه (بخاری) '' آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنی پشت پر لکڑیاں لاد کر اس کو بیچ کر کھائے یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ کسی سے سوال کرے پھر وہ دے یا نہ دے'' لکڑیاں لے کر فروخت کرنا سوال کرنے سے بہتر ہے۔

☆ .من امسی کا ھلاً من عمله امسی مغفورًا له (الطبرانی)

''محمد ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے اس حال میں شام کی کہ کام کرنے کی وجہ سے تھک کر چور ہو گیا ہو تو گویا اس نے اس حال میں شام کی کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے ہوں گے''

☆ .ان رجلا من الانصار اتی النبی ﷺ فساله فقال: اما فی بیتک شیء؟ قال: بلٰی حلس نلبس بعضه ونبسط بعضه وقصب نشرب فیه من الماء قال اتنی بهما. فاتاه بهما فاخذ هما رسول الله ﷺ بیده وقال :من یشتری هذین ؟ قال رجل انا، اخذ هما بدرهم قال: رسول الله ﷺ من یزید علی درهم ؟ مرتین او ثلاثاً ،قال رجل انا اخذ هما بدر همین فاعطیٰ هما ایاه فاخذ الدر همین فاتا هما الانصاری وقال اشتر باحد هما طعاما فانبذه الی اهلک واشتر بالاخرة قدوما فاتنی به فاتاه به فشد فیه رسول الله ﷺ عوداً بیده ثم قال اذهب فاحتطب وبع ولا اریتک خمسة عشریوماً ففعل فجاء وقد اصاب عشره دراهم فاشتریٰ ببعضها ثوبا و

Marfat.com

بیعضها طعاماً فقال رسول ﷺ :هذا خیر لک من ان تجئی المسئلة نکتة فی وجهک یوم القیامة(الترمذی)

''ایک انصاری نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کچھ مال کا سوال کیا محمد ﷺ نے فرمایا تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ انصاری نے عرض کیا ہاں ایک ٹاٹ ہے جس کے بعض حصہ کو میں پہنتا ہوں اور بعض کو بچھا کر سوتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں محمد ﷺ نے فرمایا ان دونوں کو لے آؤ وہ لے آئے تو محمد ﷺ نے ان دونوں اشیاء کو ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ ان کو کون خریدتا ہے؟ ایک نے کہا کہ میں ان دونوں کو ایک درہم میں لے لوں گا۔ محمد ﷺ نے فرمایا ایک درہم سے زیادہ میں کون لے گا؟ دو تین مرتبہ یہی اعلان فرمایا ایک نے عرض کیا میں دو درہم میں لے لوں گا۔ آپ نے وہ دونوں درہم لے کر اس انصاری کو دے دیئے اور فرمایا کہ ایک درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ جب وہ لے آئے تو محمد ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ لگایا اور انصاری سے فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں کاٹو اور میں تم کو پندرہ دن تک ہرگز نہ دیکھوں انصاری نے ایسا ہی کیا پھر پندرہ دن کے بعد اس حال میں وہ آئے کہ دس درہم نفع کما چکے تھے بعض کا کپڑا خریدا اور بعض درہم کے کھانے کی اشیاء خریدیں اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارا خود محنت کر کے کمانا تمہارے لیے بہتر ہے کہ قیامت کے دن اس حال میں آؤ کہ سوال کا داغ تمہارے چہرے پر نہ ہو''

☆.طوبیٰ لمن طاب کسبه(طبرانی) ''خوشخبری ہو اس کے لیے جس کی کمائی طیب ہو''

☆.ان اطیب ما اکلتم من کسبکم(طبرانی) ''بہترین کھانا وہ ہے جو تم اپنی کمائی سے کھاؤ''

☆.ان الله یحب المومن المحترف ''اللہ تعالیٰ حرفت والے مومن کو دوست رکھتے ہیں''

☆.ای الکسب اطیب ؟ قال: عمل الرجل بیده و کل بیع مبرور

''اے اللہ کے رسول کونسی کمائی زیادہ طیب ہے؟ محمد ﷺ نے فرمایا انسان کی اپنے ہاتھ کی کمائی اور ''بیع مبرور'' کی وضاحت ابو عبید رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں

البیع المبرور الذی لا یخالطه کذب و لا شی من الما ثم ای لا شبهة و لا خیانة و لا خدیعة فیه(۲) اچھی اور نیکی والی تجارت وہ ہے جس میں جھوٹ اور گناہ کا کوئی عمل نہ کیا جائے نہ اس

میں شبہ حرام ہونے کا ہو نہ خیانت کا نہ ہی اور کوئی دھوکہ ہو۔

عن الولیدبن عمرو قال : بلغنی انه مکتوب فی التوراۃ . ابن آدم حرک یدیک افتح لک باباً من الرزق واطعنی فیما امر لک فما اعلمنی لما یصلحک (۳)

''تورات میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم تو اپنے ہاتھوں سے کام کاج کر میں تیرے لیے رزق کا دروازہ کھول دوں گا اور تو میری اطاعت کر میں تیری ضروریات کے بارے میں زیادہ جانتا ہوں''۔

ای الکسب افضل؟ قال عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور (طبرانی) ''محمد ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی کمائی افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ انسان کے ہاتھ کی کمائی اور نیک تجارت''

علماء محققین نے کتابت خطاطی اور کتابوں کی تصحیح کا کام کر کے قوت لایموت پر گزر اوقات کر کے اپنے آپ کو دین کی خدمت میں مشغول کیا ہوا تھا۔

اسلاف نے جائز اور حلال کمائی کر کے اپنے اوپر اور دوسروں پر دل کھول کر خرچ کیا اور ان کی داد و دہش پر بڑے بڑے اجواد و اسخیاء رشک کرتے ہیں۔

اسلامی تجارت کے چند اصول

ذیلی حروف میں اسلامی طرز تجارت کے اجمالاً چند اصول بیان کیے جاتے ہیں:۔

ا۔تجارتی اخلاقیات

اسلام چاہتا ہے کہ تجارت پیشہ افراد اخلاق حسنہ سے متصف ہوں وہ اخلاق حسنہ یہ ہیں صدق و امانت، دیانت ، معاملات کی صفائی اور اگر تکرار ہو جائے تو نرم گفتگو اور عزت نفس کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ محمد ﷺ فرماتے ہیں:۔ رحم اللہ رجلا سمحا اذا باع و اذا اشتریٰ و اذاقتضی۔ (بخاری) ''اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس تاجر پر جو کبھی کوئی شے بیچے خریدے اور قرض واپس لینے کا مطالبہ کرے تو نرم گوئی اور درگزری کا معاملہ کرے'' تجارتی اخلاق حسنہ کو محمد ﷺ نے ایک دوسرے انداز میں یوں ادا فرمایا:۔ البیعان بالخیار ما لم یتفرقا فان صدقا و بینا بورک لھما فی بیعھما و ان کتما و کذبا محقت برکۃ بیعھما . (بخاری و مسلم) ''بائع اور مشتری

Marfat.com

کو بیع جاری کرنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہے جب تک کہ جدا نہ ہو جائیں اور اگر دونوں سچائی کو اختیار کریں اور عیوب کی وضاحت کر دیں تو انہیں ان کی تجارت میں برکت دی جائیگی اور اگر انہوں نے عیوب کو چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے گی''

۲۔ ذخیرہ اندوزی

شریعت اسلامیہ کی رو سے ذخیرہ اندوزی (احتکار) یہ ہے کہ کوئی انسان غلہ یا دیگر اجناس کی بڑی مقدار اس لیے اکٹھا کرے تاکہ بازار گراں ہو جائے اور صارفین میں اس شے یا جنس کی مانگ کا مرکز و ہی بن جائے اور انسان مجبور ہو کر اس ذخیرہ اندوز کی شرائط وضوابط اور مقرر کردہ نرخوں کے مطابق خریدیں۔ ایسی مصنوعی قلت پیدا کرنے والے انسان دشمن تاجر کے نفسیاتی عمل اور اس کے انجام کی اطلاع محمد ﷺ نے اس طرح دی ہے:۔ الجالب مرزوق والمحتکر ملعون ''سوداگر کو رزق ملتا ہے اور ذخیرہ اندوز لعنتی ہے'' احتکار کی موجودہ عمومی شکلیں درج ذیل ہیں۔

ا۔ چند کمپنیاں مل کر وحدت قائم کرتی ہیں اور کسی شے کی پیداوار اور قیمت پر اجارہ داری قائم کرتی ہیں۔

ب۔ چند مالکان یا کارخانہ داران مل کر بازار میں ایک قیمت طے کر لیتے ہیں اور پھر گاہکوں کا استحصال کرتے ہیں۔ اگر بازاروں میں ذخیرہ کی جانے والی اشیاء کی کمی نہ ہو اور قیمتوں پر کوئی اثر نہ ہو تو احتکار میں کوئی حرج نہیں۔

۳۔ ملاوٹ

جسے آج کل کاروباری ہنر اور نفع آوری کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے اسلامی قانون تجارت میں یہ انسانیت سوز عمل ہے ایسے انسان دشمن آستینوں کے سانپوں کو شاید کہ یہ احساس نہیں کہ وہ اپنے اس قبیح عمل سے محمد ﷺ کے امتی ہونے کے اعلیٰ منصب سے محروم ہونے کا خطرہ مول لے رہے ہیں محمد ﷺ کا فرمان ہے: من غش فلیس منا۔ ''جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں'' (مسلم)'' عمر رضی اللہ عنہ نے تو ایک دفعہ ایک گوالے کا پانی ملا دودھ زمین پر بہا دیا تھا''

۴۔ جواسٹہ بازی

تجارت میں جوا سٹہ بازی مختلف انداز میں پائی جاتی ہے۔عہد جاہلیت میں اس کی چند شکلیں ملامسہ، منابذہ اور محاقلہ وغیرہ تھیں جنہیں اسلام کے عادلانہ نظام تجارت نے حرام قرار دے دیا عصر حاضر میں لاٹری نمبر حاصل کرنا، مہذب تجارتی جوئے کی شکلیں ہیں یہ امر معاشرتی امن کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے اسلام نے جوئے کی تمام صورتوں کو حرام قرار دیا علامہ اقبال کہتے ہیں

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات

۵۔ماپ تول میں کمی

اسلامی تجارت کے بابرکت اور باوقار پیشہ کو ناپاک اور بے وقار بنانے کی ایک مکروہ شکل وہ ہے جس میں حیلہ کے ذریعے ایک تاجر کم مال دے کر زیادہ کے دام وصول کرتا ہے اور اپنے بھائی کی خون پسینے کی کمائی کو بٹورنا چاہتا ہے یہ ایک ایسی لعنت ہے جس میں بعض امم سابقہ کے بد دیانت تاجر بھی مبتلا تھے اور جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہاں کے انسان بھی ماپنے میں بڑے خبیث تھے علامہ زمحشری فرماتے ہیں کہ ابومہینہ کے پاس دو پیمانے تھے ایک خریدنے اور دوسرا فروخت کرنے کے لیے استعمال کرتا تھا۔(الکشاف)

اسلام تو اس سلسلہ میں مساوات سے آگے احسان کا حکم دیتا ہے محمد ﷺ ایک دفعہ ایک دن بازار سے گزر رہے تھے ایک انسان کو دیکھا جو پیشہ ور وزن کرنے والا تھا محمد ﷺ نے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:۔زن وارجع۔''تول اور جھکا کے تول''

یہ تعلیم قیامت تک کے تاجروں کے لیے وصیت کا درجہ رکھتی ہے۔یوسف علیہ السلام بھی اپنے بھائیوں کے لیے کہتے تھے: الا ترون انی اوف الکیل و انا خیر المنزلین۔

''تم دیکھتے نہیں میں پورا پورا پیمانہ بھر کے دیتا ہوں اور مہمان نوازی بھی اچھی طرح کرتا ہوں''

۶۔سود

پیشہ تجارت میں سب سے بڑا استحصالی حربہ سود ہے جس میں سرمایہ دار غریب مجبور کا خون چوستا ہے اور خونخوار بھیڑیا نظر آنے لگتا ہے سرمایہ دارانہ نظام نے اس کو اتنا رواج دیا ہے کہ ساری دنیا اس

Marfat.com

کے دامن تذویر میں گرفتار ہے ایک منظم سازش کے ذریعے سرمایہ دار اور بینکار حکومت ہو یا افراد تجارتی سود کے ہتھیار سے معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والے حاجت مندوں کا خون نچوڑتے ہیں اور اس نظام کی کوکھ سے جنم لینے والا یہ سرمایہ دار درندہ مظلوموں کی کراہوں سے لطف اندوز ہوتا ہے یہی وہ یہودی نظام ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا کو غلام بنایا جا رہا ہے جوان کی شروع سے عادت رہی ہے اسلام نے اس شجر ملعونہ کو روز اول سے ہی جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔

واحل اللہ البیع وحرم الربوا۔ "اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے"

حرمت سود کے ساتھ یہ رعایت بھی نہ دی گئی کہ جو سابقہ سودی رقم مقروض کے ذمہ رہ گئی ہے وہ اسے وصول کرے۔ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ. (۲:۲۷۸) "جو تمہارا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو" سود خور ہر وقت ھل من مزید کے نعرے لگانے والا انسانوں کے معاشی ذرائع پر زبردستی قبضہ کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور پھر اپنی اس دیوانگی پر تجارت اور سود دونوں کا مقصد ایک ہی ہے اس قدر زائد بڑھوتری اور سرمایہ میں اضافہ کے لیے اس امر کی وضاحت ضروری ہے لہذا درج ذیل فرق ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

ا۔ اسلامی طریقہ بیع میں فریقین بائع ومشتری کے درمیان حقیقی رضا ورغبت ہوتی ہے جبکہ سود میں ایک فریق سرمایہ دار کے حقیقی خودغرضانہ رغبت اور دوسرے فریق مشتری کے لیے مصنوعی رضامندی وہ بھی اضطرار اور اکراہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

ب۔ اسلامی تجارت میں فریقین میں باہمی تعاون واشتراک ہوتا ہے جبکہ سود میں یہ تعاون سرے سے مفقود ہوتا ہے بلکہ ایک طرف سرمایہ دار بنک کی یقینی ترقی اور خوشحالی جبکہ دوسری طرف غریب قرض خواہ کے افلاس و بےبسی کا تماشہ ہوتا ہے۔

ج۔ اسلامی تجارت میں فریقین کے لیے حصول نفع کے یکساں مواقع ہوتے ہیں جبکہ سود میں ایک طرف سرمایہ دار کا یقینی نفع اور دوسری طرف محتاج غریب کا خسارہ یقینی ہوتا ہے۔

درج ذیل فرق جاننے کے بعد ہر ذی شعور کو چاہیے کہ وہ قوانین تجارت ومعاشیات کا ادنیٰ طالبعلم کیوں نہ ہو وہ تجارت اور سود کے درمیان فرق باسانی کرسکتا ہے۔

Marfat.com

۷۔ قسم اٹھانا

دوران بیع منافع پانے کی حرص کبھی بائع کو قسمیں اٹھانے پر مجبور کرتی ہے ایسی قسموں کے متعلق ایاکم و کثرۃ الحلف فی البیع فانہ ینفق ثم یمحق (مسلم) ''خرید وفروخت میں زیادہ قسمیں اٹھانے سے بچو یہ امر سودا بیچنے کا سبب تو بن جاتا ہے پھر برکت کو مٹا دیتا ہے''

شریعت اسلامیہ نے تجارت میں ناجائز منافع خوری، دھوکہ اور فراڈ کے ہر جدید استحصالی حربے کا عمومی طور پر سد باب کیا ہے اللہ کے رسولؐ نے غرور دھوکہ سے منع فرمایا ہے۔

مندرجہ بالا ضوابط و قوانین تجارت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام مکمل طور پر استحصالی طبقہ کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور مکمل عادلانہ طرز تجارت کا حامی ہے۔ محمد ﷺ نے صرف قوانین تجارت انسانوں تک پہنچائے بلکہ خود ایسے سنہری اصولوں کے مطابق بالفعل تجارت کر کے بھی دکھائی اور اسی عمل کا نتیجہ تھا کہ دنیا کا صادق و امین اور عرب کی طاہرہ محمد ﷺ اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔

اسلامی معیشت کی بنیاد جان لینے کے بعد یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ شریعت اسلامی نے نہ صرف بائع اور مشتری کے لیے راہنما اصول مقرر کیے ہیں بلکہ منڈیوں اور بازاروں کی قیمتوں کا عادلانہ معیاری نظام قائم کیا ہے۔ اسلام نے حکومت یا کسی بیرونی طاقت کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ اپنے آہنی پنجوں سے قیمتوں کو ایک معیار پر کس دے اور یوں اس آہنی پنجہ میں طلب ورسد کے قدرتی نظام کو جکڑ دیا جائے البتہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ مصنوعی قلت کو ختم کرنے کی کوشش کرے اجارہ داری کے تمام مکروہ حیلوں کو ختم کرے اور اگر قدرتی آفات یا ناگہانی صورتوں سے اشیاء کی قلت پیدا ہو تو حکومت اس کو ختم کرنے کے لیے بیرونی ذرائع سے اشیاء حاصل کرے اس سلسلہ میں عمر رضی اللہ عنہ کی نظیر قابل تقلید ہے ''جب ۱۸ ہجری مدینہ منورہ اور آس پاس کے علاقوں میں قحط کے آثار نمودار ہوئے اور قیمتیں چڑھ گئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے مصر وشام سے غلہ اور ضروریات زندگی کے قافلے منگوائے اور یوں قیمتیں اپنی سطح پر آگئیں'' (سیرۃ عمر لابن جوزی)

ایک دفعہ محمد ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی محمد ﷺ قیمتیں مقرر کر دیں

Marfat.com

تو محمد ﷺ نے فرمایا: ان اللّٰہ ھو الرزاق الباسط المسعر (ترمذی) "بیشک اللہ تعالیٰ رزاق کشادگی پیدا کرنے والا اور قیمتیں مقرر کرنے والا ہے" تجارتی منڈیوں میں نظام حسبہ بھی شریعت مطہرہ کا ایک سنہری باب ہے اس کار خیر کا آغاز محمد ﷺ نے اپنے عہد میں کر دیا تھا آپ بنفس نفیس بازار میں تشریف لے جاتے اور تجارتی سرگرمیوں کی نگرانی کرتے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ مر علی صبرۃ طعام فادخل یدہ فیھا فنالت اصابعہ فقال ما ھذا یا صاحب الطعام قال اصابتہ السماء یا رسول اللہ قال: افلا جعلتہ فوق الطعام حتی یراہ الناس من غش فلیس منا (مسلم)

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ ایک اناج کے ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر دیکھا تو انگلیاں تر ہو گئیں تو پوچھا۔ اناج والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول اس پر آسمان سے پانی برسا ہے محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تو اسے اناج کے اوپر کیوں نہ رکھ دیا تا کہ انسان اسے دیکھ لیتے لھذا جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے"

عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لیے مقرر کیا تھا اور خود بھی یہ کار خیر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد مسلمان خلفاء نے نظام حسبہ کو مضبوط تر اور اس کا دائرہ وسیع کر دیا۔ فقہاء اسلام کے مطابق بازار کے محتسب کی ذمہ داریوں میں صرف اشیاء کے خالص یا ناخالص ہونے پر ہی موقوف نہ تھا بلکہ وہ تو تجار سے یہ بھی مطالبہ کرتا تھا کہ کیا وہ تجارتی کاروبار کے اسلامی اصولوں سے واقف بھی ہیں یا نہیں۔

کان المحتسب یمشی فی الاسواق و یقف علی الدکان یسال صاحبہ عن الاحکام التی تلزمہ فی سلعۃ من این ید خل علیہ الربا فیھا و کیف یحترز منھا فان اجابہ ابقاہ فی الدکان وان جھل شیاء من ذالک اقامہ من الدکان۔ (۴)

"محتسب بازاروں میں چلتا اور دوکان میں جا کر دوکاندار سے وہ مسائل دریافت کرتا جن کا معلوم ہونا اس کے لیے اپنا سودا سلف بیچنے کے لیے لازمی تھا مثلاً خرید و فروخت میں سود کہاں کہاں سے داخل ہوتا ہے اس سے کیسے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے اگر دوکاندار سوالات کے جوابات درست دے دیتا اور اگر وہ

ان میں سے معمولی جواب بھی صحیح نہ دے پاتا تو محتسب اس کو دوکان سے اٹھا دیتا''

معلوم ہوا کہ اسلامی طرز تجارت نہ صرف معاشی ضرورت کا حل ہے بلکہ یہی تجارت ذریعہ برکت و فلاح، خدمت خلق اور تعاون بین الناس کا موثر ذریعہ بھی ہے۔

تجارت سے پہلے مسائل کا سیکھنا

حدیث میں آتا ہے کہ ہمارے بازاروں میں وہی آدمی تجارت کرے جو اس کے مسائل کو جانتا ہو (کنزالعمال) اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عجمی (تجارت کے مسائل سے جاہل) اس وقت تک تجارت نہ کریں جب تک کہ اس کے احکام نہ جان لیں (۵)

کبھی کبھار عمر رضی اللہ عنہ بازار میں گشت کرتے اور جو احکام کے سیکھے بغیر خرید وفروخت کرتا ہوتا اس کو کوڑے لگواتے اور فرماتے کہ وہ انسان ہمارے بازاروں میں تجارت نہ کرے جو سود کو نہ جانتا ہو (مدخل ابن الحاج)

یہی حکم امام مالک بھی دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ میں نے ابو محمد سے سنا کہ ان کے زمانے میں داروغہ بازار میں جاتا اور دوکان داروں سے ان کے متعلقہ مسائل کو معلوم کرتا کہ کس طرح سود بن جاتا ہے اور پھر سود سے کس طرح بچ سکے گا اور اگر وہ اس کا صحیح جواب دیتا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا ورنہ اس کو بازار سے نکال دیا جاتا اور فرماتے کہ تمہارے لیے مسلمانوں کے بازار میں تجارت کرنا صحیح نہیں کہ تم لوگوں کو سود اور ناجائز اشیاء کھلاؤ گے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں فتاویٰ سراجیہ سے منقول ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ بیع وشراء کے احکام کو نہ جان لے کہ جائز کیا ہے اور ناجائز کیا ہے۔

اسی طرح فتاویٰ بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ تجارت کے مسائل کو زبانی یاد نہ کرلے اور پہلے زمانے میں تاجر اگر خود مسائل تجارت سے واقف نہ ہوتے تو اپنے ساتھ کسی فقیہ کو بھی رکھا کرتے تھے تاکہ ان سے مسائل معلوم کرتے رہیں۔

امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد سے آدمیوں نے کہا کہ آپ تقویٰ کے بارے میں ایک کتاب

Marfat.com

لکھ دیں تو انہوں نے بیوع کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھ دی کہ جب آدمی مسائل کا لحاظ رکھتے ہوئے تجارت کرے گا تو وہ خود بخود متقی بن جائے گا (بلوغ الامانی ۸۲)

امام مالک فرماتے ہیں کہ تاجروں کی گواہی اس وقت تک معقول نہیں جب تک وہ اپنے متعلقہ خرید وفروخت کے مسائل نہ سیکھ لیں (شرح المختصر للعلامۃ الزرقانی)

تجارت کی شرائط

مگر ایسی پاکیزہ ومبارک تجارت وصناعت کے لیے چند امور کا لحاظ ضروری ہے۔

شرط ۱: صحت بیع کی جملہ شرائط جو آئندہ مذکور ہوں گی ان کا لحاظ رکھا جائے۔

شرط ۲: مروہات بیع سے بھی بچے۔

شرط ۳: تجارت کا سرمایہ حلال مال سے ہو۔

شرط ۴: ایسی شے کی تجارت نہ کرے نہ کارخانوں میں تیار کرے جن کے طلب گار (خرید) اکثر فساق و فجار یا کفار یا امراء متکبر یا ظالم حکام ہی ہوں کیونکہ ایسے لوگوں کا قرب اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب بنتا ہے اور ان کا مال اکثر باعث وبال ہے (یعنی اکثر حرام کا ہوتا ہے یا مشکوک)

شرط ۵: ایسی اشیاء بھی نہ ہوں جن کی بیع وشراء فی نفسہ ممنوع ہے اگرشہ ضرورۃً اور تبعاً جائز ہے جیسے افیون، زہر اور حقہ میں استعمال ہونے والا تمبا کو اور وہ تصویریں جو کسی کے ضمن میں بکتی ہیں ریشمی زری تار والے کپڑے چاندی سونے کے زیور جو عام طور پر مردوں کے استعمال میں آتے ہیں جیسے رومال چکن، عمامہ، چاندی سونے کی گھڑی سونے چاندی کے بٹن وغیرہ۔

مذاہب باطلہ کی وہ کتابیں جن میں احکام یا ان کے عقائد ہیں یا کچھ فاسقانہ قصے کہانیاں یا شریعت کے مخالف امور درج ہوں ان کی تجارت سے اجتناب اس لیے ضروری ہے کہ ایسی اشیاء کی تجارت سے من وجہ گناہ کے کام میں ان کی تائید کرنا ضروری ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کے کام میں تعاون کرنے سے منع فرمایا ہے۔ و لا تعانوا علی الاثم و العدوان.

''گناہ کے کام میں ایک دوسرے کی مدد مت کیا کرو''

شرط ۶: ایسے پیشے اور تجارتیں بھی اختیار نہ کریں جن میں سخت مشغولی اور انہاک کی ضرورت ہو کیونکہ جو ایسی تجارت یا پیشہ اختیار کرے گا نیکی کے کام۔ جمعہ جماعت میں حاضر ہونے سے اس طرح وعظ ونصیحت کی مجلس میں حاضر ہونے سے محروم رہے گا جو بہت بڑی محرومی ہے۔

مکن عمر ضائع بتحصیل مال　　　　که هم نرخ گوهر نباشد سفال

رجال لا تلهيهم تجارة و لا بيع عن ذكر الله ۔یعنی مسجد نبوی میں وہ مردان کار ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے بے خبر نہیں کرتے۔

شرط ۷۔ ایسا مال بھی نہ ہو جو عام طور پر ناقص اور خراب کرتا ہے دھوکہ فریب اور عیب پوشی کے بغیر بکنا مشکل ہے کیونکہ انسان ایسی صورت میں نقصان کے خوف ونفس کے تقاضہ سے نیت ہی بدل دیتا ہے۔

شرط ۸: خرید وفروخت میں فریق مقابل کو مغالطہ میں ڈالنے کا ارادہ نہ کرے مثلاً یہ کہے کہ یہ شے فلاں قوم یا فلاں موسم یا فلاں شہر میں بہت قدرے بکتی ہے یا اس شے کی یہ خوبی ہے کہ یا اس کے خریدار بہت ہیں کیونکہ اگر یہ بیانات صحیح نہ ہوں تو یہ کذب ہے اور کذب حرام ہے۔

ليمين الفاجرة منفعة للسلعة و ممحقة لكسب ۔جھوٹی قسم مال خرچ کر دیتی ہے اور کمائی مٹا دیتی ہے (یعنی کمائی میں برکت نہیں دیتی ہے)

اسی طرح محمد ﷺ نے فرمایا: المنفق سلعته بالحلف الكاذب ۔جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنے والے پر نہ نظر رحمت ہوگی اور نہ مغفرت اور وصف بیان کرنے کی تین صورتیں

(۱) خالص سچ تو جائز ہے (۲) کسی قدر مبالغہ یہ مکروہ ہے (۳) خالص جھوٹ یہ دھوکہ ہے اور وعید میں داخل ہے۔

شرط ۹: ناپ تول اور گنتی میں بہت احتیاط سے کام لینا ضروری ہے قوم شعیب علیہ السلام پر ماپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے عذاب آیا اقيموا لوزن بالقسط و لا تخسروا الميزان.

Marfat.com

''ترازو انصاف سے قائم کرو نہ دیتے وقت کمی کرو اور نہ ہی لیتے وقت زیادہ لیا کرو''

کسی شے کو وزن کر کے دینا ہو تو پوری شے دو اور لینا ہو تو دھوکہ سے زیادہ نہ لو

شرط ۱۰۔ قیمت بتانے میں بھی جھوٹ اور مبالغہ نہ یعنی جتنے دینے کا ارادہ ہے وہی کہہ دے یہ نہ ہو کہ بیچنا ہے ایک روپے میں قیمت بتائے آٹھ روپے وہاں دوسرے کا اصرار یا کسی اور وجہ ارادہ بدل دینا جائز ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ محمد ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا اور قیمت میں ہر بار اضافہ فرماتے یہاں تک جابر رضی اللہ عنہ نے قبول فرمایا۔

شرط ۱۱۔ اگر خریدار بیوقوف یا ناواقف ہے یا دوستی وغیرہ کی وجہ سے بائع پر اعتماد کرتا ہے یا ایسی صورت پیدا ہو جائے جس سے سمجھا جائے کہ بازار کی قیمت پر نفع کے بغیر فلاں کی قیمت پر معاملات کیا جاتا ہے اب بعد میں، کچھ بھی تفاوت نہ کرے کیونکہ ایسا کرنا دیانت اور مروت کے خلاف ہے۔

شرط ۱۲۔ کسی سے وعدہ کرنا ہو تو سوچ سمجھ کر کرے کہ وفاء کر سکتا ہوں یا نہیں تا کہ کسی کو بے فائدہ تکلیف نہ پہنچے اگر اتفاق سے کوئی ایسا وعدہ کر لیا جس کا ایفاء مشکل ہے تو جوان مردی اور ہمت سے کام لیتے ہوئے وعدہ پورا کرنا چاہیے اور محمد ﷺ قرض خواہ کو کچھ زائد بھی عطا فرماتے۔

شرط ۱۳۔ معاملات کو خوب تفصیل کے ساتھ طے کیا کرے تا کہ بعد میں جھگڑا پیش نہ آئے، خصوصاً قرض اور لین اور وعدوں میں اس کا خوب خیال رکھے۔ اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ۔ جب تم دین کا معاملہ کرو تو لکھ لیا کرو اور حدیث میں ہے۔ ما حق امراء مسلم یمر علیہ ثلث لیال الا و عندہ وصیۃ۔ کسی مسلمان کی یہ شان نہیں ہے کہ اس پر تین راتیں گذر جائیں اس کے پاس لین دین کے معاملات کے بارے میں وصیت لکھی ہوئی نہ ہو پس حساب و کتاب کو صاف رکھنا بھی لازمی امر ہے۔

شرط ۱۴۔ اگر خریدار کو کوئی مجبوری پیش آئے اور وہ مال واپس کرنا چاہتا ہے یا کسی نقصان کی وجہ سے بیع ختم کرنا چاہتا تو بائع (تاجر) کو معاملہ ختم کرنے میں عذر کرنا مناسب نہیں اگر بیع ختم کر کے رقم واپس کر

Marfat.com

دے گا تو بڑے اجروثواب کا مستحق ہوگا من اقال مسلماً اقال الله عسرة جس نے کسی مسلمان
سے اقالہ کر لیا (یعنی خرید وفروخت کرنے کے بعد خریدار کی مجبوری کو دیکھتے ہوئے واپس لے لیا)
اللہ تعالیٰ اس سے بوجھ ہلکا کر دے گا''

شرط ۱۶۔ مزدور کی اجرت کام ختم ہوتے ہی ادا کرے کیونکہ محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔
اعطوا لا جیر ا جرہ قبل ان یجف عرقہ ۔''مزدور کو اس سے پہلے مزدوری دے دو کہ اس کا
پسینہ خشک ہو جائے'' (ابن ماجہ)۔

شرط ۱۷۔ معاملات میں نرمی، عفو اور سخاوت اختیار کرے۔ ان الله یحسب سمع البیع و سمع
الشراء و سمع القضاء ''اللہ تعالیٰ بیع وشراء اور فیصلہ کرنے میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں''
مطل الغنی ظلم واذا اتبع احد کم علی ملیی فاتبع ۔''امیر اگر کسی کے حق دینے میں ٹال
مٹول کرے تو یہ ظلم ہے اس لیے صاحب سے حق کا مطالبہ کرنے میں اس کا پیچھا کرو''
مطلب یہ ہے کہ مفلس کا حیلہ حوالہ مجبوری قابل رحم ہے مگر امیر پر تقاضہ میں کوئی حرج نہیں اسی بنا پر
''جب تم کسی کے ہاتھ پھل کو فروخت کرو اور وہ پھل زمینی یا آسمانی آفت سے خراب ہو جائے تو اس کی
قیمت بقدر نقصان اگر تمام پھل خراب ہو جائے تو کل قیمت واپس کر دو'' (مسلم)

شرط ۱۸۔ ہمیشہ خیر کی نیت رکھے تجارت میں یہ قصد اُور دنہ ہو کہ سارا نفع مجھے ہی ملے دوسروں کو کچھ نہ
ملے یا دوسروں کو نقصان پہنچے جو اپنے لیے ناپسند ہو وہ اپنے بھائی کے لیے بھی ناپسند کرے۔

شرط ۱۹۔ معاملات میں خوشامد اور تذلیل سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہے۔

شرط ۲۰۔ کچھ صدقات بھی کیا کرے'' ان الشیطان یحضر ان فشؤبوہ بالصدقة
''شیطان اور گناہ دونوں خرید وفروخت کے وقت موجود ہو جاتے ہیں''
کچھ نہ کچھ زیادتیاں ہو ہی جاتی ہیں پس چاہیے کہ خیرات کر کے اسے مٹا دیا کرو

شرط ۲۱۔ یہ بات بھی بہت ہی ضروری ہے کہ جس قسم کا کام کرنا ہو یا کوئی تجارت کرنی ہو اس کے شرعی

Marfat.com

مسائل کو سیکھ لے تا کہ حلال وحرام پہچان سکے جائز ناجائز معلوم ہو سکے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں سرکاری فرمان جاری فرمادیا تھا کہ "لا بیع فی سوقنا من قد تفقة فی الدین ۔" جو دین کے احکام نہ سمجھتا ہو وہ بازار میں خرید وفروخت نہ کرے اس لیے کہ خود حرام کھائے گا اور دوسروں کا کھلائے گا" ان اطیب الکسب التجار اذا حدثوا لم یکذبوا واذایتمنوا لم یتخونوا واذا وعدوا لم یخلفوا واذا اشتروا لم یذموا واذا ناعوا لم یمدحوا واذا کان علیھم لم یمطلوا واذا کان لھم لم یعسروا (ترغیب) "سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی اُن تاجروں کی ہے جو جھوٹ نہیں بولتے اور جب ان کے پاس امانت رکھی جائے خیانت نہیں کرتے جب وعدہ کریں تو خلاف نہیں کرتے اور خریدتے وقت مال کی بیجا مذمت نہیں کرتے کہ بائع گھبرا کر ستا دے ڈالے اور سامان فروخت کرتے وقت زائد تعریف نہ کرے کہ گاہک خرید ہی لے اور جب کسی کو دینا ہو تو ادائیگی میں سستی نہ کریں جب ان کا حق کسی پر ہو تو اس قدر سختی نہ کریں جو طاقت سے زیادہ ہو بیع کے احکام میں یہ جامع ترین حدیث ہے۔

☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆

مصادر ومراجع

۱۔ ماخوذ رسالہ ترجمان الحدیث فیصل آباد اپریل ۲۰۰۴ ص ۱۳۔۱۴

۲۔ ماخوذ رسالہ "ترجمان الحدیث" فیصل آباد اپریل ۲۰۰۴ ص ۱۷

۳. امام احمد، کتاب الزھد، ص ۸۵

۴. علامہ شیخ عبدالحی الکتانی "التراتیب الاداریہ

۵۔ فضائل تجارت: ۸۰۔ بحوالہ الروحۃ المشتکۃ ۔ تنبیہ الغافلین، ص ۴۷۰

☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆

باب ۱۰ فلسفہ سود کے اسلامی معاشرہ پر اثرات

سود کے لیے عربی زبان میں ''ربوا''یا''ربا'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کا لغوی مفہوم بڑھنا اور زیادہ ہونا ہے اصطلاحی مفہوم کے لیے ہمیں مختلف مفکرین کی آراء مختلف نظر آتی ہیں لیکن لفظی اختلاف سے اگر صرف نظر کر لیا جائے تو سب تقریباً ایک ہی مفہوم پر متفق ہیں۔

ابن جریر طبری: ''ربوا سے مراد مال میں وہ زیادتی لیتے ہیں جو سرمایہ دار اپنے مقروض کو قرض کی ادائیگی کی مہلت دے کر حاصل کرتا ہے''

ابوبکر جصاص: وہ ایسا قرض ہے جو مہلت کے ساتھ مشروط ہو اور قرض لینے والے پر مال کی زیادتی کے ساتھ ہو''

علامہ ابن اثیر: ''شریعت میں سود عقد بیع کے بغیر اصل مال پر زیادتی کو کہتے ہیں''

صاحب لسان العرب: ''ہر وہ قرض جو زائد لیا جائے یا جس کے ساتھ منافع چلایا جائے''

بیع اور ربوا میں اہم فرق

(i) سود کے حامی جو سود خوری کے ذریعے دولت اکٹھی کرنا چاہتے ہیں وہ اس کے جواز کے لیے عموماً کہتے ہیں بیع اور ربوا ایک جیسی ہی اشیاء ہیں ان میں کیا فرق ہے؟

﴿قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ (۲:۲۷۵) ''وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو آخر سود جیسی ہے'' سود خوروں کا یہ کہنا حقیقت میں بالکل باطل ہے سود اور بیع میں بہت فرق ہے۔

(ii) بیع میں مشتری اور بائع دونوں فائدہ حاصل کرتے ہیں بائع اپنی شے کی قیمت کے ذریعے اور مشتری خرید کردہ شے کے استعمال کے ذریعے جبکہ ربوا میں قرض دینے والا تو ایک مقررہ نفع لے لیتا ہے جبکہ قرض لینے والے کو صرف مہلت ملتی ہے جو کہ یقینی طور پر نفع بخش نہیں ہے۔

(ii) بیع میں ملکی دولت عوام میں گردش کرتی ہے جبکہ ربوا میں صرف سرمایہ داروں تک محدود ہو جاتی ہے

(iii) ربوا سے معاشرہ میں بخل، کینہ، عداوت و دشمنی پیدا ہوتی جبکہ بیع سے تعلقات میں فروغ ہوتا ہے۔

(iv) بیع میں انسان وقت اور پیسہ دونوں لگا کر محنت بھی کرتا ہے تب بھی نفع یقینی نہیں جبکہ ربوا میں اپنی

Marfat.com

فاضل رقم لگا کر یقینی نفع کمایا جاتا ہے۔

(v) بیع میں مشتری جو شے خریدتا ہے ایک مناسب قیمت کے ساتھ خریدتا ہے اور اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے جبکہ ربوا میں مدیون ضروری نہیں کہ تجارت وغیرہ کے لیے ہی رقم لے ممکن ہے کہ وہ کسی ذاتی ضرورت کی شے کے حصول کے لیے قرض لے چنانچہ اسے فوری ضرورت کی شے پر سود بھی بعد میں دینا پڑتا ہے اسی طرح سے اسے یہ شے اصل قیمت سے مہنگی پڑتی ہے اور یہ سراسر نقصان ہے۔

(vi) بیع میں بائع مشتری سے ایک بار ہی منافع لیتا ہے جبکہ سود ہر سال لیا جاتا ہے اور راس المال بھی اسی طرح برقرار رہتا ہے۔

(vii) بیع کے منافع میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جبکہ ربوا میں رقم مقرر ہوتی ہے۔

(viii) بیع میں انسان محنت، ذہانت، وقت اور روپیہ سب کچھ صرف کر کے منافع حاصل کرتا ہے جبکہ ربوا میں صرف فاضل رقم لگائی جاتی ہے۔

(ix) بیع میں انسان مہنگی یا گراں قدر شے کو چھوڑ بھی سکتا ہے گو خرید کی طاقت نہیں رکھتا لیکن سود میں دھوکا ہوتا ہے اشیاء اس طرح خریدی ہوں کہ شے کا وہ مالک بنتا اور فائدہ اٹھاتا ہے جبکہ سودی قسطوں یا آسانی سے دھوکے میں آکر اپنی قیمتی اشیاء سے محروم ہو سکتا ہے۔

ربوا قرآن کے تناظر میں

﴿اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ (۲ : ۲۷۵) ''جو انسان سود کھاتے ہیں ان کا حال ایسا ہو جاتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو'' ﴿قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (۲ : ۲۷۵) ''وہ کہتے ہیں تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی شے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے''

﴿یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ﴾ (۲ : ۲۷۶)

''اللہ تعالیٰ سود کا خاتمہ کر دیتا ہے اور صدقات کو نشو و نما دیتا ہے''

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ . فَاِنْ لَّمْ

تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (۲:۲۷۸، ۲۷۹) ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود انسانوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے اب بھی توبہ کر لو اور سود چھوڑ دو تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حقدار ہو تم ظلم کرو نہ ہی تم پر ظلم کیا جائے''

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾ (۳:۱۳۰)

''اے مومنو! یہ بڑھتا اور چڑھتا ہوا سود کھانا چھوڑ دو''

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَثِیْرًا. وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ (۴:۱۶۰، ۱۶۱)

''غرض ان یہودی بن جانے والوں کی اسی ظالمانہ رویہ کی بناء پر اور اس بناء پر کہ یہ بکثرت اللہ کے راستے سے روکتے اور سود لیتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا انسانوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں، ہم نے بہت سی وہ طیب اشیاء ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں''

﴿وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (۳۰:۳۹)

''جو سود تم دیتے ہو وہ انسانوں کے اموال میں شامل ہو کر وہ بڑھ جائے اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا''

ربوا حدیث کے تناظر میں

☆ ''سود کے ستر اجزاء ہیں ان میں سے سب سے ہلکا یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے زنا کرے''

☆ ''سود کا ایک درہم جس کو کوئی انسان کھاتا ہے جبکہ اسے معلوم بھی ہے چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے''

☆ ''سود اگرچہ بہت ہی زیادہ کیوں نہ ہو آخر کار وہ کم ہو جاتا ہے''

☆ ''انسانوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں ہر انسان سود خور ہوگا اور جو سود نہ کھائے گا اس کا غبار اس تک ضرور پہنچے گا''

☆ ۔۔الوداع کے موقع پر فرمایا ''زمانہ جاہلیت کے تمام سود ختم کر دیئے گئے ہیں اور سب سے پہلے

میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود ختم کرتا ہوں"

☆ محمد ﷺ نے سود کھانے کھلانے لکھنے اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور کہا کہ یہ سب برابر ہیں"

سود کی مختلف اقسام

ا۔ اس تقسیم کے لحاظ سے سود کی تین قسمیں ہیں

(i) عام سود (ii) سود در سود (iii) سود مع رہن

(i) عام سود:۔ اسکی صورت یہ ہے کہ نقد رقم قرض دینا اور ایک مدت مقرر کر کے ایک مقررہ شرح سے اس پر سالانہ سود لینا۔

(ii)۔ سود در سود:۔ مقررہ مدت کے ختم ہونے پر سود ادا نہ کرنے کی صورت میں سود اور اصل رقم دونوں کو ملا کر اصل قرار دینا اور پھر اس پر سود وصول کرنا۔

(iii) سود مع رہن:۔ بعض اشیاء کو رہن رکھ کر قرض دینا اور مقررہ مدت کے خاتمہ پر سود اور اصل رقم ادا نہ کر سکنے کی شکل میں رہن رکھی ہوئی اشیاء کی من مانی قیمت لگا کر انہیں ہڑپ کر جانا۔

۲۔ تقسیم کے لحاظ سود کی دو قسمیں ہیں۔

(i) ربوا النسیہ (ii) ربوا الفضل

(i) ربوا النسیہ:۔ اسے ربوا القرآن ربوا الدین اور ربوا الجاہلیت بھی کہا جاتا ہے یہ وہی ہے جسے پہلی تقسیم میں عام سود کہا گیا تھا کہ قرض پر مقررہ مدت اور مقررہ شرح سے بلا عوض اضافہ لینا۔

(ii) ربوا الفضل:۔ اسے ربوالسنہ اور ربوا البیوع بھی کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ ایک ہی جنس کا دست بدست تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ مثلاً گندم، جو، نمک وغیرہ کا تبادلہ۔

۳۔ اس تقسیم کے لحاظ سے بھی سود کی دو قسمیں ہیں

(i) صافی یا خالص سود (ii) خام یا اجمالی سود

(i) صافی یا خالص سود:۔ اسے معاشی سود بھی کہتے ہیں یہ ایسا سود ہے کہ جس میں قرض دینے والا صرف سرمایہ جو قرض دیا ہے اسی پر سود لے اس میں کوئی اور معاوضہ شامل نہ ہو

Marfat.com

(ii) خام یا اجمالی سود:۔ جس میں قرض دینے والا دیگر خدمات و سہولیات اور خدشات وغیرہ کا بھی معاوضہ حاصل کرے مثلاً خطرے کا معاوضہ، حساب کتاب کرنے کا معاوضہ، دشواری برداشت کرنے کا معاوضہ وغیرہ۔

ربوا عہد جاہلیت میں

عہد جاہلیت میں سود کی مختلف صورتیں رائج تھیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ قرض دیتے وقت طے کرلیا جاتا کہ اتنی مدت بعد یہ رقم واپس ہوگی اور اس پر واپسی کے وقت اتنی زیادہ ہوگی۔

۲۔ رقم بطور قرض دیتے وقت ایک شرح مقرر کرلی جاتی کہ سالانہ اتنی رقم بطور سود ادا کرے گا جب تک کہ رقم واپس نہ ہو۔

۳۔ کسی انسان کو ایک مقررہ مدت تک کے لیے قرض دے دیا جاتا جب مدت ختم ہو جاتی تو اس سے مطالبہ کیا جاتا کہ اب یا تو رقم واپس کرو یا اتنی مدت کے اضافے کے ساتھ اتنی رقم کا اضافہ قبول کرو چنانچہ فوری طور پر رقم واپس نہ کرنے کی صورت میں اضافہ قبول کرنا پڑتا۔

۴۔ کسی انسان کو ایک رقم متعین مدت کے لیے قرض دی جاتی اور ماہ بماہ اس سے ایک مقررہ رقم بطور سود لیتے رہتے مدت ختم ہونے پر اصل رقم کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جاتا اور ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں مدت اور سود کی شرح میں اضافہ کر دیا جاتا۔

۵۔ کوئی انسان کوئی شے خریدتا اور رقم نہ ادا کرسکتا تو اسے کہا جاتا کہ اتنی مدت بعد زائد رقم دے دینا متعین مدت کے بعد بھی ادائیگی نہ ہوسکنے کی صورت پر مدت اور رقم میں مزید اضافہ کر دیا جاتا۔

۶۔ کسی شے کو بغیر رقم کے ادھار فروخت کر دیا جاتا لیکن ادائیگی قیمت کی مدت مقرر ہوتی مدت ختم ہونے پر ادائیگی نہ ہوسکنے کی صورت میں قیمت اور مدت بڑھا دی جاتی۔

سود کے مختلف مفاسد

سود کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے اور اسلام کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے اس لیے ظاہر ہے کہ سود کی

Marfat.com

حرمت بلاوجہ نہیں اس میں بھی حکمت موجود ہے اور وہ حکمت ان مفاسد سے معاشرہ کو بچانا ہے جو کہ سود کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں الربوا سبعون جزاءً ''سود کے ستر اجزاء ہیں''

سود کے یہ اجزاء سود کے مفاسد ہی ہیں جو معاشرہ کو تباہ کرنے والے ہیں محمد ﷺ کے پیش نظر سود کے کون کون سے مفاسد ہیں اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ چند ایک مفاسد ہمارے سامنے آتے ہیں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ امیر و غریب کا تفاوت۔ سود کی ایک انتہائی واضح خرابی یہ ہے کہ سود کی بدولت امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے مناظر احسن گیلانی نے اس تفاوت کے لیے ''دولت کا ورم'' اور ''معاشی لاغری'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں کہ ایک طرف ''دولت کا ورم'' پیدا ہوتا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف ''معاشی لاغری'' پیدا ہو جاتی ہے اسے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرف ارتکاز دولت میں اور دوسری طرف ''ارتکاز نفرت'' میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ غریب بے چارہ غریب تر ہو کر نفرت کے علاوہ کیا اپنے اندر سمیٹ سکتا ہے۔

۲۔ اشرف المخلوقات کی تذلیل: سود کی انتہائی گھناؤنی خرابی یہ بھی ہے کہ اس سے اشرف المخلوقات کی تذلیل ہوتی ہے یہ تذلیل دو طرح سے ہے ایک یہ کہ بے چارہ مدیون قرض خواہ کے ہاتھوں ذلیل ہوتا رہتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ قرض لینے والا کئی دفعہ محنت کرتا ہے وقت لگاتا ہے ذہانت استعمال کرتا ہے لیکن اسے خاطر خواہ نفع حاصل نہیں ہوتا جس قدر تھوڑا بہت نفع ہوتا ہے سود کی ادائیگی میں ختم ہو جاتا ہے اس سے اس بے چارے کی محنت اس کے وقت اور اس کی ذہانت کی کوئی قیمت نہ ہوئی جبکہ دوسری طرف سرمایہ دار ہر صورت میں اپنی قیمت وصول کرتا ہے گویا سرمایہ کا تفوق اور انسانیت کی ثانویت ثابت ہوتی ہے۔

۳۔ انصاف کے منافی: کبھی یوں ہوتا ہے کہ ایک قرض لینے والا اس قرض کو کاروبار میں لگاتا ہے اور اس پر بہت زیادہ نفع کما لیتا ہے لیکن سرمایہ دار کو وہ صرف اصل رقم اور سود دیتا ہے جو کہ اس منافع کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوتا اس طرح سرمایہ دار کا حق مارا جاتا ہے اور دوسری طرف کبھی یوں بھی ہوتا

Marfat.com

ہے کہ قرض لینے والے کا نقصان ہو جاتا ہے لیکن سرمایہ دار کو پھر بھی بہر حال سود اور اصل رقم ملنا ہی ہے اس طرح مدیون کے ساتھ بے انصافی ہے مدیون کا پوری صلاحیتیوں کے استعمال کے باوجود نفع یقینی نہیں تو قرض دینے والے کا صرف فاضل رقم دے کر نفع کیوں یقینی ہو؟

۴۔ کام چوری۔ امام فخر الدین رازی کے بقول: ''حرمت ربوا کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ربوا کی وجہ سے انسان محنت سے جی چرانے لگتا ہے اور وہ روزی کمانے کے لیے جدوجہد چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اگر کسی مالدار کو بغیر کسی محنت و مشقت کے گھر بیٹھے زائد رقم ملنے لگے خواہ وہ نقد رقم کے عوض میں یا ادھار کے بدلے تو بھلا اسے کیا پڑی کہ روزی کمانے کے لیے مشقت اٹھائے، تجارت کرے اور محنت طلب پیشے اختیار کرے اس سے خلق کی نفع بخشی متاثر ہو کر یکسر منقطع ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بات تو واضح ہے کہ دنیا کا کاروبار تجارت اور صنعت و حرفت سے وابستہ ہے''

۵۔ ظلم۔ قرآن نے سود کو ظلم قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو سود انسانوں کے ذمہ باقی رہ گئے ہیں انہیں چھوڑ دو البتہ اپنا اصل مال واپس لے سکتے ہو آگے فرمایا۔

لا تظلمون و لا تظلمون (۲:۲۷۹) ''نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے''

لارڈ کینز جسے اس صدی کا سب سے بڑا ماہر معاشیات سمجھا جاتا ہے وہ بھی سود کو ''استحصالی قوت'' کا نام دے کر اسے ظلم تسلیم کرتا ہے اور اسے ختم کرنے کے لیے کہتا ہے۔

''سود خور طبقہ کسی غیر تکلیف دہ طریقہ سے معدوم کر دیا جائے تا کہ سرمایہ داری کی وہ استحصالی قوت ختم ہو جائے جس سے وہ سرمایہ کی کمیابی کی قیمت وصول کرنے کا اختیار حاصل کرتا ہے''

۶۔ انفرادی بے روزگاری: چھوٹے طبقہ کے انسان سود کی استحصالی قوت کا رسک لے کر سود کی رقم سے کاروبار شروع نہیں کر سکتے اور نہ ہی چھوٹے موٹے کاروبار کے لیے سرمایہ دار کو رقم دینے سے دلچسپی ہوتی ہے بنانچہ ایسے انسان بے روزگار رہتے ہیں۔

۷۔ اجتماعی بے روزگاری۔ اگر سرمایہ پر سود کا سانپ نہ بیٹھا ہو تو صنعتوں کی ترقی کے ذریعے معیشت پر کنٹرول کیا جا سکتا ہے لیکن سود کی وجہ سے سرمایہ حاصل کرنے میں دشواری ہوتی ہے، صنعتی

ترقی رک جاتی ہے اور بے روزگاری میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے لارڈ کینز نے بھی سود کو بے روزگاری کا سبب تسلیم کیا ہے: ''ہمارا اعلیٰ ترین مفاد اسی میں ہے کہ ہم شرح سود کو اتنا گھٹا لیں۔۔۔۔کہ جہاں سے سب انسانوں کو روزگار میسر آئے''

۸۔ ذہنی پریشانی۔ قرض لینے والا فوری ضرورت پوری کرنے کے لیے تو قرض لے کر کام چلاتا ہے لیکن بعد میں جب ادائیگی کی صورت بنانا مشکل ہو جاتی ہے تو ذہنی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۹۔ عیاشانہ بود و باد۔ سود کے ذریعے بیٹھے بیٹھائے ہاتھ آجانے والا پیسہ جو محنت سے نہیں کمایا جاتا اس کی اہمیت کا بھی احساس نہیں ہوتا چنانچہ ایسی رقم بے دریغ عیاشی پر اڑائی اور لٹائی جاتی ہے اور طرح سے معاشرہ عیش پرستی کا شکار ہوتا ہے اور کام چور اور عیش پرست معاشرے کا انجام ہمیشہ تباہی و بربادی کی صورت میں ہی ہوا کرتا ہے۔

۱۰۔ سرمایہ کی صلاحیت پر اثر۔ شیخ محمود احمد کے بقول:۔

''راقم الحروف کی علم کی حد تک کوئی ماہر معاشیات ایسا نہیں جس نے شرح سود اور سرمایہ کی صلاحیت کار کے درمیان منفی تعلق تسلیم نہ کیا ہو یہ بحث تو ملتی ہے کہ سرمایہ کی کارکردگی پر اثر اندازی کی لچک اکائی کے برابر ہے یا کم لیکن یہ کسی نے نہیں کہا کہ شرح سود سرمایہ کی کارکردگی پر منفی اثر نہیں ڈالتی''

بقول کینز:۔ ''سرمایہ دار کا ایک عجیب نتیجہ ہے کہ وہ روزگار کے حصول کی ایک حد معین کر دیتا ہے وہ سرمایہ کی کارکردگی کی ایک سطح کا تقاضا کرتا ہے پیشتر اس کے کہ نیا سرمایہ تخلیق کیا جائے''

۱۱۔ کرایوں میں اضافہ۔ چونکہ، زمین، مکان یا دوکان وغیرہ کی مالیت پر سود کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے اس لیے کرایہ کے توسط سے بھی نفع بڑھانے کی ایک بنیاد میسر آجاتی ہے۔

۱۲۔ بین الاقوامی کھچاؤ: ہر ملک سود کی وجہ سے پیدا ہونے والی بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے برآمدات میں اضافہ اور درآمدات میں کمی چاہتا ہے لیکن بقول شیخ محمود احمد

''چونکہ باقی ملک بھی اس بیماری کے مریض ہوتے ہیں اس لیے کوئی ملک اس سمت میں کوئی واضح کامیابی حاصل نہیں کر سکتا البتہ بین الاقوامی کھچاؤ بڑھتا ہے اور بعض اوقات اس کی شدت جنگ کا

Marfat.com

روپ دھار لیتی ہے"

مشہور ماہر معاشیات لارڈ کینز کا اعتراف:۔آپ نے انگلستان کی طرف سے یہ معاملہ طے کیا تھا جب اپنے مشن کو پورا کر کے پلٹے تو انہوں نے برطانوی دارالامراء میں اس پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں تمام عمر اس رنج کو نہ بھولوں گا جو مجھے اس بات سے ہوا کہ امریکہ نے ہم کو بلاسود قرض دینا گوارا نہ کیا مسٹر چرچل جیسے زبردست امریکہ پسند نے کہا یہ بنئے پن کا برتاؤ جو ہمارے ساتھ ہوا ہے مجھے اس کی گہرائی میں بڑے خطرات نظر آتے ہیں سچی بات یہ ہے کہ اس کا ہمارے باہمی تعلقات پر بہت ہی برا اثر پڑا ہے اس وقت کے وزیر خزانہ ڈاکٹر والٹن نے پارلیمنٹ میں اس معاملے کو منظوری کے لیے پیش کرتے ہوئے کہا ہماری ان قربانیوں اور جفاکشیوں کا بڑا ہی عجیب صلہ ہے جو ہم نے مشترک مقاصد کے لیے برداشت کیں اس نرالے ستم ظریفانہ انعام پر آئندہ زمانہ کے مورخین ہی کچھ بہتر رائے زنی کر سکیں گے"

۱۳۔سرمایہ کا تعطل:اس کی صورت تو یہ ہوتی ہے کہ سود خور اپنا سرمایہ روکے رکھتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں کہ جب شرح سود میں اضافہ ہو تب قرض دیں دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ سرمایہ دار کو یہ ڈر بھی ہوتا ہے کہ سرمایہ اس قدر وافر نہ ہو جائے کہ شرح سود کو کم کرنا پڑ جائے چنانچہ وہ ریزرو کے نام سے کچھ سرمایہ روک کر رکھتے ہیں۔

۱۴۔معاشی بربادی۔کارل مارکس کے بقول:۔"سود خور ایک زبردست شیطان ہے جو ایک بھیڑیا صفت انسان ہے جو ہر شے کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے جب ہم چوروں، ڈاکوؤں اور نقب زنوں کی گردن مارتے ہیں تو پھر اسی طرح تمام سود خور بھی گردن زدنی ہیں"

۱۵۔ناجائز ذرائع کا استعمال:سود کی رقم کی وجہ سے ناظم کار زیادہ منافع کا خواہش مند ہوتا ہے چنانچہ اوچھے ہتھکنڈے اور ذخیرہ اندوزی وغیرہ جیسے ناجائز ذرائع استعمال کرتا ہے۔

۱۶۔غیر ممالک کی دخل اندازی:بعض اوقات مقروض ممالک پر قرض دینے والے ممالک قرضوں کے بل پر دباؤ ڈال کر سیاسی مقاصد بھی حاصل کرتے ہیں اور بعض اوقات اس سے ملکی سالمیت کو بھی

Marfat.com

خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

۱۷۔منافع خوری میں اضافہ کا رجحان۔سودی قرض سے شروع کیے گئے کاروبار میں سود کی ادائیگی کے لیے زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کی بھی کوشش کی جاتی ہے۔

۱۸۔غریب طبقہ کی محرومی۔سود کی وجہ سے ہونے والی شرح منافع میں زیادتی گرانی میں اضافہ کرتی ہے چنانچہ کم آمدنیوں والے افراد کو محرومیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

۱۹۔کساد بازاری: قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے طلب میں کمی پیدا ہوتی ہے اور کساد بازاری پیدا ہو جاتی ہے۔

۲۰۔قتل اجناس: کساد بازاری کو ختم کرنے کے لیے پیداوار کو محدود کیا جاتا ہے بقول شیخ محمود احمد "یہ سودی نظام کا بنیادی طریق کار ہے اس کا اظہار ہر ملک میں اور ہر قسم کی پیدوار میں دیکھا جا سکتا ہے لیکن غالباً سب سے خوبصورت مظہر امریکہ کی زرعی پالیسی ہے جس کے تحت امریکہ کی حکومت بارہ ارب ڈالر ہر سال محض زرعی پیداوار کو کم کرنے پر صرف کرتی ہے اور چونکہ اتنی بڑی رقم امریکہ کے پاس بھی فاضل نہیں ہوتی لہذا ہر سال یہ رقم سودی قرض پر حاصل کی جاتی ہے انسان کی محرومی اور سرمایہ کی توانائی کی ایسی عبرتناک مثال شاید کہ دنیا کی تاریخ میں اور کوئی نہ مل سکے"

۲۱۔خسارے کا بجٹ۔کساد بازاری کو حکومت اپنے لیے خطرہ تصور کرتی ہے چنانچہ کساد بازاری کو ختم کرنے کے لیے حکومت انسانوں کو روزگا اور قوت خرید مہیا کرنے کے لیے اپنی آمدنی کی نسبت کہیں زیادہ اخراجات رکھنے پر مجبور ہوتی ہے چنانچہ خسارے کا بجٹ تیار کرنا پڑتا ہے پاکستان اور کئی دیگر ممالک اس کا شکار ہیں۔

۲۲۔حکومت پر قرضہ کا بوجھ۔خسارے کو پورا کرنے کے لیے حکومت کو دیگر ممالک یا انہی سرمایہ داروں سے جو پہلے بجٹ کے خسارے کا بالواسطہ سبب بنے ہیں سود پر قرض لینا پڑتا ہے۔

۲۳۔مزدوروں کا استحصال۔سود کی ادائیگی کے لیے منافع کی شرح کو زیادہ رکھنے اور دیگر اخراجات کو کم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ مزدوروں کی اجرت میں کمی کر دی جاتی ہے غریب مزدور اپنی

Marfat.com

مشکلات کی بنا پر پھر بھی کام پر مجبور ہیں۔

۲۴۔ صنعتی ترقی پر اثر۔ جب سرمایہ دار کو بیٹھے بٹھائے قرض دے کر آمدن ہو رہی ہے تو اسے کاروبار صنعت کی طرف توجہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی اس کے پاس یہ زائد مال تھا اگر اسی کے پاس رہتا تو یقیناً کسی کاروبار یا صنعت پر لگتا لیکن اس نے قرض دے دیا اب ضروری نہیں کہ وہ کسی صنعت وغیرہ پر ہی لگے اس طرح صنعتی ترقی پر اثر پڑتا ہے دوسری صورت یہ کہ بیمار کارخانے جو سود کے بوجھ کی وجہ سے ٹھپ ہو جاتے ہیں ان کا ٹھپ ہونا بھی صنعتی ترقی پر اثر انداز ہوتا ہے۔

۲۵۔ ملازمتوں پر قدغن۔ صنعتی ترقی کمزور ہونے اور کارخانے ٹھپ ہونے کی وجہ سے کارخانوں کے ملازم بے روزگار ہو جاتے ہیں اگر سود نہ ہو تو کاروبار ٹھپ نہ ہوں۔

آج شرح سود صفر پر لے آیئے تو ملک کے تمام بیمار کارخانے صحت مند ہو جائیں گے ان میں سے کسی بیلنس شیٹ اٹھا کر دیکھئے تو ایک قدر مشترک جو ہر کارخانے میں نظر آئے گی یہ ہے کہ کارخانے پر سود کا بوجھ اس کی مجموعی آمدنی سے کہیں زیادہ ہے اب نقصان اٹھا کر کارخانہ چلانا کسی کے بس میں نہیں ہوتا لہذا کارخانہ بند ہو جاتا ہے اور بیمار کارخانہ کہلاتا ہے ان بیمار کارخانوں میں ملک کی مجموعی صنعتی سرمایہ کاری کا ایک چوتھائی لگا ہوا ہے آج شرح سود صفر پر لے آیئے تو ان میں سے ہر کارخانہ صحت مند کارخانہ بن جائے گا اور ہزار ہا انسانوں کی روزی اور حکومت کی آمدنی میں بیش بہا اضافے کی صورت نکل آتی ہے۔

۲۶۔ اخلاقی تباہی۔

سود کی وجہ سے انس و محبت اور سخاوت و رحم دلی کی بجائے خود غرضی اور زر پرستی معاشرہ کا حصہ بن جاتی ہے احسان اور حسن سلوک کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

امام فخر الدین رازی کے بقول: "ربا کی حرمت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرض کے معاملے میں جو احسان کرنے اور انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ اگر سود نہ لیا جائے تو اس سے طرفین کو خوشی حاصل ہوتی ہے لیکن اگر سود کو جائز قرار دیا جائے تو بے چارہ

Marfat.com

ضرورت مند انسان مجبوراً ایک درہم کے عوض دو درہم تو ضرور ادا کرے گا لیکن اس سے اسلامی مواخات اور ہمدردی متاثر ہوگی اور معروف و احسان کا دروازہ بند ہو جائے گا" امام جعفر کے بقول۔

"اللہ تعالیٰ نے سود کو اس لیے حرام کیا ہے تا کہ انسان قرض کے ذریعے ایک دوسرے کی مدد کریں"

سید محمد باقر کے بقول:۔

"بات کے غیر متوازن ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یہ کہنے کی بھی جراءت نہ کرتا کہ سودی اور غیر سودی معاشرہ انسانی اور غیر انسانی معاشرہ ہے انسانی معاشرہ میں باہمی تعاون اور سماجی ہمدردی ہے اس میں سود کا گزر نہیں ہے اور غیر اسلامی سماج میں خود غرضی، مفاد پرستی ہے اس کا کام جمع مال، افراط زر، سود خوری اور احتکار کے بغیر چل ہی نہیں سکتا"

سود خور کو بالکل بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کا مقروض کس حد تک لاچار اور مجبور ہے اسے صرف اور صرف اپنی رقم کی وصولی سے غرض ہوتی ہے۔

۲۷۔ معاشی پاگل پن: سود کے پیدا کردہ ان مفاسد کی بناء پر معاشی مفکرین حیران و پریشان اور سرگرداں ہوتے ہیں وہ ان مفاسد کو ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن سود کو ختم کرنا بھی انہیں گوارا نہیں ہوتا چنانچہ وہ طرح طرح کے حل نکالتے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ جب تک مرض کی بنیاد موجود ہوگی مرض کو ختم نہ کیا جا سکے گا اگر بے روزگاری کا علاج کرتے ہیں تو گرانی میں اضافہ ہو جاتا ہے" گرانی کا علاج کرتے ہیں تو بے روزگاری بڑھ جاتی ہے اور پھر بالکل وہی صورت حال پیدا ہوتی ہے۔

﴿اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ﴾(۲:۲۷۵)

"مگر جو انسان سود کھاتے ہیں ان کا حال ایسا ہو جاتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو"

۲۸۔ اخروی بربادی۔ ان تمام مفاسد کے علاوہ اسلامی نظریہ کی رو سے سود کی ایک انتہائی اہم خرابی یہ ہے کہ یہ انسان کی آخرت کو تباہ کر دیتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوۡا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۔ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ (۲:۲۷۸،۲۷۹)" اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو

Marfat.com

اور جو کچھ تمہارا سود انسانوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے"

سود کی حرمت اور انجام:۔ ﴿الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ (۲:۲۷۵) "سود کھانے والے انسان قیامت میں قبروں سے ایسی حالت میں کھڑے ہونگے جس طرح شیطان نے ان کو خبطی بنا دیا ہو۔ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ﴾ (۲:۲۷۶) "اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں"

اقارب کا زیادہ حق:۔ ﴿قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (۲:۲۱۵) "محمد ﷺ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو تو اس میں ماں باپ کا حق اول اس کے بعد قرابتداروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کا جو انسان بھلائی کے کام کرے گا اللہ کو اس کا اچھی طرح علم ہے"

خیرات سے مال بڑھتا ہے:۔ ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (۲:۲۶۱) "جو انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ شدہ اموال کی صورت عند اللہ ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو اس سے سات بالیں اگیں اور ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں اور یہ بڑھوتری اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت اور علم والے ہیں"

"نتیجہ خیرات کا ایسا مال ایسے بڑھتا ہے جس میں احسان اور ایذا نہ ہو"

جو انسان سود کی آمد سے گھر میں روٹی اور کھانا پکاتا ہے اس سے کتے کا گوشت بہتر ہے۔

سود خور کی موت۔ سود خور اور خنزیر کی موت میں کوئی فرق نہیں ہے۔۔۔

سود کے متعلق قرآنی احکام۔ معاشیات کے نقطہ نظر سے سودی قرض کی دو اقسام ہیں۔

۱۔وہ قرض جو اپنی ذاتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مجبور اور حاجت مند انسان لیتے ہیں اکثر انسان اس سودی قرض کی برائیوں سے واقف ہیں۔

۲۔وہ سودی قرض جو تجارت اور صنعت وحرفت، زراعت اور مکانات وغیرہ کے کاموں میں لگانے کے لیے پیشہ ور انسان یا حکومت لیتی ہے آج کل اس دوسری قسم کے قرض اور اس سے حاصل شدہ سود کو تجارت اور منافع تجارت سمجھا جاتا ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (۲:۲۷۵)''جو انسان سود کھاتے ہیں ان کا حال اس انسان کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو اور اس حالت میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ''تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی شے ہے حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے جس انسان کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ اس سے باز آ گیا تو جو کچھ پہلے لے چکا وہ اسی کا رہا اور معاملہ اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو کوئی زیادتی کرے پس وہی انسان صاحب دوزخ ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''

ربٰوا کے معنی عربی میں زیادتی اور اضافہ کے ہیں اصطلاحاً اہل عرب اس لفظ کو زائد رقم کے لیے استعمال کرتے تھے جو ایک قرض خواہ اپنے قرض دار سے ایک طے شدہ شرح کے مطابق اصل کے علاوہ وصول کرتا ہے۔

آج کل سودی قرض کو معاشی ترقی کے لیے لازمی اور ناگریز سمجھ لیا گیا ہے لیکن درحقیقت سودی قرض کی رقمیں ان کاموں پر لگائی جاتی ہیں جو رائج الوقت شرح سود سے زیادہ نفع دیں تاکہ سود ادا کرنے کے بعد کارکن کو بھی نفع حاصل ہو سکے اس طرح ملک کے تمام وسائل کا بہاؤ ایسے کاموں کی طرف ہو جاتا ہے جو صرف زائد مالی منافع دیتے ہیں خواہ ان کی اجتماعی اور اصلاحی حیثیت ملک وقوم کے لیے بہت کم یا کچھ بھی فائدہ مند نہ ہو دوسری طرف زائد نفع خوری سے اشیاء کی قیمتیں

Marfat.com

بڑھ جاتی ہیں اس کے علاوہ موجودہ بنک قرضوں سے ملک کے تمام وسائل چند بارسوخ دولت مند افراد کے قبضہ میں آجاتے ہیں نیز معاشی ناہمواری اور فرق سے بے چینی اور انتشار پیدا ہوتا ہے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے سودی قرضوں سے صاحب حیثیت افراد کے بنگلوں میں تو اضافہ ہوسکتا ہے مگر مفلوک الحال طبقہ کے کوارٹر نہیں بن سکتے کیونکہ مفلوک الحال انسان اور چھوٹے مکانات کے لیے سود پر رقم دینے والے کو اچھی آمدنی اور رقم کی واپسی کی امید نہیں ہوسکتی۔

﴿وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾ (۳۹:۳۰) ''جو سودی قرض تم اس غرض سے دو کہ وہ انسانوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے یہ شے اللہ کے ہاں نہیں بڑھتی اور جو زکوۃ اللہ کی رضا طلب کرتے ہوئے دو گے تو یہی وہ انسان ہیں جو اللہ کے ہاں اپنے مال کو بڑھانے والے ہیں''

یہ پہلا حکم جس میں بتایا گیا کہ سود سے دولت کی افزائش نہیں ہوتی بلکہ حقیقی افزائش زکوۃ سے ہوتی ہے اس کے بعد سود در سود سے (۳: ۱۳۰) میں منع کیا گیا اور پھر (۲: ۲۷۵۔۲۷۹) تک سود کو قطعی حرام قرار دیا گیا ہے۔ ماہرین معاشیات اعداد و شمار کے ذریعہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سودی نظام پر اپنی معیشت استوار کرنے والی ہر قوم بالآخر ایسے مالی بحران سے دوچار ہو رہی ہے جس سے بچ نکلنا اب بالکل ناممکن نظر آتا ہے گذشتہ اقوام کی تاریخ بھی گواہ ہے کہ سودی کاروبار کرنے والی ہر قوم بالآخر تباہی اور ہلاکت کا شکار ہوگئی۔

ربٰوا میں دوسرے سے لینے اور حاصل کرنے کا تصور پایا جاتا ہے جبکہ زکوۃ میں دوسروں کو دینے اور عطا کرنے کا مفہوم نمایاں ہے قرآن کا اصول یہ ہے کہ دوسروں کے کام ان کے لیے نفع رساں ہونا ہی ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

﴿اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ﴾ (۱۳:۱۷)

''جو شے نوع انسانی کے لیے مفید ہے وہی اس زمین پر برقرار رہے گی''

لہذا زکوۃ کا نظام قائم و دائم رہے گا اور سودی نظام ہلاکت اور تباہی کا شکار ہو کر مٹ جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب۔۱۱ حلت وحرمت قرآن کے تناظر میں

سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ حلال وحرام کا سوال اشیاء کائنات سے متعلق ہے جو اللہ کے تخلیق کردہ مادہ سے پیدا ہوتی ہیں مادہ کی تین حالتیں ہیں مائع، ٹھوس، گیس ان تفصیل حسب ذیل ہے

(i) ٹھوس۔ اس کی پھر تین اقسام (۱) جمادات (۲) نباتات (۳) حیوانات

جمادات۔ پتھر کوئلہ لوہا تانبا اور سیسہ وغیرہ معدنی اشیاء انسانی غذا نہیں دوسری اور تیسری نباتات اور حیوانات انسانی غذائیں ہیں اور انہی کی حلت وحرمت کا مسئلہ اس وقت ہمارے درپیش ہے۔

نباتات قرآن کے تناظر میں

ہر وہ شے جو زمین سے پیدا ہوتی ہے نباتات کی فہرست میں داخل ہے گندم، جو، جوار، باجرہ، مکئی، چاول، چنے وغیرہ غلہ جات السی، سرسوں، تل، توریا وغیرہ ہر قسم کا تیل نکالنے کے بیج، آلو، اروی، ٹنڈو، گھیا، گاجر، مولی اور شلغم وغیرہ ہر قسم کی سبزیاں اور پھلوں میں آم، انار، سیب، انگور وغیرہ ہر قسم کے میوہ جات کے علاوہ زمین سے اگنے والی ہزاروں اقسام کی جڑی بوٹیاں سب نباتات ہیں

سوال پیدا ہوتا ہے کہ نباتات کی لاکھوں اقسام میں کونسی قسم حلال اور حرام ہے؟ اس سوال کی تفہیم عرض کرنے سے پہلے قرآن کریم کے مستقل اسلوب بیان کی وضاحت ضروری ہے کہ اس نے نہ صرف حلال اشیاء کی کوئی لمبی چوڑی فہرست بیان کی ہے نہ حرام اشیاء کا گوشوارہ پیش کیا ہے بلکہ کتاب اللہ کا غیر متبدل قاعدہ یہ ہے کہ وہ کسی واضح اور بین نشان کا اعلان کر کے حلت وحرمت کا فیصلہ چند لفظوں میں بیان کر دیتی ہے چنانچہ زمینی پیداوار اور نباتات کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے ﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ﴾ (۲:۲۲)

"وہ اللہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔ جو آسمان سے پانی نازل کرتا ہے اور اس کے ساتھ تمہارے لیے زمین سے پھلوں کا رزق نکالتا ہے"

﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَکَ لَکُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

Marfat.com

فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡ نَّبَاتٍ شَتّٰی ﴿۵۳﴾ کُلُوۡا وَ ارۡعَوۡا اَنۡعَامَکُمۡ﴾(۲۰: ۵۳۔۵۴)

''وہ اللہ ہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے رہنے کی جگہ بنایا ہے اور اس میں تمہارے لیے راستے بنا دیئے ہیں اور وہی آسمان سے پانی نازل کرتا ہے پھر ہم اس پانی کے ساتھ مختلف قسم کی نباتات پیدا کرتے ہیں اے انسانو! نباتات کو خود بھی کھاؤ اور اپنے گھاس خور چوپائیوں کو بھی کھلاؤ''

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ زمین کی پیدوار میں سے بعض نشہ آور بھی ہیں مثلاً بھنگ پوست وغیرہ اور بعض کڑوی بدمزہ اور خلاف مزاج ہوتی ہیں یعنی خودرو جڑی بوٹیاں وغیرہ۔ بھنگ پوست وغیرہ کے متعلق تو بطور استثنیٰ فرمان ہے انما الخمر .... رجس ... فاجتنبوہ (۵:۹۰)

''بلاشبہ نشہ آور ہر شے ناپاک ہے اس سے بچتے رہنا''

اور زمینی پیداوار میں سے کڑوی اور خلاف مزاج اشیاء کے متعلق ہے:۔

یا یھا الناس کلوا مما فی الارض حللاً طیباً (۲:۲۶۸)

''اے انسانو! زمین میں سے حلال اور طیب اشیاء کھاؤ''

دیکھئے! اس آیت میں زمینی پیداوار کے کھانے پر دو شرطیں عائد کی گئی ہیں حللاً اور طیباً کی

۱۔ پہلے نمبر پر یہ کہ زمین کی وہ پیداوار جو تمہاری اپنی نہیں کھیت کسی اور کا ہے تو اس میں سے گاجر مولی شلغم وغیرہ کوئی بھی شے تمہارے لیے حلال نہیں اسی طرح زمین کی ہر پیدوار جو چرائی جائے یا دھوکہ، فریب، رشوت یا استحصال کے ذریعہ حاصل کی جائے حلال نہیں ہے۔

۲۔ دوسرے نمبر پر یہ شرط لگائی گئی ہے کہ وہ اشیاء طیب یعنی تمہارے موافق مزاج بھی ہو بعض اشیاء انسانوں کے دائمی طور پر مزاج کے خلاف ہوتی ہیں اور بعض اشیاء کسی مخصوص وقفہ کے لیے طبعیت کے خلاف ہوتی ہیں مثلاً کسی بیماری کے وقفہ مین بینگن اور کریلے خلاف مزاج ہوتے ہین اور کسی بیاری کے وقفہ میں ماش، دال، اور اروی بھنڈی وغیرہ۔

۳۔ زمین کی حلال اور طیب اشیاء کا عشر و زکوۃ بھی ادا کیا جائے۔

المختصر! سطور بالا میں زمین کی پیداوار جو حلال طریقوں سے حاصل کی جائے اور موافق مزاج بھی ہو اس کے کھانے کی اجازت ہے وہ حلال ہے اور حرام طریقوں سے حاصل کردہ اور ناموافق

Marfat.com

مزاج زمینی پیداوار کھانے کی اجازت نہیں دی گئی وہ حرام ہے۔اس کی تفصیل پہلے آ چکی ہے

(۲) حیوانات قرآن کے تناظر میں

حیوانانی جانداروں کی تین اقسام ہیں

(ا) بری جانور (خشکی پر رہنے والے) (ب) فضائی جانور (ہوامیں اڑنے والے) یہ بھی خشکی پر رہتے ہیں (ج) آبی جانور (پانی میں رہنے والے)

ا۔ بری جانور

اللہ نے خشکی پر رہنے والے جانوروں کو چال کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے

ا۔ پیٹ کے بل چلنے والے۔ب۔ دو پاؤں پر چلنے والے۔ج۔ چار پاؤں پر چلنے والے۔

﴿وَاللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ فَمِنۡھُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِہٖ وَمِنۡھُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی رِجۡلَیۡنِ وَمِنۡھُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰۤی اَرۡبَعٍ﴾ (۲۴:۴۵)

''اللہ تعالیٰ نے ہر ایک جاندار کو پانی سے تخلیق کیا ان میں سے بعض پیٹ کے بل چلتا ہے (سانپ کی قسم) اور بعض وہ ہے جو دو پاؤں کے بل چلتا ہے (انسان اور پرندے) اور بعض وہ جو چار پاؤں پر چلتا ہے (گائے، بھینس، گھوڑا، گدھا، شیر، بھیڑیا وغیرہ)

چار پاؤں والے جانور

چار پاؤں پر چلنے والے جانور دو حصوں میں تقسیم ہیں

الجوارح (درندے) الانعام (چرندے)

الجوارح درندوں سے شکار پکڑنے کا کام لیا جائے گا۔﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَآ اُحِلَّ لَھُمۡ قُلۡ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَمَا عَلَّمۡتُمۡ مِّنَ الۡجَوَارِحِ مُکَلِّبِیۡنَ تُعَلِّمُوۡنَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ فَکُلُوۡا مِمَّآ اَمۡسَکۡنَ عَلَیۡکُمۡ وَاذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ عَلَیۡہِ﴾ (۵:۴)

''محمد ﷺ سے سوال کریں گے کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے آپ ﷺ فرما دیجئے کہ تمہارے لیے طیب اشیاء حلال کی گئی ہیں اور جو تم شکاری جانوروں کو شکار کی طرف دوڑنے کی وہ تعلیم دیتے ہو جو

اللہ تعالیٰ نے تمہاری جبلت میں رکھ دی ہے پس وہ جس شکار کو تمہاری دی ہوئی تعلیم کے مطابق تمہارے لیے پکڑ رکھیں اس پر اللہ کے نام کا ذکر کیا کرو یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذبح کر کے رگوں کا خون خارج کر دیا کرو پھر اسے کھاؤ وہ تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے"

دیکھئے! اس آیت میں بری جانوروں کو شکار اور شکاری کے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے شکاری جانوروں کے لیے الجوارح کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی زخم دینے والے پھاڑ کھانے والے گوشت خور ان میں شیر، چیتا، بھیڑیا اور کتا بلا وغیرہ سب درندے شامل ہیں ان گوشت خوروں کے مقابلے میں چار پایوں کی دوسری قسم وہ ہے جو گوشت کھانا تو درکنار اسے سونگھتے بھی نہیں ان کی خوراک نباتات ہے قرآن میں ان گھاس خور چار پایوں کو الانعام کہا گیا ہے۔

﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَکَ لَکُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی. کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ﴾ (۲۰: ۵۳۔۵۴)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش ٹھہرایا اور اس میں تمہارے لیے راستے بنا دیئے اور آسمان سے پانی نازل کرتا ہے پھر ہم اس پانی کے ساتھ زمین میں سے مختلف قسم کی نباتات پیدا کرتے ہیں تم نباتات کو خود بھی کھاؤ اور اپنے گھاس کھانے والے چوپایوں کو بھی کھلاؤ"

دیکھئے! ان آیات میں انعام کی مخصوص صورت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ گھاس کھاتے ہیں گوشت نہیں کھاتے لھذا چار پایوں کی دو قسمیں ہیں

شکاری اور شکار۔۔۔۔ یا گوشت خور اور گھاس خور

قرآن کریم نے گوشت خور چوپایوں کو (۵: ۴) میں الجوارح اور گھاس خوروں چوپایوں کو (۲۰: ۵۳۔۵۴) میں الانعام کے الگ الگ اسماء سے متعارف کرایا ہے واضح رہے کہ یہ دونوں صنفیں الگ الگ ہیں الجوارح، الانعام میں شامل نہیں ہیں اور الانعام الجوارح میں شامل نہیں۔

الانعام کی دو قسمیں

اس سے آگے قرآن نے الانعام یعنی گھاس خور چوپایوں کی پھر دو قسمیں بتائی ہیں۔

بہیمۃ الانعام۔۔۔اور غیر بہیمۃ الانعام یعنی بہیمہ قسم کے گھاس خور چوپائے اور غیر بہیمہ قسم کے گھاس خور چوپائے چنانچہ حلت وحرمت کے ضمن میں قرآن نے صرف گھاس خور چوپایوں میں سے بہیمہ قسم کے گھاس خور چوپائے حلال ٹھہرائے ہیں۔ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ (۵:۱) ''تمہارے لیے بہیمہ قسم کے گھاس خور چوپائے حلال کیے گئے ہیں''

دیکھئے! اس آیت کی رو سے گوشت خور چوپائے تو سب کے سب حرام ٹھہرے بلکہ گھاس خور چوپایوں میں سے بھی جو بہیمہ قسم کے چوپائے نہیں وہ بھی حرام ہیں گھاس خور چوپایوں میں سے صرف بہیمۃ الانعام حلال ہیں، یہ مرکب مرکب اضافی ہے مگر بعض اسے مرکب توصیفی ظاہر کر کے بہیمہ کو جملہ انعام کی صفت بنا کر پورے الانعام کو بہیمۃ ٹھہرا کر پورے گھاس خور چوپایوں گھوڑا گدھا وغیرہ کو بھی حلال اور صرف سور کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں ان کا تدبر خلاف قرآن ہے کیونکہ گھاس خور چوپایوں میں سے گھوڑے، خچر اور گدھے کے متعلق (۱۶:۸) میں اعلان کیا گیا ہے کہ یہ سواری کے لیے تخلیق کیے گئے ہیں کھانے کے لیے نہیں۔

بہیمۃ الانعام کی پہچان

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ الانعام یعنی گھاس خور چوپایوں میں سے بہیمۃ الانعام قسم کے گھاس خور چوپائے کونسے ہیں اور ان کی پہچان کیا ہے؟ اس اہم سوال کا جواب قرآن کریم نے اپنے مخصوص اسلوب میں بیان کر دیا ہے لغت کی کتابوں میں بھی اسی جواب کے مطابق بہیمۃ الانعام کا معنی لکھا ہے ''اونٹ گائے اور بھیڑ بکری کی اولاد'' لیکن یاد رہے کہ قرآن کی رو سے صرف مذکورہ گھاس خور چوپائے ہی بہیمۃ الانعام نہیں ہیں بلکہ ایک خاص مماثلت کی رو سے۔ ہر وہ گھاس خور چوپایہ حلال ہے جو بہیمۃ الانعام میں شامل ہے تفصیل کے لیے نمبر ا اور نمبر ۲ میں الگ الگ درج کیا جاتا ہے۔

آیۃ حلت بہیمۃ الانعام

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ﴾ (۵:۱)

''ایمان والو! تمہارے لیے انعام کے بہیمہ یعنی گھاس خور

Marfat.com

چوپایوں میں سے بہیمہ قسم کے چوپائے حلال کیے گئے ہیں''

بہیمۃ الانعام آیات کی تفسیر

﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ۔۔۔﴾ (۶:۱۴۲۔۱۴۴)

''چارہ خور چوپایوں میں سے کچھ قد آور بوجھ اٹھانے والے اور کچھ پست قد زمین سے لگے ہوئے ہیں۔ ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں گھاس خور چوپائے عطا کیے ہیں ان میں سے آٹھ قسمیں کھایا کرو۔ بھیڑ نر مادہ، بکری نر مادہ، اونٹ نر مادہ اور گائے نر مادہ''

یاد رہے کہ ان آٹھ قسموں میں نر مادہ کی شمولیت میں اس امر کی تردید کر دی گئی ہے کہ کسی حلال جانور کا نہ نر حرام ہوتا ہے نہ مادہ حرام ہوتی ہے۔

غور فرمائیں:۔ اوپر (۱) میں (۵:۱) میں واضح کیا گیا ہے کہ اہل ایمان کے لیے گھاس خور چوپایوں میں سے صرف بہیمہ قسم کے گھاس خور حلال کیے گئے ہیں اور (۲) میں (۶:۱۴۲۔۱۴۴) میں آٹھ قسمیں الضان اثنین الابل اثنین البقر اثنین کے کھانے کا حکم دیا گیا ہے جس سے دوپہر کے سورج کی طرح عیاں ہو چکا کہ مذکورہ آٹھ قسمیں یقیناً یقیناً بہیمۃ الانعام میں داخل ہیں اور ساتھ ہی حمولۃ و فرشا کے الفاظ میں اس شے کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ گھاس خور چوپایوں میں سے بعض قد آور بوجھ اٹھانے والے اور بعض پست قد زمین سے لگے ہوئے ہیں ان الفاظ میں اس شبہ کو دور کر دیا گیا ہے کہ بہیمۃ الانعام کی پہچان یہ نہیں ہے کہ وہ قد آور ہوں یا پست قد بلکہ گھاس خور آٹھ چوپایوں میں سے مندرجہ بالا آٹھ قسموں نر، مادہ الضان المعز، الابل اور البقر کے الف لام عہدی مثلی کے ذریعہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ کرہ ارض کا وہ گھاس خور چوپایہ بہیمہ ہے جو ان آٹھ قسموں کی اس صفت کے لحاظ سے ان میں شامل ہو جو ان آٹھوں میں بقدر مشترک موجود ہے اور بعض گھاس خور چوپایوں میں موجود نہیں۔

واضح رہے کہ بھیڑ بکری اور اونٹ گائے جن کے نر مادہ کو شامل کر کے اللہ تعالیٰ نے آٹھ

Marfat.com

قسمیں بتائی ہیں ان میں اونٹ اور بیل بوجھ اٹھانے والے چوپائے ہیں اور بھیڑ بکری بغیر بوجھ اٹھانے والے۔ اونٹ اور بیل قد آور جانور ہیں اور بھیڑ بکری پست قد ہیں تو اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ کونسی شے ہے جو ان آٹھوں گھاس خور چوپایوں میں تو قدر مشترک کی صورت میں موجود ہے مگر وہ بعض گھاس خور چوپایوں میں موجود نہیں اس کے جواب میں اگر گھاس چرنے کو ان آٹھوں قسموں کا مشترک نشان قرار دیا جائے جیسا کہ بعض لغتوں نے قرار دیا ہے اور بہیمہ کا معنی چرنے والے چوپائے لکھا ہے تو انعام یعنی گھاس خور چوپایوں کی حلت کے لیے (۵:۱) میں مذکورہ بہیمۃ الانعام کی قرآنی قید مہمل ہو کر رہ جاتی ہے اور (۶:۱۴۲تا۔۱۴۴) میں جو آٹھ قسموں کے کھانے کا مخصوص حکم دیا گیا ہے مضحکہ خیز ٹھہرتا ہے کیونکہ گھاس چرنے کی جہت سے مذکورہ بالا آٹھ قسموں میں جملہ گھاس خور چوپایوں سے الگ کوئی صفت موجود نہیں اور اس طرح جب بھیڑ بکری' اونٹ، گائے میں اور باقی گھاس چرنے والے چوپایوں میں کوئی فرق نہیں تو ان کے کھانے کا الگ حکم (۶:۱۴۲۔۱۴۴) بھی بیکار محض ٹھہرتا ہے لیکن۔

یاد رکھئے! قرآن کا کوئی حکم بیکار نہیں اور نہ اس لاریب کتاب میں کوئی لفظ بھرتی پوری کرنے کے لیے لایا گیا ہے اگر پورے کے پورے انعام (گھاس چرنیوالے یا مستثنٰی خنزیر) حلال ہوتے (۵:۱) میں ان کی حلت کے لیے الانعام پر بہیمہ کی شرط نہ لگائی جاتی اور نہ بہیمہ کی تعریف کے لیے مذکورہ بالا آٹھ قسموں پر الف لام عہدی مثلی لاکر ان کے کھانے کا الگ طور پر مخصوص حکم دیا جاتا۔

المختصر! الانعام کی حلت کے لیے بہیمہ کی شرط جو عائد کی گئی ہے اور بہیمہ کی تعریف مذکورہ بالا آٹھ قسموں کے خصوصی ذکر میں کردی ہے کہ بھیڑ بکری جیسے پست قد اور غیر بوجھ اٹھانے والے گھاس خور بھی بہیمۃ الانعام میں داخل ہیں اور اونٹ بیل جیسے قد آور اور بوجھ اٹھانے والے گھاس خور بھی بہیمہ میں شامل ہیں سورۃ نحل میں اس امر کی بھی وضاحت کردی گئی ہے کہ گھاس خور بھی بہیمہ میں شامل ہیں سورۃ نحل میں اس امر کی وضاحت بھی وضاحت کردی گئی ہے کہ گھاس خور چوپائے سب کے سب کھانے کے لیے نہیں ہیں ان میں سے بعض کھانے کے لیے ہیں اور بعض سواری کے لیے ہیں دیکھئے! والانعام خلقھا لکم فیھا دفء و منافع و منھا تاکلون (۱۶۔۵)

''اللہ تعالٰی نے تمہارے لیے گھاس خور چوپایوں کو تخلیق کیا ہے ان میں جاڑے کا سامان ہے (اون

Marfat.com

وغیرہ) اور فائدے بھی ہیں ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو"

الانعام کے ذکر میں منھا تاکلون کے الفاظ میں من بعضیہ لاکر اس امر کا اعلان کر دیا گیا ہے کہ سارے کے سارے نہیں بلکہ گھاس خور چوپایوں میں سے بعض کھائے جائیں گے سورۃ مومن میں ہے اللہ الذی جعل لکم الانعام لترکبوا منھا و منھا تاکلون (۴۰:۷)

"اللہ وہ عظیم الشان ہستی ہے جس نے تمہارے لیے گھاس خور چوپائے تخلیق کیے ہیں ان میں سے بعض پر تم سواری کرتے ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو"

بعض ایسے ہیں جو صرف سواری اور بار برداری کے لیے ہیں کھانے کے لیے نہیں اور بعض ایسے ہیں کہ صرف کھانے کے لیے ہیں سواری اور بار برداری کے لیے نہیں۔ بھیڑ بکری وغیرہ کہ ان میں اتنی طاقت ہی موجود نہیں کہ وہ ڈیڑھ دو من وزنی انسان کا بوجھ اٹھا کر کوئی چھوٹی سی منزل بھی طے کر سکیں اب اس سوال کا جواب کہ صرف سواری اور بار برداری کے لیے کونسے گھاس خور ہیں آیت ذیل میں دیا گیا ہے۔ والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا (۱۶:۸) "اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سواری کرو"

لترکبوھا کی لام علت و تخصیص کی ہے جس سے ثابت ہوا کہ یہ تینوں انواع صرف سواری اور بار برداری کے لیے پیدا کی گئی ہیں، کھانے کے لیے نہیں یعنی یہ سواری کے لیے حلال مگر کھانے کے لیے حرام ہیں ادھر چونکہ کھانے کے لیے صرف بہیمہ قسم کے گھاس خور چوپائے حلال ہیں اس لیے ثابت ہوا کہ گھوڑے اور خچر اور گدھے گھاس خور ہونے کی بدولت انعام میں تو داخل ہیں لیکن بہیمۃ الانعام میں داخل نہیں اگر یہ نوعیں بہیمۃ الانعام ہوتیں تو اونٹ اور بیل کی طرح سواری کے جانور ہونے کیساتھ ساتھ ان کے کھانے کا حکم بھی موجود ہوتا اور انہیں صرف سواری کے جانور نہ بتایا جاتا غور فرمائیں کہ زیر بحث عنوان میں بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے، گھوڑا، خچر اور گدھا سات انواع کا ذکر آچکا ہے گھاس خور ہونے کی بدولت یہ سب الانعام میں داخل ہیں گھاس خوری ان سب کی قدرے مشترک ہے بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے کے کھانے کا بھی حکم دیا گیا ہے ۶:۱۴۲۔۱۴۴ حالانکہ ان میں اونٹ اور گائے نہ بوجھ اٹھانے والے بھی ہیں مگر گھوڑے، خچر، گدھے کو جو بوجھ اٹھانے والے ہیں کھانے کا حکم

Marfat.com

نہیں دیا گیا۔

لیجئے! اب قرآنی شواہد کے مطابق بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بہیمہ قسم کے گھاس خور چوپائے حلال ہیں ۔۵:۱۔ چونکہ اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری کے کھانے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے یہ حلال ہیں اور بہیمۃ الانعام میں داخل ہیں ۔۶:۱۴۲۔۱۱۴۔ گھوڑا، خچر اور گدھا چونکہ کھانے کے لیے حلال نہیں اس لیے یہ بہیمۃ الانعام میں داخل نہیں۔ پس بہیمۃ الانعام کا تمیزی نشان وہ ہے جو بھیڑ، بکری، گائے اور اونٹ چاروں انواع میں قدر مشترک کے طور پر موجود ہے اور وہ گھوڑے، گدھے اور خچر میں موجود نہیں۔

جگالی:۔ اب مشاہدات کی رو سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مذکورہ بالا دونوں قسموں میں سے جو شے اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے اور جو گھوڑے، خچر اور گدھے میں مشترک طور پر نہیں پائی جاتی وہ ہے جگالی اور صرف جگالی۔ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ جب چارہ کھاتے ہیں تو چبا چبا کر نہیں کھاتے بلکہ چارے کو جلدی جلدی سمیٹتے چلے جاتے ہیں اور حسب ضرورت کھا چکنے کے بعد اطمینان سے بیٹھ جاتے اور جگالی کرنا شروع کر دیتے ہیں لیکن اس کے برعکس گھوڑا، خچر اور گدھا وغیرہ چارے کو سمیٹتے نہیں بلکہ شروع ہی سے چبا چبا کر کھاتے ہیں اور بعد میں جگالی نہیں کرتے گھاس خور چوپایوں کی دو قسمیں ہیں جگالی کرنے والے و جگالی نہ کرنے والے جگالی نہ کرنے والوں کا ایک محکم اور غیر متبدل نشان یہ بھی ہے کہ ان کے سامنے کے اوپر والے دانت نہیں ہوتے۔

پس ثابت ہوا کہ کرہ ارض کے تمام گھاس خور چوپائے جو جگالی کرتے ہیں وہ سب بہیمۃ الانعام اور حلال ہیں اور جو جگالی نہیں کرتے وہ بہیمۃ الانعام سے خارج اور حرام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب مبین نے ان سوالوں کا جواب جو حلت و حرمت کے ضمن میں کیے جاتے ہیں کہ قرآن کریم میں کتا، بلا اور بندر حرام دکھاؤ، ان سب سوالوں کا جواب احلت لکم بہیمۃ الانعام کے ایک ہی جملے میں دیدیا ہے کہ جگالی کرنے والے سب گھاس خور چوپائے حلال ہیں اور جگالی نہ کرنے والے سب گھاس خور چوپائے حرام ہیں۔

ہمارا سوال:۔ جو انسان قرآن کریم سے کتا، بلا، بندر وغیرہ کی حرمت کی سند دوسری کتابوں سے

حاصل کرتے ہیں وہ اپنی کتابوں کی ورق گردانی کر کے مندرجہ ذیل جانوروں کے متعلق فیصلہ دیں کہ وہ ان کی کتابوں میں حلال کی فہرست میں درج ہیں یا حرام کی لسٹ میں شامل ہیں۔

جنوبی امریکہ کا جاگور، تاپیر، الاما، الپاکا، ریاکندر، ارماڈلو اور سلوتھ وغیرہ کس فہرست میں درج ہیں اور سائبیریا کا رینڈیز آسٹریلیا کا کنگرو اور افریقہ کا زیبلا کس فہرست میں شامل ہیں کہ دوسری کتابوں کی حلال وحرام کی فہرستیں یقیناً یقیناً دنیا بھر کے گھاس خور چوپایوں کے نام اور ان کی حلت وحرمت سے پیش کرنے سے قطعاً قاصر ہیں اور قاصر رہیں گی۔

اور ان کے مقابلے میں قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ اس نے حلال وحرام کے لیے امتیازی نشان بتا دیا ہے جگالی جس کا ظاہر نشان یہ ہے کہ جگالی کرنے والے چوپایوں کے سامنے کے اوپر والے دانت نہیں ہوتے آپ ان الٰہی نشانات کو لے کر کرہ ارض کے گرد گھوم جائیں آپ کو حلال وحرام چوپایوں کی پہچان میں رائی برابر بھی دقت پیش نہ آئے گی نہ آپ کسی چوپائے کا نام دریافت کرنے کی ضرورت ہوگی نہ اس کا عربی نام تلاش کرنا پڑے گا اور نہ ہی حلال وحرام کی روائتی فہرستوں کے دفتر اپنے ساتھ لیے پھرنے کی زحمت اٹھانی پڑے گی کس قدر آسان پہچان ہے کہ جن چوپایوں کے سامنے کے اوپر والے دانت نہیں وہ حلال ہیں اور جن کے ہیں وہ حرام ہیں۔

حلال جانوروں کی کچھ اشیاء حرام ہیں

اب اس امر کی وضاحت کی جاتی ہے کہ قرآن کریم نے حلال جانوروں کی کچھ اشیاء حرام ٹھرائی ہیں ﴿اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ (۱:۵) ''تمہارے لیے جگالی کرنے والے گھاس خور چوپائے حلال کیے گئے ہیں سوائے ان اشیا کے جو تم پر پڑھ کر واضح ہو جائیں''

اس سوال کا جواب اس سے اگلی آیت کے الفاظ میں دیا گیا ہے۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ﴾ (۳:۵) ''تمہارے لیے بہیمۃ الانعام جگالی کرنے والے گھاس خور چوپایوں میں سے حرام کیا گیا ہے ان کا مردہ، خون، لحم خنزیر اور وہ بہیمۃ الانعام جو غیر اللہ کی

Marfat.com

نیاز چڑھایا جائے اور جو ان میں سے گلا گھٹ کر مرجائے اور جو آپس کی لڑائی میں سینگ لگنے سے مرجائے اور جو زندہ درندہ کھالے سوائے اس کے کہ تم اسے ذبح کرلو اور جو کسی خانقاہ پر ذبح کیا جائے اور یہ کہ اس کے گوشت کو قرعہ کرکے تیروں کے ساتھ تقسیم کرو۔"

ایک لمحہ فکریہ:۔ لحم الخنزیر سے مراد غدود کا گوشت بھی لیا گیا ہے حالانکہ عام مترجمین نے اس کا معنی سور کا گوشت لیا ہے یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ آیت میں گیارہ اشیاء حرام ٹھہرائی گئی ہیں جن میں سے لحم الخنزیر کو الگ کرلیا جائے تو باقی پوری دس اشیاء حلال چوپایوں بہیمۃ الانعام ہی کی ہیں کیونکہ جو جانور ہے ہی حرام اس کے متعلق اتنی تفصیل کی ضرورت نہیں کہ حرام جانور تو حرام اس کا خون حرام، غیراللہ کی نیاز حرام، گلا گھٹ کر مرا حرام، لاٹھی سے مرا حرام، گر کر مرا حرام، سینگ لگ کر مرا حرام، درندے کا کھایا حرام، کسی استھان پر ذبح ہوا حرام قرعہ کے تیروں سے تقسیم کیا حرام ظاہر ہے کہ حرام کی اتنی لمبی چوڑی تفصیل صرف حلال چوپایوں بہیمۃ الانعام ہی کی مختلف اشیاء مردہ اور خون وغیرہ نیز اس کی مختلف حالتوں سے متعلق جس پر یہ آیت بہیمۃ الانعام کے الفاظ شاہد ہیں۔

﴿اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ (۵:۱)"بہیمۃ الانعام تمہارے لیے (جگالی کرنے والے) حلال کیے گئے ہیں ان کی ان اشیاء کے سوا جو تم پر پڑھ کر واضح ہوجائیں" اس طرح جبکہ آیت ۵:۲ میں مذکورہ گیارہ اشیاء میں سے ذیل کی دس اشیاء مردہ خون، غیراللہ کی نیاز، گلا گھٹ کر مرا، لاٹھی سے مرا، سینگ لگ کر مرا، درندے کا کھایا، استھان پر ذبح ہوا، قرعہ کے تیروں سے گوشت بٹا، بہیمۃ الانعام حلال چوپایوں ہی کی ہیں تو یہ امر کس طرح باور کیا جاسکتا ہے کہ اس فہرست کی تیسرے نمبر کی گیارہویں شے لحم الخنزیر حلال چوپایوں سے متعلق نہیں اور اللہ تعالیٰ نے بہیمۃ الانعام کی حرام اشیاء کی فہرست میں تیسرے نمبر پر بلاوجہ رکھا ہے جبکہ احلت لکم بہیمۃ الانعام (۵:۱) کے الفاظ میں سور سمیت جگالی نہ کرنے والے تمام چوپائے پہلے حرام ٹھہرائے جاچکے ہیں بالفاظ دیگر سور کی حرمت کو ایک غیر مسلم متعلقہ فہرست میں شامل کرنے کا کیا مطلب؟

حقیقت حال وہی ہے جو آیت ۵:۱ کے الفاظ الا ما یتلیٰ سے عیاں ہے کہ بہیمۃ الانعام کی وہ اشیاء حرام ہیں جو تم پر پڑھ کر واضح کی جائیں اور جو کچھ اس استثنیٰ میں پڑھ کر واضح کیا گیا ہے وہ ہیں

Marfat.com

آیت ۵:۳ میں درج گیارہ اشیاء جن میں ایک لحم الخنزیر، یعنی بہیمۃ الانعام ہی کا غدود کا گوشت، سور کا گوشت تو غیر بہیمہ ہونے کی بدولت تمام غیر بہیمہ چوپایوں کے گوشت کے ساتھ ساتھ ۵:۱ میں پہلے ہی حرام ٹھہرا جا چکا ہے۔

لحم الخنزیر:۔ لحم الخنزیر مرکب اضافی ہے لحم بمعنی گوشت اور خنزیر بمعنی غدود۔ اسکی جمع ہے خنازیر بمعنی غدودیں اور طبی اصطلاح میں خنازیر اس بیماری کو کہتے ہیں جو گلے، بغلوں اور جنگواسوں کی غدودیں متورم ہو جاتی ہیں بالاخر ان میں مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور ان سے پیپ اور خون بہنے لگتا ہے اللہ تعالیٰ نے جہاں حلال جانوروں کی باقی حالتوں کی جو انسانی صحت اور ایمان کی دشمن ہیں وضاحت کر دی ہے اور ان سے اجتناب کا حکم دیدیا ہے وہاں غدودوں کے گوشت سے بچنے کا حکم بھی دیدیا ہے غدودوں کا گوشت صحت کے مضر ہونے کے ساتھ ساتھ بودار بھی ہوتا ہے آپ دیکھتے ہیں عیدالاضحیٰ کے موقع پر جو گھر گھر قربانی کی جاتی ہے قصاب چند منٹوں میں پورے بکرے کا گوشت بنا کر چلا جاتا ہے مگر گوشت کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اسے پوری طرح غدودوں سے پاک نہیں کیا جاتا گوشت کی مختلف تہوں میں جو جھلی نما غدودیں ہوتی ہیں اور نہ انہیں نکالا جاتا صرف موٹی موٹی غدودیں الگ کر کے باقی غدودیں اور چھیچھڑے گوشت کے اندر موجود ہوتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے گوشت سے ایک قسم کی گھن آتی ہے ایسا گوشت جس سے پوری طرح غدودیں نہ نکالی گئی ہوں اس کے کھانے سے انسان ہر سال بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس سے جو مخصوص بیماریاں شروع ہوتی ہیں وہ ڈاکٹروں سے مخفی نہیں۔

المختصر! قرآن کریم نے حلال جانوروں کی حرام اشیاء کی فہرست میں لحم الخنزیر یعنی انہی کی غدودوں کے گوشت کو شامل کر کے اس امر کا ثبوت دیدیا ہے کہ کتاب واقعی اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس نے حلت وحرمت کے کسی گوشہ کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ اس کے برعکس اگر لحم الخنزیر کا معنی سور کا گوشت لیا جائے تو اس سوال کا کیا جواب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حلال جانوروں کے مردہ اور خون وغیرہ دس اشیاء کی حرمت کا اعلان کر دیا ہے تو انہی کی غدودوں اور چھیچھڑوں وغیرہ کو کیوں حرام نہیں ٹھہرایا کیا حلال چوپایوں بہیمۃ الانعام کی غدودوں کا گوشت از روئے قرآن حلال ہے؟

ب۔ فضائی بری جانور:۔ کرہ ارض کے جانداروں کو اللہ تعالیٰ نے رہائش کے لحاظ سے تین حصوں

Marfat.com

میں تقسیم کر رکھا ہے ۔(۱) بری جانور (خشکی پر رہنے والے)(۲) فضائی بری جانور (پرندے) (۳) آبی جانور (پانی میں رہنے والے)

اب فضائی جانوروں (پرندوں) کی بحث ملاحظہ فرمائیں الانعام کے متعلق الٰہی فیصلہ یہ ہے کہ جگالی کرنے والے حلال اور نہ جگالی کرنے والے حرام ہیں ادھر مشاہدات کی رو سے ثابت ہے کہ چوپایوں میں سے جگالی وہی کرتے ہیں جن کے جسم کی ساخت میں اللہ تعالیٰ نے دو معدے بنائے ہیں یعنی جگالی کرتے وقت وہ اپنی خوراک لقمہ لقمہ کر کے ایک معدے سے نکالنے کے بعد دوسرے معدے میں ڈالتے چلے جاتے ہیں پس معلوم ہوا کہ جگالی کا عمل چرندوں کی جسمانی ساخت کے متعلق دو معدوں کا مظہر ہے فلہٰذا ثابت ہوا کہ چرندوں میں جسمانی ساخت کی رو سے حلت کا نشان دو معدوں کا ہوتا ہے یعنی جن چوپایوں کی جسمانی ساخت میں اللہ تعالیٰ نے دو معدے بنائے ہیں وہ حلال ہیں اور ایک معدے والے حرام ہیں۔

اسی طرح پرندوں کی جسمانی ساخت میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی اصول کارفرما ہے بعض پرندوں کے دو پوٹ ہوتے ہیں اور بعض کا ایک جس طرح چرندوں میں سے دو معدوں والے حلال اور ایک معدے والے حرام ہیں اسی طرح پرندوں میں سے دو پوٹ والے پرندے حلال اور ایک پوٹ والے حرام ہیں زندہ چرندوں کے معدے دکھائی نہیں دیتے لیکن جگالی کا عمل اور اوپر والے سامنے کے دانتوں کا نہ ہونا اس امر کی خبر دیتا ہے کہ یہ چوپایہ دو معدوں والا ہے اور اس طرح کسی چرندے کو ذبح کیے بغیر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اس کے جسم میں دو معدے ہیں اور یہ حلال ہے اسی طرح اللہ نے پرندوں میں بھی ایسا اہتمام کر رکھا ہے کہ ذبح کیے بغیر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے دو پوٹ ہیں یا ایک کیونکہ پرندوں کا حلق والا پوٹ لٹکتا ہوا دکھائی دیتا ہے دو پوٹ والا پرندہ جب دانے چگتا ہے تو اس کا حلق کے ساتھ ملحقہ بیرونی پوٹ تھیلی کی طرح لٹک پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی حلت و حرمت کے سلسلے میں دو پوٹ والے پرندوں میں السلویٰ (بٹیر) کے متعلق خبر دی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے السلویٰ یعنی بٹیر اور اس قسم کے پرندے غذا کے لیے بافراط پیدا کر دیئے ۔ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُمْ

Marfat.com

(۲:۵۷) ''اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہارے لیے من وسلویٰ بافراط پیدا کر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ ہم نے جو تمہیں طیبات سے رزق دیا ہے کھاؤ''

سلویٰ بٹیر کو کہتے ہیں اور السلویٰ کا السلف کا الف لام عہد مثلی ہے لہذا ارشاد ہوا کہ بٹیر کی قسم کے پرندے کھاؤ اور اب چونکہ بٹیر دو پوٹ والا پرندہ ہے لہذا ثابت ہوا کہ پرندوں کی حلت وحرمت کا امتیازنشان دو پوٹوں کا ہونا ہے اور کرہ ارض کا ہر پرندہ جو دو پوٹ رکھتا ہے حلال اور جو ایک پوٹ رکھتا ہے حرام ہے۔

ہمارا سوال! جو انسان قرآن کریم کی بجائے پرندوں کی حلت وحرمت کی سند دوسری کتب سے حاصل کرتے ہیں کہ ان کی یہ کتابیں کرہ ارض کے پرندوں کی فہرست پیش کرنے سے یقیناً یقیناً قاصر ہیں۔افریقہ۔امریکہ۔یورپ۔ایشیاءاور آسٹریلیا کے میدانی، پہاڑی اور صحرائی پرندوں کے نام اور ان کی حلت وحرمت کا فیصلہ دینا ان کے بس کا روگ نہیں۔اور اس کے برعکس قرآن کریم کا اسلوب بیان ایسا جامع ہے کہ السلویٰ پر الف عہد مثلی لا کر اور کلوا من طیبت کا حکم دیکر واضح کر دیا گیا ہے کہ بٹیر کی قسم کے یعنی دو پوٹ والے سب پرندوں کی حلت کے دو پوٹوں والے امتیازی نشان کو لے کر کرہ ارض کے گرد گھوم جائیں آپ کو کہیں بھی کسی پرندے کی حلت وحرمت معلوم کرنے میں رائی برابر بھی وقت پیش نہیں آئے گی اور یہی ہے قرآن کریم کا اعجاز ایک ہی آیت میں بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کا حل دے دیتا ہے۔

آبی جانور:۔ پانی کے اندر ہزار ہا قسم کے جاندار رہتے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں فیصلہ دے دیا ہے کہ پانی کے وہ جانور حلال ہیں جن میں مسفوح یعنی رگوں کا خون موجود نہیں اور اس پر تازے گوشت ہی گوشت کا جملہ صادق آتا ہے۔هُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا... (۱۶:۱۴) ''وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اس میں سے تروتازہ گوشت کھاؤ''

اب ظاہر ہے کہ آبی جانوروں میں سے تروتازہ گوشت 'لحما طریا'' کی اصطلاح کسی ایسے جانور ہی پر صادق آسکتی ہے جس میں رگوں کا خون موجود ہی نہ ہو یعنی جس میں وہ خون موجود نہ ہو بھیڑ

Marfat.com

وغیرہ کو ذبح کرتے وقت جوش مار کر خارج ہوتا ہے اس کے ضمن میں سے صرف مچھلی ہی ایک ایسا آبی جانور ہے جس میں دم مسفوح موجود نہیں اس کے گلپھڑے قدرتی طور پر پھٹے ہوئے ہیں ذبح کی ضرورت ہی نہیں اگر ذبح کیا جائے تو خون ہرگز نہیں نکلتا انبیاء السلام علیہم کی سنت کے طور پر بھی موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں آیا ہے کہ جب آپ مجمع البحرین گئے تو آپ کے پاس بھنی ہوئی مچھلی تھی آپ کو بھوک لگی تو آپ نے اپنے ساتھی سے ناشتہ طلب کیا تو اس نے جواب دیا کہ دوران سفر جب ہم ایک پتھر کے پاس بیٹھے تھے تو میں چلتے وقت مچھلی وہیں بھول آیا تھا۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا. فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا.... اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ﴾ (۱۸: ۶۰. ۶۳)

''جب موسیٰ علیہ السلام نے دوران سفر اپنے نوجوان ساتھی سے کہا کہ میں اس وقت تک دم نہ لونگا جب تک کہ دو دریاؤں کے سنگھم پر نہ پہنچ جاؤں یا مدت دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے۔ مچھلی سمندر کی شاخ میں گر کر بہہ گئی پھر جب وہ دونوں آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے نوجوان ساتھی سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ بے شک ہمیں اس سفر میں بہت تکان ہوئی ہے ساتھی نے کہا کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جب ہم اس مخصوص پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی وہاں بھول آیا تھا۔ دیکھئے کہ آیت بالا میں موسیٰ علیہ السلام کے سفر کا ناشتہ مچھلی بتایا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن کریم نے لحما طریا کی تفسیر کر دی ہے کہ مچھلی ہی ایسا آبی جانور ہے جس پر تروتازہ گوشت کا اطلاق ہو سکتا ہے اس میں دم مسفوح نہیں یعنی نہ اس میں رگوں کا خون موجود ہے اور نہ حلقوم ہوئے یعنی ذبح کرنے کی ضرورت اللہ تعالیٰ نے لحما طریا تروتازہ گوشت کے ایک ہی مرکب توصیفی میں آبی جانوروں کی حلت و حرمت کا فیصلہ دے دیا ہے

ایک ضروری نوٹ:۔ اگر کوئی مچھلی ایسی پائی جائے جس میں دم مسفوح اسی طرح موجود ہو جس طرح بھیڑ بکری میں ہوتا ہے تو اس پر لحما طریا کی اصطلاح صادق نہیں آتی یعنی اسے تروتازہ گوشت ہی گوشت نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ وہ خون اور گوشت کا مجموعہ ہوگی۔ صرف گوشت نہیں ہوگی۔ اس کے

گلپھڑے یقیناً یقیناً پھٹے ہوئے نہیں ہوں گے اس لیے قرآن کریم میں لحما طریا کے سوا کسی اور آبی جانور کے کھانے کا حکم نہیں دیا اور اس طرح دم مسفوح سے عاری مچھلی کے سوا پانی کے باقی تمام جانور کیکڑا، مینڈک، مگر مچھ، پلیتر وغیرہ سب حرام ہیں۔

باسی مچھلی کا مسئلہ:۔ یاد رہے کہ قرآن کریم نے آبی جانوروں میں سے صرف دم مسفوح سے عاری مچھلی کے کھانے کا حکم دیا ہے اور اس کے لیے تر و تازہ گوشت کی اصطلاح لائی گئی ہے۔ لہذا وہ باسی مچھلی کھانا جس میں تعفن پیدا ہو چکی ہو منشاء الہٰی کے مطلقاً خلاف ہے ہاں اگر مچھلی کا پیٹ چاک کر کے ریل کے ائیر کنڈیشن ڈبوں میں دور دراز علاقوں میں پہنچائی جائے اور یا مقامی طور پر پیٹ چاک کر کے کولڈ سٹوریج میں ذخیرہ کیا جائے تو نہ اس میں تعفن پیدا ہوتی ہے اور نہ اس کا کھانا منشاء الہٰی کے خلاف ٹھہرتا ہے۔

مچھلی کے ذبح کا مسئلہ:۔ بعض انسان مچھلی ذبح کرنے پر ضد کرتے ہیں لیکن یاد رہے کہ جن جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے ان میں رگوں کا خون موجود ہوتا ہے اگر وہ خون خارج نہ کیا جائے اور رگوں میں خون جم جائے تو ایسا گوشت دینی لحاظ سے حرام اور طبی لحاظ سے بیماریوں کے پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ مچھلی کو اللہ تعالیٰ نے تر و تازہ گوشت کہہ کر اس امر کی خبر دیدی ہے کہ اس میں رگوں کا خون موجود نہیں اس لیے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں اس کے گلپھڑے قدرتی طور پر ہی پھٹے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی روشنی میں مسئلہ کی نوعیت تو یہی ہے۔ رہا ضد کرنے والوں کا معاملہ تو جب ذبح کرنے سے دم مسفوح نکلتا ہی نہیں تو ظاہر ہے کہ انہیں ضد چھوڑ دینی چاہیے

زندہ مچھلی کا گوشت بنانے کا مسئلہ:۔ اگر مچھلی زندہ ہے اور اس گوشت بنانا مطلوب ہے تو زندہ ہی کیپر پرزے کانٹے اور کھال کے سکیٹر ادھیڑنا شروع کر دیتے ہیں یہ فعل انتہائی ظالمانہ ہے اگر کوئی انسان ہمارے بال نوچنا شروع کر دے جب زندہ مچھلی کا گوشت بنانا مطلوب ہو تو پہلے ذبح کے طریقے سے اس کا سر جسم سے جدا کر دیا جائے اور جب اس میں حرکت باقی نہ رہے تو پھر اس کے پرزے کاٹے جائیں اور اس کی کھال کے سکیٹر وغیرہ ادھیڑے جائیں۔

Marfat.com

بلوں میں رہنے والے جانور

اب سوال باقی ہے بلوں میں رہنے والے جانوروں کی حلت وحرمت کا یعنی سانپ، بچھو، گوہ، کرلا، چھپکلی، چوہا اور ہزار ہا قسم کے حشرات الارض کیڑے، مکوڑے وغیرہ یہ سب بری جانور ہیں اور بری جانوروں کی حلت کا قرآنی نشان ہے دو معدوں کی موجودگی اس لیے حشرات الارض چونکہ اس قرآنی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے اس لیے حرام ہیں اس کے ضمن میں ایک عقلی دلیل بھی ملاحظہ فرمائیں ارشاد باری ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (۷۰:۱۷) ہم نے بنی آدم کو تکریمیت عطاء کی ہے اس کے بعد اسے جو نعمتیں کھانے کے لیے عطاء کی ہیں ان کا بار بار کا ذکر کیا ہے حبا و نبا تا قسم قسم کے اناج اور قسم قسم کی سبزیاں انگور انار وغیرہ رنگا رنگ میوے فواکھہ اور گھاس خور چوپایوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ یہ اس لیے تخلیق کئے گئے ہیں لتر کبوا منہا ومنہا تاکلون۔ تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو اور بعض کو کھاؤ۔ اگر کرلا گوہ چھپکلی اور سانپ بچھو وغیرہ بھی کھانے کے لیے ہوتے تو قرآن کریم کے تیس پاروں میں کہیں تو کہا جاتا کہ حشرات الارض کیڑے مکوڑے تمہارے کھانے کے لیے تخلیق کئے گئے ہیں۔ گذارش ہے کہ ان غلیظ ترین اشیاء کو حلال قرار دینا یا ان کی حلت فتویٰ قرآن کریم سے طلب کرنا اپنے آپ کو انسانیت کے بلند ترین مقام سے گرانے کے مصداق ہے جس پر اسے اللہ تعالیٰ نے ولقد کرمنا بنی ادم کا سرٹیفکیٹ عطاء کر کے فائز کر رکھا ہے رہا یہ مسئلہ یہ سانپ بچھو وغیرہ زہریلے جانور ہماری کس خدمت کے لیے تخلیق کئے گئے ہیں۔ اس سوال کا جواب بہت آسان ہے حشرات الارض کی خوراک مٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ یہ زمین کے زہریلے مادے اس سے خارج کرتے رہتے ہیں اور اس کے علاوہ انسانی بیماریوں کے لیے ان سے متعدد قسم کی دوائیں بنتی ہیں۔

درندے:۔ گوشت خور جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے الجوارح ۴/۵ اور السبع ۳/۵ کے الفاظ میں شکاری قرار دیا ہے اور ان کے مقابلے پر الانعام کو شکار بتایا ہے وما اکل السبع الا ماذ کیتم ۳/۵ اور وہ حلال جانور بھی حرام ہے جسے درندہ پھاڑ ڈالے بشرطیکہ تم اسے ذبح کر کے پاک کرلو۔ درندوں سے شکار

پکڑنے کی خدمت تو لی جائے گی یہ کھانے کے لیے حلال نہیں ہیں قرآن کریم کے مطابق یہ دو وجوہات سے حرام ہیں۔ پہلی یہ کہ گھاس خور نہیں ہیں اور دوسری یہ کہ نہ ان کے دومعدے ہیں اور نہ یہ جگالی کرتے ہیں۔ نیز شکاری پرندے باز اور شکرا وغیرہ سے بھی شکار کا کام تو لیا جائے گا کھانے کے لیے حرام ہیں کیونکہ نہ ان کے دو پوٹ ہیں اور نہ یہ قرآنی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن کریم نے :۔ احلت لکم بھیمة الانعام کے مختصر الفاظ میں کرہ ارض کے چوپایوں کی حلت وحرمت کا فیصلہ دیدیا ہے ۲۔ السلویٰ کے الفاظ فضائی اور ۳ لحماً ''طریاً'' کے الفاظ میں آبی جانوروں کی حلت وحرمت بیان کردی ہے۔

کرہ ارض پر بسنے والوں کو حلت وحرمت کی ضرورت ہوتی ہے اس کے برعکس دوسری کتب سے حلال وحرام کے فتوے حاصل کرنے والوں کا یہ حال ہے کہ ایک مکتب فکر کے ہاں بلی حلال ہے اور دوسرے کے ہاں حرام۔ ایک گروہ کے ہاں گدھا اور گھوڑا حلال ہیں اور دوسرے کے ہاں حرام ایک طرف طوطا حلال ہے اور ایک جانب حرام۔ فاعتبروا یا ولی الابصار ابھی چند دنوں کا واقعہ ہے کہ اخباروں میں ایک صاحب نے علماء سے سوال کیا تھا کہ میں نے اسلامی ممالک میں طوطا کھاتے دیکھا ہے لہذا اس مسئلہ کے متعلق تسلی کی جائے کہ اسلام میں طوطا حلال ہے یا حرام؟ اس کے ضمن میں ہماری گزارش یہ ہے کہ قرآن کریم کے سوا حلال وحرام کے مسائل میں کوئی تسلی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ حلال وحرام کے ضمن میں کرہ ارض کے مسلمانوں میں بہت سے جانوروں کے متعلق اختلافات موجود ہیں قرآن کریم کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر طوطے کے دو پوٹ ہیں تو حلال ہے ورنہ حرام دوسری کتب میں کوے کا بھی یہی حال ہے کہ بعض کے ہاں حلال ہے اور بعض کے ہاں حرام۔ مگر قرآن کے مطابق اس کی حلت وحرمت بھی دو پوٹوں کے امتیازی نشان پر موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بری، فضائی اور آبی ہر سہ قسم کے حلال جانوروں کے تمیزی نشانات کی وضاحت کردی ہے ناموں کی فہرست پیش نہیں کی کہ کتا، بلا اور طوطا کو احرام ہیں اور گائے بھینس، مرغ، کبوتر حلال ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان کررکھا ہے کہ ''حلت وحرمت کے سلسلے میں نام لے کر نہ کہا کرو یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے'' وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا

حــــرَامٌ (۱۱٦:۱٦) ''اپنی زبانوں کے گھڑے ہوئے جھوٹ کی بناپر یہ نہ کہو کہ فلاں شے حلال یا حرام ہے''
بلکہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے تمیزی نشانات کو حلت وحرمت کا معیار قرار دیا کرو۔

ایک اہم اور ٹھوس اصول:۔ حلت وحرمت کے مسئلہ پر اگر معمولی سا غور بھی کیا جائے تو عقل سلیم اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ پورے کرہ ارض کے بری، فضائی اور بحری جانوروں کی فہرستیں پیش کر کے یہ بتانا کہ فلاں نہیں بلکہ قطعاً ناممکن ہے لہذا عقل سلیم کا یہی تقاضا ہے کہ ان ہر سہ اقسام کے لیے ایسے تمیزی نشان بتادیئے جائیں کہ ان کی مدد سے کرہ ارض کا ہر شخص کرہ ارض کے ہر جانور کے متعلق بلاتردد حلال وحرام کی پہچان کر سکے چنانچہ اسی عقلی تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اللہ نے یہ فیصلہ دیا ہے۔

۱۔ چوپایوں میں سے جگالی کرنے والے یعنی دو معدوں والے جانور حلال اور باقی سب حرام ہیں۔

۲۔ پرندوں میں سے دو پوٹ والے جانور حلال اور باقی سب حرام ہیں۔

۳۔ آبی جانوروں میں سے صرف وہ مچھلی حلال ہے جس کے گلپھڑے پھٹے ہوئے ہوں اور ان میں دم مسفوح موجود نہ ہو باقی سب حرام۔

مسئلہ حلال وحرام کے متعلق مسلمانوں کے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ کرہ ارض کے تمام بری، فضائی اور آبی جانوروں میں سے صرف سور حرام ہے ان کو (۱۷۳:۲) کے الفاظ ذیل سے غلطی لگی ہے

انما حرم علیکم المیتة و الدم و لحم الخنزیر و ما اھل به لغیر الله سوائے اس کے نہیں ہے کہ تم پر حرام کیا گیا ہے مردہ، خون، لحم خنزیر اور جو غیر اللہ کی طرف سے منسوب کیا جائے۔

اس آیت کی مفسر آیت (۳:۵) میں ہے کہ یہ اشیاء حلال جانوروں کی ہیں جنہیں حرام ٹھہرایا گیا ہے لحم الخنزیر سے مراد حلال جانوروں کا غدود کا گوشت ہے ایسے مفکرین جو سور کے سوا ہر جاندار کو حلال قرار دیتے ہیں ان کے متعلق صرف اتنا ہی عرض کرنا کافی ہے کہ کتا، بلا، مکھی، مچھر، سانپ، بچھو، گوہ، کرلا، اور چھپکلی وغیرہ کو حلال قرار دینے والے اس علمی تحقیق کا بغور مطالعہ کریں۔

(۲) مائعات

مادہ کی دوسری قسم مائع ہے مائع جو سیال اشیاء کو کہا جاتا ہے کچھ مائعات پینے کے کام آتے ہیں مثلاً

Marfat.com

دودھ، چھاچھ، چائے، عرق، شربت، شہد، سوڈا وغیرہ مشروبات ہیں ہر قسم کے بیجوں کے تیل اور روغن غذائی حصے ہیں اور ہر قسم کے معدنی تیل اور تیزاب وغیرہ غذا نہیں بلکہ جلانے کے، مشینوں کے چلانے اور کئی قسم کی کیمیائی ضرورتوں کے کام آتے ہیں۔

پانی:۔ قرآن کریم نے جہاں کلوا کے الفاظ میں طیبات کے کھانے کی اجازت دی ہے وہاں واشربوا کے لفظوں میں پینے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی ہے مشروبات میں افضل ترین اللہ کی نعمت پانی ہے پانی وہ شے ہے کہ زندگی بھی اسی سے پیدا ہوئی تھی۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ (۲۱:۳۰) اور زندگی قائم بھی اسی کے ساتھ رہتی ہے پانی کے بغیر کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا یہی وجہ ہے کہ رب العلمین نے زمین کے اوپر اور اسکے اندر ہر جگہ پانی کی نہریں جاری کر رکھی ہیں کرہ ارض پر آپ جہاں بھی زمین کھودیں آپ کو اپنے پاؤں کے نیچے ضرور تازہ اور مصفی پانی میسر آئے گا الگ بات ہے کہ یہ نعمت عظمی کہیں پندرہ بیس فٹ مٹی کھودنے کے بعد مل جاتی ہے اور کہیں سو پچاس فٹ کی گہرائی پر جا کر میسر آتی ہے اس کے علاوہ زمین کی سطح کے اوپر بھی پانی کے دریا بہا دیئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ آسمان سے وقتاً فوقتاً آب مقطر نازل کرتا رہتا ہے۔

پانی انسانی زندگی کے لیے جس قدر ضروری اور اہم ہے اسی قدر کرہ ارض پر اس کی وافرانی کے سامان بھی مہیا کر دیئے گئے ہیں کرہ ارض پر خشکی اور پانی کی موجودگی کی نسبت بھی آپ کے سامنے ہے کہ تین حصے پانی اور ایک حصہ خشکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی قرآن میں ان تمام اشیاء کو حرام کر دیا ہے جو مضر صحت ہیں بلکہ یہاں تک احتیاط رکھی گئی ہے کہ حلال جانوروں کی ان صورتوں اور ان کے اجزاء کو بھی حرام کر دیا ہے جن میں صحت کو خراب کرنے والے عنصر موجود ہیں جیسا کہ بھیمتہ الانعام کے مردہ، خون اور غدود کا گوشت وغیرہ کی ایک لمبی تفصیل انسانی صحت ہی کے اہتمام کی ایک کڑی ہے۔

اب جس طرح جانوروں کی کچھ صورتیں حرام ہیں یہی حال پانی کا ہے یعنی اس کی بھی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ یہ بھی حرام ہو جاتا ہے آپ دیکھتے ہیں کہ سمندروں، دریاؤں، جوہڑوں، آباد یا غیر آباد کنوؤں، پمپوں اور ٹیوب ویلوں سب کا پانی ایک جیسا نہیں ہے کہیں اس کا رنگ خراب ہے اور

Marfat.com

کہیں ذائقہ اور اسی طرح کہیں اس میں سے بو آرہی ہوتی ہے اور کہیں یہ ان تینوں خرابیوں سے پاک اور مبرا ہوتا ہے اب ان مشاہدات پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پمپ اور ٹیوب ویل کا صاف پانی بھی پاک ہے اور جوہڑ کا بدبودار پانی بھی پاک ہے؟ نیز کیا ٹیوب ویل کا بے عیب پانی بھی حلال ہے اور بے آباد کنوئیں کا بدرنگ و بدذائقہ پانی بھی حلال ہے؟

قرآن نے ان تمام سوالوں اور الجھنوں کا جواب ذیل کی ایک ہی آیت میں دے دیا ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ (۱۶:۱۰) ''اللہ ہی وہ عظیم الشان ذات ہے جو تمہارے لیے آسمان سے پانی نازل کرتا ہے اس میں سے تمہارے پینے کا سامان ہے۔

قرآن کریم کے فیصلے کے مطابق پینے کا یعنی حلال اور پاک وطیب پانی وہ ہے جو بارش کی صورت میں آسمان سے برستا ہے بارش کا پانی آب مقطر ہے جو خود ذائقہ، خود رنگ اور بے بو ہوتا ہے اور یاد رہے کہ ان تینوں اشیاء رنگ، بو، اور ذائقہ کے امتحان کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کے چہرے پر تین آلے فٹ کر دیے ہیں یعنی آنکھ، ناک اور زبان۔

آنکھ پانی کا رنگ پہچانتی ہے، ناک بو بتاتی ہے اور زبان اس کے ذائقہ کی اطلاع دیتی ہے اب پانی کی حلت وحرمت کا فیصلہ آپ کے سامنے ہے کہ جو پانی، آنکھ، ناک اور زبان کے امتحان میں پاس ہو جائے وہ حلال ہے اور جو فیل ہو جائے وہ حرام ہے اگر پانی کا رنگ بدلا ہوا ہے مثلاً جوہڑوں اور غیر آباد کنوؤں وغیرہ کا پانی تو وہ پینے کے لیے حلال نہیں اور اگر پانی سے بو آرہی ہو مثلاً موریوں بدرروں کا پانی اور پیشاب وغیرہ یہ سب پانی حرام ہیں اور اسی طرح اگر پانی کا ذائقہ بدلا ہوا ہو مثلاً ...ند کنوئیں کا پانی تو وہ بھی حرام ہے غذائی صورتوں کے لیے حلال نہیں کھیتوں کے لیے مفید ہے۔

پانی جو خود ذائقہ، خود رنگ اور بے بو ہو وہ حلال بھی ہے اور پاک بھی ہے لیکن اگر کھڑے پانی میں ایک قطرہ گندی نالی کے پانی کا گر پڑے تو وہ سارا ناپاک ہو جائے گا اسے پینے اور غذائی ضروریات میں استعمال نہیں کرنا چاہیے ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (۲:۲۲۲) ''اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں اور پاکیزگی کے خواہشمندوں کو پسند کرتا ہے''

دودھ:۔ عام مشروبات میں سے دودھ مائع ہے جو اللہ تعالیٰ کی تصرفاتی مشینوں میں تیار ہوتا ہے

حلال جانوروں کا دودھ حلال اور حلال دودھ کی مصنوعات کھویا، دہی، چھاچھ، بالائی، مکھن، اور گھی وغیرہ سب حلال ہیں گائے، بھینسیں اور بھیڑ بکریاں دودھ کی مشینیں ہیں۔ ﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ﴾ (۶۶:۱۶) ''اور بے شک چوپایوں میں تمہارے لیے عبرت کا نشان ہے ہم ان کے پیٹوں میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے خوشگوار اور خوشذائقہ ہے''

اس آیت سے یہ غلطی نہیں لگنی چاہیے کہ یہاں چونکہ الانعام کا لفظ آیا ہے اس لیے حرام چوپایوں کا دودھ بھی حرام ہے واضح رہے کہ جو چوپائے جگالی نہیں کرتے وہ مطلقاً حرام ہیں غذائی ضروریات کے لحاظ سے ان کی ہر شے حرام ہے نیز واضح رہے کہ اس آیت میں گوبر او خون کو ایک فہرست میں شامل کیا گیا ہے اس لیے ثابت ہوا کہ حلال جانوروں کے خون ان کا گوبر اور موت بھی حرام ہے۔

شہد:۔ جس طرح دودھ بھی تصرف الٰہی سے تیار ہوتا ہے اسی طرح شہد بھی شہد کی مکھیاں تیار کرتی ہیں اور تصرف الٰہی بنایا ہوا یہ مشروب بھی دودھ کی طرح حلال ہے۔

﴿وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ. ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

(۶۸:۱۶۔۶۹) ''تیرے رب نے شہد کی مکھی کی جبلت میں یہ تعلیم رکھ دی ہے کہ تو پہاڑوں، درختوں اور چھجوں میں گھر بنا پھر تو ہر قسم کے میووں سے کھایا کر۔ پھر تو پوری فرمانبرداری کیساتھ اپنے رب کی راہوں پر چلتی رہ۔ اسکے پیٹوں سے پینے کی شے نکلتی ہے جو مختلف رنگوں کی ہوتی ہے اس میں نوع انسان کے لیے (بدنی بیماریوں کی) شفا ہے بیشک شہد کی تیاری میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے عبرت کا ایک نشان موجود ہے''

عام مشروبات: یاد رہے کہ عام مشروبات عرق شربت، چھاچھ، سوڈا وغیرہ پانی ہی سے تیار ہوتے ہیں پانی کی حلت کے تین سابقہ نشان میں بیان کیا جاچکا ہے کہ نہ اس کا رنگ بدلا ہوا ہو اور نہ ذائقہ اور نہ

Marfat.com

اس میں سے بو آتی ہو فلہٰذا عام مشروبات میں یہی نظریہ بنیادی اصول قرار پائیگا کہ نہ کسی مشروب کا رنگ اس کے حقیقی رنگ سے متغیر ہو نہ وہ بد ذائقہ ہو اور نہ اس میں سے کسی قسم کی بو آتی ہو، عرق شربت، چھاچھ، سوڈا وغیرہ مشروبات باسی اور پرانے ہو جائیں تو ان کے رنگ بھی بدل جاتے ہیں ذائقہ بھی خراب ہو جاتا ہے اور بالآخر ان میں بدبو بھی پیدا ہو جاتی ہے ایسے مشروبات حلال بھی نہیں اور وہ صحت کو بھی خراب کرتے ہیں یاد رکھئے گا کہ قرآن کریم کے پیش کردہ حلت وحرمت کے مسئلہ کی بنیاد ہی حفظان صحت کے اصول پر قائم ہے قرآن کریم کی حرام کردہ تمام اشیاء صحت کے لیے مضر ہیں۔

انڈے کی حلت وحرمت کا مسئلہ: ۔حلال جانوروں کا دودھ حلال اور گوبر، موت حرام ہے اس سے آگے اب یہ سوال ہے کہ حلال پرندوں کے انڈے حلال ہیں یا حرام؟ بدقسمتی سے مسلمانوں میں جہاں بے شمار مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے وہاں انڈے کے متعلق بھی بعض انسان یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ حلال جانوروں کے انڈے بھی حرام ہیں انڈے کے اندر چونکہ سیال شے پائی جاتی ہے اس لیے ہم نے اس کی بحث کو مائعات ہی کے باب میں داخل کیا ہے سابقہ صفحات میں آپ حلت وحرمت کے ضمن میں دیکھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں ہر مقام پر کچھ نہ کچھ نشان بیان کر دیئے ہیں۔ مثلاً

۱۔گھاس خور چوپایوں میں سے وہ حلال ہیں جو جگالی کرنے والے ہیں۔

۲۔پرندوں میں سے وہ پرندے حلال ہیں جن کے دو پوٹ ہوں۔

۳۔پانی کے جانوروں میں سے صرف وہ مچھلی حلال ہے جس میں رگوں کا خون موجود نہ ہو۔

۴۔مشروبات کی حلت وحرمت کا تمیزی نشان یہ بتایا گیا ہے کہ نہ ان کا رنگ بدلا ہوا ہو اور نہ ذائقہ اور نہ ان میں بدبو پیدا ہو چکی ہو۔

اب چونکہ انڈا ایک ایسی شے ہے کہ اسکے خول میں ایک سیال بند ہے اس لیے ظاہر ہے کہ اس سیال پر بھی سیال ہی کی قرآنی حد عائد ہوگی اور وہ یہ ہے کہ انڈا اس وقت حرام ٹھہرے گا جب اس کے سیال مادے کا رنگ یا ذائقہ بدل چکا ہو اور یا اس میں بدبو پیدا ہو چکی ہو یہ ہیں خراب انڈے کے نشانات، موسم گرما میں زیادہ دیر پڑے رہنے سے انڈے میں مذکورہ بالا خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں یعنی

Marfat.com

اس کے سیال کا رنگ بھی بدل جاتا ہے ذائقہ بھی ٹھیک نہیں رہتا اور اس میں بھی بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس صورت کے سوا انڈا کبھی حرام نہیں ٹھہر سکتا۔

﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ...ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ....وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ.... قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (۶: ۱۴۲ . ۱۴۳) " اور گھاس خور چوپایوں میں سے کچھ (قد آور) بوجھ اٹھانے والے پیدا کیے اور کچھ پست قد زمین سے لگے ہوئے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں (گھاس خور چوپائے) عطا کیے ہیں آٹھ قسمیں کھاؤ بھیڑ نر مادہ کی قسم اور بکری نر مادہ کی قسم، اے رسول ﷺ! ان سے پوچھئے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دو مذکروں کو حرام ٹھہرایا ہے یا ان دو مونثوں کو حرام کیا ہے یا اس شے کو حرام کیا ہے جو ان دونوں مونثوں کے پیٹ اٹھاتے ہیں"

آٹھ قسموں میں سے چار نر مادہ تو یہ ہوئیں اور باقی چار کے متعلق ارشاد فرمایا۔

﴿وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عليهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (۶: ۱۴۴) "اور کھاؤ اونٹ نر مادہ کی قسم اور گائے نر مادہ کی قسم اے رسول ﷺ! ان سے پوچھئے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دو مذکروں کو حرام ٹھہرایا ہے یا ان دونوں مونثوں کو حرام کیا ہے اور یا اس شے کو حرام کیا ہے جو ان دونوں مونثوں کے پیٹ اٹھاتے ہیں"

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے حلال جانوروں کے پیٹوں کے بچوں کی حلت کا استفہام کے حصر یہ انداز میں اعلان کیا ہے بس ظاہر ہے کہ حلال جانوروں کے پیٹ کے بچے بھی حلال ہیں بالفاظ دیگر مذکورہ بالا آیت مجیدہ میں اس امر کا اعلان کر دیا گیا ہے کہ حلال جانوروں کے جو بچے ہنوز کم عمر بھی ہوں وہ بھی حلال ہیں اور ان کے کھانے کی اجازت بھی ہے کیونکہ اس مفہوم کے سوا اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین کے اعلان کا اور کوئی مقصد ثابت نہیں ہوتا اگر حلال جانوروں کے کم عمر بچوں کا کھانا حرام ہوتا تو انہیں جوان کر کے ہی کھانے کی اجازت ہوتی تو وہ تو الذکرین حرم ام الانثیین کے الفاظ میں ہو چکی تھی اس کے بعد اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین کے الفاظ آئے ہی اس امر کی وضاحت کے لیے ہیں کہ حلال جانور ہر حالت میں حلال ہیں خواہ وہ بوڑھے ہوں یا جوان اور خواہ وہ ابھی بچے ہی

Marfat.com

کیوں نہ ہوں۔

قرآن کریم کی رو سے جس طرح چوپایوں کے بچے حلال ہیں اسی طرح تدبر فی القرآن کی رو سے حلال پرندوں کے بچے بھی حلال ہیں چوپایون کے بچوں سے متعلقہ قرآنی الفاظ کی طرف ان کی حلت کے اعلان میں اما اشتملت علیه ارحام الانثیین سے ظاہر ہے کہ قرآنی شہادت کے مطابق وہ شے یقیناً حلال ہے جو مونث کے رحم کے اندر موجود ہے اب آپ دیکھتے ہیں کہ چارپایوں کی موشوں کے پیٹوں میں بچے تیار ہوتے ہیں اور پرندوں کی موشوں کے پیٹوں میں انڈے تیار ہوتے ہیں فلہذا جس طرح چارپایوں کی موشوں کے پیٹ کے بچے قرآن کریم کی رو سے حلال ہیں اسی طرح پرندوں کی موشوں کے پیٹوں کے انڈے بھی حلال ہیں انڈے کو حرام بتانے والے دوستوں کو اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

چند اعتراضات کے جوابات

پہلا اعتراض معہ جواب:۔ انڈے کی حرمت کی دلیل کے حق میں جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات یہ ہیں۔

پہلے نمبر پر کہا جاتا ہے کہ انڈا نہ بچہ ہے اور نہ اسے ذبح کیا جا سکتا ہے فلہذا انڈا حرام ہے کیونکہ اسے ذبح نہیں کیا جا سکتا جواباً عرض ہے کہ انڈا چونکہ ابھی بچے کی سٹیج پر نہیں پایا ہوتا اور نہ ابھی اس میں رگوں کا خون بنا ہوتا ہے اس لیے اسے ذبح کرنے کی ضرورت ہی نہیں اور اسکی حلت کی قرآنی دلیل امـــــا اشتملت علیه ارحام الانثیین سے عیاں ہے جس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے ماعموم کے ساتھ فرما دیا ہے اور یہ شے بھی عیاں ہے کہ جب ماعموم کے ساتھ موشوں کے ارحام کے اشتملات کو قیاس کیا جائے تو جس طرح حلال چارپایہ موشوں کے رحم کے بچے قرآن کریم کی رو سے حلال ہیں اسی طرح وہ شے بھی حلال ہے جس پر حلال پرندوں کی موشوں کے رحم مشتمل ہیں اور وہ ہے انڈا کیونکہ پرندہ موشوں کے پیٹوں سے بچے نہیں بلکہ انڈا پیدا ہوتے ہیں جن کی حلت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے اما اشتملت ارحام الانثیین کے الفاظ میں اما، ان کے ماعموم کیساتھ کر رکھا ہے۔

Marfat.com

دوسرا اعتراض اور جواب:۔ دوسرے نمبر پر کہا جاتا ہے کہ انڈا مردہ ہے اس لیے حرام ہے جواباً عرض ہے کہ انڈا مردہ نہیں اس میں بالقوت زندگی موجود ہے یعنی اس میں زندہ چوزہ بننے کی قوت وصلاحیت موجود ہے اس کی یہ زندگی اس وقت ختم ہوتی ہے جب وہ گندہ ہو جائے فلہٰذا گندہ انڈا بھی مردہ ہے اور حرام بھی ہے مگر تازہ انڈا جس میں چوزہ بننے کی صلاحیت موجود ہے نہ وہ مردہ ہے اور نہ حرام ہے۔

تیسرا اعتراض اور جواب:۔ تیسرے نمبر پر کہا جاتا ہے کہ انڈے کے اندر جو سیال مادہ ہوتا ہے اس سے چوزے کا گوشت، پر، پونچے اور خون بنتا ہے لیکن اب چونکہ خون حرام ہے اور انڈے کے اندر وہ شے موجود ہے جس سے خون بنتا ہے اس لیے انڈا حرام ہے جواباً عرض ہے کہ اس کے ضمن میں صرف اتنی سی وضاحت کافی ہے اللہ تعالیٰ نے خون کو حرام کہا ہے مگر ان اشیاء پر حرمت کا فتویٰ ہرگز نہیں لگایا جن سے خون بنتا ہے۔

دیکھئے یہ امر کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ جانور جو خوراک کھاتے ہیں اس سے ان کا خون بنتا ہے آپ اپنی بھینس کو جتنا زیادہ مناسب مقدار میں دانہ اور چارہ کھلائیں گے وہ اتنی موٹی ہوتی چلی جائے گی اس کے جسم میں گوشت اور خون کی فراوانی ہوگی تو گویا اس سے یہ ثابت ہوا کہ چارے اور دانے سے خون اور گوشت بنتا ہے حکیم ڈاکٹروں سے یہ امر مخفی نہیں کہ خوراک کے جوہر سے پہلے خون اور پھر گوشت تیار ہوتا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ چارہ اور دانہ جس سے خون بنتا ہے کیا وہ حرام ہے؟

خون خون کی حالت میں حرام ہے جب وہ خون بننے سے پہلے دانہ اور چارہ ہوتا ہے اور خون بننے کے بعد اس کا جو حصہ گوشت بن جاتا ہے وہ بھی حلال ہے یعنی ایک ہی شے خون بننے سے پہلے بھی حلال ہے اور خون بننے کے بعد بھی حلال ہے تو ثابت ہوا کہ حرام کا فتویٰ اس وقت تک کے لیے ہے جب وہ خون ہو تو اسی طرح انڈے کے سیال مادے میں اگرچہ وہ شے موجود ہے جس سے چوزے کا خون بنتا ہے لیکن یاد رہے کہ خون بننے سے پہلے وہ اسی طرح حلال ہے جس طرح خون بننے سے پہلے چارہ اور دانہ حلال ہے فلہٰذا معترض حضرات کا یہ اعتراض بھی محض اعتراض برائے اعتراض ہے جو نہ مشاہدات کے مطابق ہے اور نہ اپنے اندر کوئی وزن رکھتا ہے اور احقیقت حال یہ ہے کہ انڈا قرآن کریم کی آیت اما اشتملت ارحام الانثیین کے مطابق بالکل حلال ہے حرام ہرگز نہیں۔

چوتھا اعتراض:۔ چوتھے نمبر پر کہا جاتا ہے کہ انڈا ایک غلیظ شے ہے اس کے سیال مادے میں ایک قسم کی بدبو ہے اس لیے حرام ہے جواباً عرض ہے کہ یہ اعتراض بھی بالکل بے بنیاد ہے انڈے کے سیال مادے میں مطلقاً بدبو نہیں ہے البتہ اس میں سے مختلف نہایت خفیف صورت میں بدبو آتی ہے جو مرغ کے گوشت میں ہوتی ہے اسے بدبو کہنا بہت بڑی نادانی ہے غذائی اشیاء میں سے ہر شے کی بو اپنی اپنی ہوتی ہے جو آگ پر پکانے سے مطلقاً زائل ہو جاتی ہے مثلاً لہسن ہے پیاز ہے معمولی گوشت ہے ہر شے کی اپنی اپنی الگ الگ بو ہے اگر اس اپنی اپنی بو کی بدولت اشیاء کو حرام ٹھہرایا جائے تو مولی پیاز لہسن کے علاوہ ہر قسم کا گوشت بھی حرام ٹھہرے گا یاد رہے کہ پانی کی حلت کے ضمن میں جو عدم بو کی قید لگی ہوئی ہے وہ اس لیے ہے کہ صحیح پانی بذاتہ مطلقاً بے بو ہوتا ہے پانی میں جب بھی بو پیدا ہو گی تو گندے ماحول کی بدولت سے پیدا ہو گی اور وہ اپنی قدرتی حالت پر نہیں رہے گا اور قدرتی حالت پر نہ رہنا ہی کسی حلال اشیاء کے حرام ٹھہرنے کی وجوہات میں سے ایک وجہ ہے۔

آپ پیاز ہی کو لیجئے! اس میں سے ایک بھینی بھینی بو آتی ہے جسے بدبو ہرگز نہیں کہا جا سکتا لیکن جب پیاز گندے ماحول کی بدولت خراب ہو جائے تو آپ دیکھتے ہیں کہ پھر اس میں سے بو نہیں بلکہ بدبو آنے لگتی ہے اور وہ حرام ہو جاتا ہے آم، انار وغیرہ کسی نفیس سے نفیس پھل ہی کو لے لیجئے! جب وہ گندے ماحول کی بدولت گندہ ہو جاتا ہے تو اس میں سے بدبو آنے لگتی ہے معترض حضرات کو اپنے اعتراض پر نظر ثانی کرنی چاہیے کیونکہ انڈے کے سیال مادے میں بدبو ہرگز نہیں ہے بلکہ اس میں وہی بھینی بھینی خوشبو ہے جو مرغ کے گوشت کے اندر ہے پس جب کہ اس بو کی موجودگی میں مرغ کا گوشت حلال ہے تو انڈا بھی بدرجہ اولیٰ حلال ٹھہرا حرام ہرگز نہیں ہے۔

پانچواں اعتراض:۔ پانچویں نمبر پر کہا جاتا ہے کہ انڈے کھانا تبذیر (فضول خرچی) میں داخل ہے اگر اس سے بچہ نکالا جائے تو وہ پورا مرغ بن سکتا ہے مرغی بنے تو مزید کئی بچے پیدا کر سکتی ہے جواباً عرض ہے کہ اعتراض انڈے پر وارد کیا گیا ہے کہ اگر بچہ نکلوایا جاتا تو پورا مرغ بنتا یہی اعتراض چوزہ کھانے پر وارد ہوتا ہے کہ اگر اسے بڑا ہونے دیا جاتا تو پورا مرغ بن جاتا اگر مرغ بنتا تو سینکڑوں بچے پیدا کرنے کا موجب ہوتا معترض حضرات کا یہ اعتراض بھی بالکل بودا اور بے وزن ہے اس اعتراض کی رو

سے اگر انڈا کھانا حرام ہے تو چوزہ کھانا بھی حرام ثابت ہوتا ہے۔

برادران عزیز! اس وقت جو مسئلہ زیر بحث ہے وہ ہے حلت و حرمت کا دور اندیشی اور کوتاہ اندیشی کا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا حلال جانوروں کے کم عمر بچے حلال ہیں یا حرام ہیں یہ سوال اپنے مقام پر ہے کہ حلال چوپایوں کے کم عمر بچوں کو کیوں ذبح کیا جائے کیوں نہ بچھڑے کو پورا بیل اور بچھڑی کو گائے بننے دیا جائے۔

ہر مسئلہ اپنے وقت کے لیے ہے ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں مہمان آئے تو قرآن کہتا ہے کہ انہوں نے تلا ہوا بچھڑا ان کے سامنے پیش کیا فراغ الیٰ اهله فجاء بعجل سمين (۵۱:۲۶)" ابراہیم چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور ایک تلا ہوا بچھڑا لے کر آئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے بچھڑے کو کیوں پورا بیل نہ بننے دیا؟ جواب صاف ہے کہ ضرورت کے مطابق چونکہ حلال جانوروں کے بچے بھی حلال ہیں اس لیے وہ ضرورت کے مطابق ذبح کیے جاسکتے ہیں حتیٰ کہ اما اشتملت ارحام الانثیین کے قرآنی فیصلے کے مطابق رحم سے پیدا چوپائے کی مونث کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتے ہی حلال ہوتا ہے اسی طرح حلال پرندوں کی موشوں کے پیٹوں سے انڈے پیدا ہوتے ہیں حلال ہوتا ہے اور کم عمر بچھڑوں بھیڑ بکری کے چھوٹے بچوں، مرغی کے چوزوں اور انڈوں کے کھانے میں دور اندیشی کا مسئلہ ایک الگ مسئلہ ہے کسی شے کے حلال ثابت ہونے سے مسلمانوں پر یہ امر لازم نہیں ہو جاتا کہ وہ ضرور اس شے کو روزانہ کھایا کریں۔

کسی حلال شے کا کھانا یا نہ کھانا افراد اور معاشرے کے اپنے حالات پر منحصر ہے گائے کا گوشت حلال ہے لیکن اسلام یہ قید کب لگاتا ہے کہ آپ ضرور ضرور گائے کا گوشت ہی کھائیں گائے اور بھیڑ بکری حلال ہے مگر گورنمنٹ پاکستان معاشرہ کے حالات کے مطابق ان حلال جانوروں کا گوشت ہفتے میں دو دن کے لیے کھانے سے ان جانوروں کی حلت کا مسئلہ ہرگز متاثر نہیں ہوتا۔ صرف معاشرے کی حالت کے مطابق جب حکومت نے دیکھا کہ دودھ دینے والے جانور گائے بھینس چھری کے گھاٹ اتر کر ختم ہوتی چلی جارہی ہیں اور ممکن ہے کہ گوشت خوری پر پابندی لگا دے گی اور اس طرح معاشرے کے حالات کے مطابق یہ حکم واپس بھی لیا جاسکتا ہے اسی طرح مرغی اور انڈے جس رفتار

Marfat.com

سے کھائے جارہے ہیں اس لیے دور اندیشی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا کہ انڈے چوزے اور مرغیاں نہ کھائی جائیں ہاں اس کے برعکس اگر معاشرہ کی حالت یہ ہو کہ مرغ اور مرغیاں کہیں دکھائی نہ دیں تو خود بخود یہ سوال سامنے آجائے گا کہ انڈے اور چوزے کھانے بند کردینے چاہئیں۔

المختصر! یہ مسئلے معاشرہ کے وقتی مسائل ہیں۔ جنہیں حلت وحرمت کے بنیادی نظریئے کے ساتھ مطلقاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ انڈے کی حلت کا مسئلہ قرآن نے واما اشتملت علیه ارحام الانثیین کے الفاظ میں حل کردیا ہوا ہے جس کی رو سے کم عمر بچھڑا، بھیڑ بکری کا کم عمر بچہ پرندوں کا چوزہ اور انڈا سب حلال ہیں۔

نوٹ:۔ انڈے کے متعلق مندرجہ بالا اعتراضات کے علاوہ اور بھی کچھ اعتراضات ہیں لیکن چونکہ وہ اخلاق سے گرے ہوئے ہیں اس لیے ہم ان سے صرف نظر کرنے پر مجبور ہیں۔ اشارۃً عرض خدمت ہے کہ کہا جاتا ہے کہ انڈا جنسیات کا محرک ہے افسوس ہے کہ حضرات کو یاد نہیں رہتا کہ جوزہ اس سے زیادہ محرک ہے اگر اس وجہ سے انڈے کو حرام مانا جائے تو مرغ بھی حرام ٹھہریگا اور اس کے ساتھ ساتھ مچھلی تیتر بٹیر وغیرہ بدرجہ اولیٰ حرام ٹھہریں گے۔

۳۔ گیس

مادہ کی تیسری حالت گیس ہے۔ ہوا گیسوں کا مجموعہ ہے آکسیجن ۲۱ فی صد اور نائٹروجن ۷۸ فی صد اور ایک فی صد دوسری گیسیں اور آبی بخارات ہیں ہوا زندگی کے لیے انتہائی ضروری آمیزہ ہے۔ ہوا کی حلت وحرمت کے سلسلہ میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ صاف ستھری ہوا کا سانس کے ذریعے اندر لے جانا حلال ہے اور ہوا جس میں آکسیجن کی مقدار کم اور دوسری گیسوں کی مقدار زیادہ ہو جائے تو صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ لہذا ایسی ہوا میں جان بوجھ کر سانس لینا حرام ہے اشیاء کے جلنے سڑنے سے جو گیسیں پیدا ہوتی ہیں اور دوسری زہریلی گیسوں سے بچنا ضروری ہے سگریٹ، تمباکو، حقہ وغیرہ کو جلا کر ان کا دھواں اندر لے جانا تجربات سے ظاہر ہو چکا ہے کہ مضر ہے۔ لہذا حرام ہے جو انسان سگریٹ،

Marfat.com

حقہ یا تمبا کو کسی بھی صورت میں جلا کر اپنے اندر دھواں بھیجتے ہیں وہ قرآن کی متعدد آیات کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔(۲:۱۹۵)(۷:۳۱)(۷:۱۵۱)(۱۷:۲۶)

(۲۰:۵۳۔۵۴) کے مطابق انعام کا معنی گھاس خور چوپائے ہے نیز (۵:۱)اور(۶:۱۴۲۔۱۴۴) کے مطابق بہیمہ کا معنی ہے جگالی کرنے والے۔انعام کے متعلق ایک غلطی کی وضاحت لازمی ہے جو علماء روایات کو(۲۲:۳۰) احلت لکم الانعام کے لفظ سے لگی ہے کہ تمہارے لیے گھاس خور چوپایہ حلال کیا گیا ہے واضح رہے کہ یہاں بہیمہ کا لفظ محذوف ہے جو اسی آیت کے ماقبل اور مابعد دو مرتبہ مذکور و موجود ہے اس سے ماقبل (۲۲:۲۸) میں آیا ہے۔ **ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقھم من بھیمة الا نعام** اور چاہیے کہ حج کے معلوم دنوں میں بہیمۃ الانعام (جگالی کرنے والے چوپایوں) میں سے جو اللہ نے عطاء کئے ہیں اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کریں اور محولہ آیت کے مابعد (۲۲:۳۴) میں آیا ہے **یذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمة الا نعام** تا کہ اللہ کے دیئے ہوئے بہیمۃ الانعام میں سے اللہ کے نام کے ساتھ؟ ذبح کریں دیکھیے! **احل لکم الا نعام** (۲۲:۲۰) سے قبل (۲۲:۲۸) اور اس کے بعد (۲۲:۳۴) کی دو آیات آپ کے سامنے ہیں دونوں کا حکم واحد ہے۔گھاس خور جگالی کرنے والے چوپاؤں کے ذبح کرنے کا ۔پس بدرجہ اتم ثابت ہوا کہ احلت لکم الانعام میں لفظ بہیمہ محذوف ہے۔

(ماخوذ، مسئلہ حلال وحرام)

☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆٪☆

Marfat.com

نام مجلّہ　　اسلامائزیشن

مدیرِاعلیٰ　　ظفر اقبال خان

پتہ　　فاروق نگر حویلی بہادر شاہ جھنگ

اشاعت خاص　　توحید نمبر 4,3,2,1

قیمت　　توحید نمبر اول ۵۰ روپے دوم ۱۰۰ روپے سوم ۱۰۰ چہارم ۲۵۰

تبصرہ نگار　　پروفیسر عبدالقدیر سلیم

سہ ماہی اسلامائزیشن مدیرِاعلیٰ ظفر اقبال خاں اور مدیر معاون محمد طارق نعیم اسدی کی کاوشوں سے شائع ہونے والا اپنی نوعیت کا ایک منفرد جریدہ ہے۔ جس کا ہر شمارہ اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے مرتبین کے نزدیک ''عصر حاضر میں ملت اسلامیہ کا کوئی ایسا گوشہ باقی نہیں رہا جسے عجمیت نے متاثر نہ کیا (۱:۲) کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے اصل مفہوم میں عجمی تشریحات اور تاویلات سے اسلام کے چشمہ صافی میں طرح طرح کے شرک شامل ہو گئے ہیں جنہیں اس سے علیحدہ کرنا توحید کے اثبات کے لیے ضروری ہے یہ چاروں شمارے اسی سعی کا ایک بھرپور اور پرجوش اظہار ہیں۔

پہلے شمارے میں ظفر اقبال خاں نے ''مقام توحید کی اسلامی تعبیر'' کے عنوان سے گویا اس پورے منصوبے کا تعارف کرایا ہے پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خاکوانی نے ''کلمہ طیبہ میں لفظ الٰہ کا عام فہم معنی '' کے عنوان کے تحت قرآن و حدیث میں الٰہ کی اصطلاح کی تشریح کی ہے وہ ذات جس کا حکم مانا جائے، حکومت میں، عدالتی معاملات میں، حصول رزق اور معاشی امور نیز تمام معاشرتی اور سماجی دائروں میں۔ محمد سعود کا مضمون اسلام میں توحید اور عبادت کے تصور پر ہے۔

مجلّے کی دوسری جلد کا عنوان ہی ''مقام توحید کی عجمی تعبیر'' ہے۔ یہ پورا شمارہ ہی ظفر اقبال خاں کا تحریر کردہ ہے جس میں انہوں نے بنیادی طور پر صوفیاء وجودیہ کے قافلہ سالار ہسپانوی مفکر ابن عربی پر تنقید کی ہے ان کا کہنا ہے کہ بعد کے سارے مسلم فلاسفر اور صوفیاء نے ''وحدۃ الوجود'' ہی کو توحید کی اصل تشریح سمجھا ہے لیکن یہ نظریہ ابن عربی سے کہیں زیادہ قدیم ہے انہوں نے بڑی تفصیل سے قدیم ہندومت، بدھ مت، جین مت، سکھ مت، نیز یہودیت اور عیسائیت میں ''توحید'' (بمعنی شرک) کے

Marfat.com

شواہد پیش کیے ہیں ان کے خیال میں مسلم فلاسفہ میں ''توحید'' وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی اصطلاحوں کے ذریعے داخل ہوئی اور سبھی صوفیاء اس کمند کے اسیر ہو گئے ان میں دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث کے مسالک کی کوئی قید نہیں مجدد الف ثانی نے اگر چہ ابن عربی کی اس'' توحید'' (وحدت الوجود) پرسخت تنقید کی مگر'' وحدۃ الوجود'' اور'' وحدۃ الشہود'' کے درمیان صرف لفظی فرق ہے (۲:۱۱) وہ سرسید، محمد اقبال اور دوسرے روایتی عصری علماء کو بھی اسی فکری مرض میں مبتلا پاتے ہیں ان کا خیال ہے کہ'' خطبات مدراس'' ☆ میں اقبال نے واشگاف انداز میں سریان اور اللہ تعالیٰ کی ذات ساری کائنات میں جاری وساری ہے کی حمایت کی ہے اقبال اور ابن عربی کی الٰہیات میں کسی قسم کا فرق نہیں'' (۲:۲۱۷)

یوں محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مصنف اپنے نقطہ نظر کو ثابت کرنے کے جوش میں یہ بات فراموش کر دیتے ہیں کہ ہر صاحب فکر اپنی سوچ میں مختلف ادوار سے گزرتا ہے شیخ مجدد خود اعتراف کرتے ہیں کہ ان کا مسلک ابتداء'' وجودی'' تھا مگر وہ جلد ہی اس تنگ کوچے سے نکل آئے ایک مخصوص مرحلے پر مسالک کو یہ'' محسوس'' ہوتا ہے گویا سارا وجود ایک ہی ہے اور خالق ومخلوق میں کوئی دوئی نہیں مگر یہ حقیقت نہیں ہے، محض ایک'' شہود'' ☆ ہے دراصل خالق خالق ہے اور مخلوق مخلوق دونوں میں اس کے علاوہ کوئی اور رشتہ نہیں۔ اقبال کی فکر کے بھی کئی درجات اور مرحلے ہیں کبھی وہ ہندوستان کو'' سارے جہاں سے اچھا'' اور خود کو اس گلستان کی بلبلوں میں شمار کرتے تھے اور پھر وہ'' مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا'' کے مدعی ہوئے اگر ان کی ابتدائی نظموں میں'' وحدت الوجود'' کی جھلک نظر آتی ہے تو دیانت کا تقاضا ہے کہ ان کی بعد کی فکر کے نمونے بھی دیکھے جاتے ☆ سرسید اور محمد اقبال کی فکر کو بایزید بسطامی کی شطحیات اور فلاطینوس کے ساتھ جوڑنا مناسب نہیں۔

اسلامائزیشن کے تیسرے شمارے کا عنوان ہے'' فلسفہ توحید اور ذرائع علم کی عجمی تشکیل'' اس میں فکر کے منہاج، استخراج، استدراج، استقرا، وجدان، علم وحی، اللہ کی موجودگی کا اثبات جیسے عنوانات کی طویل بحثیں ہیں جہاں کہیں تضادات بھی محسوس ہوتے ہیں مثلاً شاہ ولی اللہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کی علمی تحقیق سے'' وحدۃ الوجود'' کی پوری عمارت منہدم ہو جاتی ہے (۱۷۹) لیکن وہ یہ

Marfat.com

بھی کہتے ہیں کہ صوفیا کے خاندان سے وابستگی کی بناء پر وہ اس نظریے کا کلیتہً رد نہ کرسکے☆ (۲۲۵)

''فلسفہ توحید اور وحدۃ الوجود کا تحقیقی مطالعہ'' یہ عنوان ہے اس مجلّے کے چوتھے شمارے کا پہلے طویل باب میں فلسفہ وحدۃ الوجود کی مختصر تشریح کے بعد فاضل مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ مسلمانوں کے اکثر مکاتب فکر میں توحید کے بنیادی عقیدے کا ماخذ ''حقیقت محمدیہ'' ہے جو وحدۃ الوجود کی بنیادی اینٹ ہے (ص۲) مجدد ابن عربی کا اختلاف محض نزاع لفظی ہے (ص ۳۷) محمد قاسم نانوتوی، امداد اللہ مہاجر مکی، عبدالحی لکھنوی، علامہ سعید احمد کاظمی، ڈاکٹر طاہر القادری، اشرف علی تھانوی، میر ولی الدین، ثناء اللہ امرتسری، وحیدالزمان خاں، صدیق حسن خاں، محدث عبداللہ روپڑی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، سید سلیمان ندوی، حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ڈاکٹر برنیئر، ڈاکٹر تاراچند، عبدالحمید سواتی، حسرت موہانی، علی عباس جلالپوری، خواجہ غلام فرید، فریدالدین گنج شکر، شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، سلطان باہو، مرزا غلام احمد قادیانی اور یونس خان کے خیالات دربارہ وحدت الوجود (اسی ترتیب سے) کسی کو جاننے کا شوق ہو تو محترم ظفر اقبال خاں نے بڑی محنت سے ان کے لیے آسانی پیدا کردی ہے

اگرچہ اسلامائزیشن کے چاروں شماروں میں ۔۔۔سلف سے اختلاف کے باوجود ان کا ادب بہرحال مستحسن ہے تاہم اردو زبان میں وحدت الوجود کے مسئلے پر اس فروانی کے ساتھ گفتگو یقیناً ظفر اقبال خاں اور محمد طارق نعیم اسدی کا منفرد کارنامہ ہے اور اس عرق ریزی کے لیے وہ یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں (بشکریہ ترجمان القرآن، لاہور اگست ۲۰۰۵)

☆''اقبال کے الٰہیاتی تصورات کا تحقیقی مطالعہ'' میں اس بات کا جواب دیا گیا ہے کہ بعض ارباب علم کو یہ غلط فہمی اس لیے لائق ہوتی ہے کہ علامہ اقبال کی ذہنی ارتقا کی مکمل تصویر ان کے سامنے نہیں ہوتی اس کا اجمالی جواب اس کتاب مین دیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اقبال کے ذہنی ارتقاء کے تین مدارج ہیں۔ان میں سے پہلے درجے کی طرف پروفیسر موصوف نے اشارہ کیا ہے لیکن دوسرے دونوں ادوار میں کچھ عرصہ ابن تیمیہ کی کتابوں کے مطالعہ سے ابن عربی سے بدظن ہوگئے لیکن جب براہ راست فصوص الحکم کا مطالعہ کیا تو بقیہ عمر وحدۃ الوجود کے گن گاتے رہے۔

دیکھیے پروفیسر سلیم چشتی شرح جاویدنامہ، ص ۲۳۸ اور فلسفہ الٰہیات کی تشکیل جدید، ص ۱۸۳

Marfat.com

حلال وحرام اور وحدۃ الوجود

اے۔ڈی خان سیال

وحدۃ الوجود کی آسان تفہیم یہ ہے کہ وجود واحد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور کائنات میں جتنی اشیاء پائی جاتی ہیں اس وجود واحد کے اعراض ہیں یہ اعراض اللہ تعالیٰ کے وجود کے اعضاء اور جوارح ہیں ان اعراض سے حرکت وسکون کے ذریعے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے یہ ان اعراض کا ذاتی فعل نہیں ہے بلکہ یہ جوارح اور اعضاء کی صورت میں اللہ کے ارادے کے مطابق کام کر رہے ہیں چونکہ کائنات کی ہر شے اس وجود واحد کے اعضاء اور جوارح ہیں لہذا ان میں حلال وحرام، کفر واسلام اور حسن وقبح کے درمیان حقیقی امتیاز ثابت نہیں ہوسکتا۔ (فلسفہ اسلام اور پرویزیت کے الٰہیاتی تصورات

یہ نظریہ ''وحدۃ الوجود'' ابن عربی کا ہے آپ کو یہ تو معلوم ہوگا کہ ابن عربی ملت اسلامیہ کی ایک عظیم اور نامور شخصیت ہو گزرے ہیں اس نے وحدۃ الوجود کا نظریہ ساتویں صدی ہجری میں پیش کیا تھا اُس وقت چونکہ پوری ملت اسلامیہ ان کو ایک عظیم رہنما سمجھتی تھی اس لیے ملت اسلامیہ اس عظیم شخص کے نظریات کی تردید کیسے کر سکتی تھی اسی طرح ابن عربی کا نظریہ وحدۃ الوجود ملت اسلامیہ میں اس طرح داخل ہو گیا جس طرح گھپ اندھیرے میں نظر نہ آنے والی ایک چھوٹی سی چیونٹی کسی انسان کی جیب میں داخل ہو جائے۔ابن عربی کے دیوانوں کو راہ حق پر لانے کے لیے ایک مثال پیش کی جاتی ہے ایک شخص کے تین بیٹے تھے جو بڑے ذہین تھے وہ اپنے باپ کی غلط باتوں کو پختہ حقائق سے رد کر دیتے تو اسے بہت دکھ ہوتا لہذا اس نے ان سے بدلہ لینے کا فیصلہ کیا اس نے تینوں بیٹوں سے جھوٹ کہا کہ کل سیر کو جائیں گے اس لیے تیاری کر لینا۔اگلے روز وہ سیر کو نکلے راستے میں ایک ویران جگہ پر اس مکار باپ نے ایک گہرا گڑھا کھودا تھا اور اوپر سے اُسے گھاس سے ڈھانپ دیا تھا اس کا خیال تھا کہ جب ہم اس پر سے گزریں گے تو میں چھلانگ لگا کر دوسرے کنارے کود جاؤں گا اور میرے بیٹے اسی گڑھے میں گر کر ختم ہو جائیں گے مگر قدرت نے اس سے بھی بدلہ لینے کا فیصلہ کر لیا اور جب وہ گڑھے پر پہنچ گئے تو اس نے چھلانگ لگا دی مگر عین چھلانگ لگاتے وقت اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ اپنے بیٹوں سمیت گڑھے میں گر ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہمیں افسوس ہے تو اس کے بیٹوں کا جو بیگناہ ہوتے ہوئے

موت کے منہ میں چلے گئے یہ بات اٹل حقیقت ہے کہ اگر ان کے باپ کا قرآن وسنت پر پختہ ایمان ہوتا تو نہ وہ خود گڑھے میں گرتا اور نہ اپنے بچوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتا۔

اس کائنات میں جتنی بھی اشیاء کے وجود سے شر کا صدور ہو رہا ہے اس کی حقیقی نسبت اللہ ہی ذات کو ماننا پڑے گا آپ انصاف کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ پر کتنا بڑا ظلم اور شرک عظیم ہوگا لیکن آپ یہ سوچیں کہ کیا کسی انسان کی عقل سلیم یہ ماننے کو تیار ہے کہ جس وجود کے اعضاء و جوارح کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کسی دوسری مخلوق میں ضم کر دیا جائے تو کیا اس وجود کے اعضاء و جوارح اپنی اصلیت کھو بیٹھیں گے یا نہیں؟ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ وہ اپنی اصلیت کھو دیں گے تو ایسے انسان کو یہ مثال چیلنج کر رہی ہے کہ اگر کسی انسان کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو کیا ہم یہ کہہ سکیں گے کہ اب اُس انسان کے اعضا ٹکڑے ہونے کے بعد حیوان بن گئے ہیں کبھی نہیں کیونکہ کسی انسان کا قیمہ ہی کیوں نہ بنا دیا جائے وہ انسان ہی رہے گا ہم اس کو حیوان نہیں کہہ سکتے اگر یہ کہہ دیا جائے کہ انسان ٹکڑے ہونے کے بعد حیوان بن گیا ہے تو انسان اور حیوان کے درمیان جو حقیقی امتیاز پایا جاتا ہے وہ ختم ہو جائے گا اور ہم کھلم کھلا یہ کہہ سکیں گے کہ انسان حیوان بھی ہے اور حیوان انسان بھی۔ تو جب دونوں وجود (جو کہ اپنی الگ الگ خصوصیات رکھتے تھے) اپنی اصلیت کھو دیں گے تو پیچھے کیا بچے گا اس لیے دونوں وجود اپنی ہی ذات کی نفی کر دیں گے اور اب ظاہر ہے کہ جو وجود اپنی ذات کی نفی کر رہا ہو تو وہ دوسرے وجود کو کیسے ثابت مانے گا۔ اس مثال سے ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت کا کائنات کی کسی بھی شے پر اطلاق کیا گیا تو وہ شے بھی اللہ کا جز اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی حامل ثابت ہوگی۔ چونکہ صفت اپنے موصوف سے علیحدہ نہیں ہو سکتی اس لیے کائنات کی جس شے پر اللہ تعالیٰ کی صفات کا اطلاق کیا جا رہا ہے وہ شے بھی الٰہ ثابت ہوگی۔

یہیں سے ملت اسلامیہ کی بربادی کی داستان شروع ہوتی ہے لیکن یہ الفاظ پڑھتے ہوئے بریلوی، دیوبندی، حنفی یا دوسرے مسالک کا انسان یہ کہے کہ ہمارے مسلک کا وحدۃ الوجود سے کوئی تعلق نہیں یہ لوگ لفظی طور پر تو وحدۃ الوجود کا انکار کرتے ہیں مگر نظریہ وحدۃ الوجود اُن کے بڑے بڑے رہنما عملی طور پر تسلیم کرتے ہیں اور یہ نظریہ ان کی کتابوں میں ایک بنیادی اینٹ کی حیثیت سے

Marfat.com

موجود ہے اگر آپ اب بھی یقین نہ کریں تو یہی ایک مثال ہی آپ کو چیلنج کرنے کے لیے کافی ہے کہ ایک شخص کے پانچ بیٹے ہیں ان پانچوں کے درمیان کچھ مذہبی نظریاتی اور گروہی اختلافات ہیں یہ اختلافات ان پانچوں کے درمیان آپس کی چپقلش اور کوتاہیوں کا نتیجہ ہیں لیکن اتنے اختلافات کے باوجود وہ پانچوں بھائی اپنے باپ کا انکار تو نہیں کر سکتے باپ تو ان کا ایک ہی ہے۔

نوٹ: یہاں پر پانچ بھائیوں سے مراد بریلوی، دیوبندی اہلحدیث، حنفی اور دوسرے مسالک مراد ہیں جبکہ باپ کی جگہ نظریہ وحدۃ الوجود مراد ہے۔

یہاں تک لکھنے کے بعد آپ وحدۃ الوجود کی حقیقت کو سمجھ چکے ہوں گے اور اصل حقیقت آپ پر ظاہر ہو چکی ہو گی لیکن ملت اسلامیہ نے جس نظریئے کو اپنی بنیاد بنایا ہوا ہے اس نظریئے کی قرآن کریم کے حرف اول سے ہی تردید ہو رہی ہے وہ یہ حرف ہے الحمد اللہ رب ا للعالمین. آپ ذرا غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ امت جب قرآن کریم کے حرف اول ہی کی مخالفت کر رہی ہے تو باقی قرآن سے یہ کیسا سلوک کرے گی۔

کرتا رہا قرآن، جس کو لاکھوں سال بیان   افسوس! کہ ہم اس کا حق ادا نہ کر سکے

اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ وجود دو ہیں یعنی ایک خالق اور دوسری مخلوق۔ اب ظاہر ہے کہ ان دونوں کی الگ الگ خصوصات، صفات اور خوبیاں ہو گی مخلوق کی کروڑوں صفات میں سے کسی ایک صفت کا بھی خالق پر اطلاق نہیں ہو سکتا اور خالق کی کروڑوں صفات میں سے کسی ایک صفت کا بھی مخلوق پر اطلاق نہیں ہو سکتا۔ دیکھیئے قرآن کے حرف اول نے کتنے باطل نظریات کا رد کر دیا ہے۔

کچھ مسالک کے لوگوں نے نظریہ وحدۃ الوجود کی تردید ہوتے دیکھ کر وحدۃ الشہود کو اپنا لیا ہے۔ ہم آپ کو یہ بتاتے چلیں کہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں صرف لفظی فرق۔ ہے ورنہ مقصد دونوں کا ایک ہی ہے ہم اس نظریہ پر مزید کوئی بحث نہیں کرنا چاہتے اس نظریے کی تردید کے لیے صرف یہی کافی ہے ابن عربی رب کی صفات کو عالمین میں ثابت کرتے ہیں جبکہ مجدد الف ثانی عالمین کی صفات کو رب میں ثابت کرتا ہے اس امت کو اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی فرصت ہی نہیں بلکہ صرف اور صرف رسول ﷺ کی امت ہونے کا گھمنڈ ہے انہوں نے اپنے ہی گھڑے ہوئے نظریات کو قرآن پر فوقیت

Marfat.com

دی ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو پس پشت ڈال کر اب یہ امت تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے اس امت نے ایک ایسا غلط کارنامہ سرانجام دے دیا ہے جس کو آج تک عالم کفر بھی سرانجام نہیں دے سکا۔

آپ کس قدر خسارے میں جا چکے ہیں سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے قرآن میں غور کیا اور دی احتیاط سے کام لیا اور اب تباہی و بربادی دو قدم آگے آپ کے انتظار میں کھڑی ہے اس سے پہلے کہ تم تباہی و بربادی کے قریب پہنچ جاؤ یا وہ تمہارے سروں پر آ پہنچے اپنے اعمال کا جائزہ لو اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو تاکہ تم دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکو یہ کوئی عام مسئلہ نہیں بلکہ آپ کی کامیابی و ناکامی کا مسئلہ ہے امید ہے کہ آپ یہ پڑھتے ہوئے ضرور متاثر ہوئے ہوں گے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کی فکر آپ کو ضرور لاحق ہوئی ہو گی لیکن اصل حقیقت معلوم ہونے کے بعد بھی آپ خاموش تماشائی بنے رہے تو وہ دن دور نہیں جب عالم کفر تم پر غالب آ جائے گا لیکن چونکہ آخری فتح حق کی ہو گی اس لیے آپ مایوس نہ ہوں اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اسی سے مدد کی امید رکھو کوئی شک نہیں کہ وہ تمہارے گزشتہ اعمال کو بخش دے گا کیونکہ وہ بڑا ہی غفور و رحیم ہے۔

روزی کمانے کے لیے ایسے ذرائع اختیار کیے جائے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جائز قرار دیئے ہوں حلال روزی کمانے کے لیے ضروری ہے کہ شے بھی حلال ہو اور حصول کا ذریعہ بھی حلال ہو لیکن ہمارے ہاں تو یہ رواج ہے کہ صرف اتنی احتیاط کرتے ہیں کہ شے حلال ہو جبکہ حصول کا ذریعہ حرام ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اسلام نے رشوت، بددیانتی، بلیک مارکیٹنگ، ملاوٹ، سمگلنگ، سود، ناجائز منافع خوری، ذخیرہ اندوزی، چوری، ڈکیتی، نوسربازی، غبن اور دھوکہ کے ذریعے روزی کمانے کو حرام قرار دیا ہے اور قیامت کے روز اس کی بہت سخت سزا مقرر ہے۔

☆ حلال کی کمائی سے انسان میں عزت نفس پیدا ہوتی ہے۔

☆ اسے سکون قلب نصیب ہوتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

☆ حرام کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی انسان اکثر بے پرواہی سے فضول کاموں میں خرچ کرتا ہے

☆ حرام کمانے والے کو معاشرے میں نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے وہ ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے

Marfat.com

☆ حرام خور اللہ اور اس کے رسول کا کھلا دشمن ہے حرام کمانے والے کی نہ نماز قبول ہوتی ہے نہ دعا۔

اب ضروری تو یہ تھا کہ ہر مسلمان حلال وحرام کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے حرام کی کمائی سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرتا اور حلال ہی پر اکتفا کرتا لیکن آج کے اس جدید دور میں دولت کمانے کی دھن نے مسلمانوں کو حلال وحرام کی اہمیت اور دنیا وآخرت کی بھلائی سے کوسوں دور کر دیا ہے رشوت، بددیانتی، چوری اور دھوکہ فریب کے ذریعے روزی کمانے کا ظالم سماج ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے حرام خور نے خود کبھی سوچا ہی نہیں کہ وہ حرام کی کمائی سے اپنے آپ پر کتنا ظلم کر رہا ہے اور اس کی اس بے پرواہی کے اثرات اس کی آئندہ نسلوں تک پہنچتے رہیں گے کیونکہ محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ ''حرام کی کمائی سے پلا بڑھا گوشت جنت میں داخل نہیں ہوگا''

کچھ انسانوں کا قول ہے کہ ہر ظلم کی کوئی نہ کوئی انتہاء ہوتی ہے اور ہر ظالم کو اس کے اعمال بد کا پورا پورا بدل مل جاتا ہے لہٰذا ایسے حرام خوروں پر جب اللہ تعالیٰ کی گرفت مضبوط ہوتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت بھی ان کو موت کے منہ میں جانے سے نہیں بچا سکتی اور جس انسان نے بھی حرام خور کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طاقت کو چیلنج کیا تو وہ خود ہی پاش پاش ہو جائیگا اور دنیا سے اس کا نام ونشان بھی مٹ جائے گا مثلاً ایک حرام خور کی موت قریب ہے تو اس کا ساتھی اس کو بچانے کے لیے یہ کہتا ہے کہ اب اگر اللہ بھی چاہے تو میرے ساتھی پر موت نہیں آسکتی لیکن ابھی اس نے حرام خور کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طاقت کو اتنا چیلنج کیا ہی تھا کہ موت کے فرشتے نے اسی کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔

ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے ایک حرام خور کی داستان حیات کا انجام لکھ دیتے ہیں تاکہ ہر مسلمان حرام کمائی سے بچا رہے اور حلال ہی پر اکتفا کرے:۔

''منیر اور بشیر دونوں سگے بھائی تھے ان کے والد کا نام عمیر تھا جو کہ ایک بہت بڑا فلمی ڈائریکٹر تھا جس کی فلموں کی دھوم پوری دنیا میں مچی ہوئی تھی اور قدرت نے اسے دولت سے مالا مال کر رکھا تھا کوئی ایسی شے نہ تھی جو اس کے پاس موجود نہ ہو۔ دولت کے ڈھیر ہوتے ہوئے بھی اسے سکون میسر نہ تھا اس لیے وہ اس بات کا حل چاہتا تھا۔

ایک دن اس کی ملاقات ایک درویش سے ہوئی تو اس نے مولوی صاحب سے کہا کہ ''اتنی

Marfat.com

دولت اور ہر شے کے ہوتے ہوئے بھی مجھے سکون نہیں مل سکا'' درویش نے یہ سنتے ہی بڑی دلیری سے جواب دیا کہ اسلام میں ہر فحش کام کے ذریعے روزی کمانا حرام ہے جب آپ روزی بھی ناجائز اور حرام ذریعہ سے کمار ہے ہیں اور اپنے ہی بھائیوں کا پیسہ بڑی بیدردی سے لوٹ رہے ہیں تو تمہیں سکون کیسے میسر ہو اگر سکون چاہتے ہو تو ایسے ذرائع سے روزی کماؤ جو ہمارے دین نے جائز قرار دیئے ہوں۔

یہ جواب سن کر عمیر پریشان رہنے لگا کیونکہ اس نے بچپن سے لیکر ڈھلتی عمر تک سارا وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزار دیا تھا اور اب جب کہ وہ بوڑھا ہو چکا تو اب کیا کر سکتا اس لیے اس نے پریشانی کی حالت میں فلمی بورڈ سے استعفےٰ لے لیا اور اپنے گھر ہی پر رہنے لگا اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگا مگر اب وہ کیسے اپنے رب کو راضی کر سکتا تھا آج کے اس جدید دور میں اکثر مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ برائے نام ہی مسلمان کہلوانا پسند کرتے ہیں ورنہ ان میں تو ایسی کوئی ایک صفت بھی موجود نہیں جو ایک حقیقی مسلمان میں ہوتی ہے ایسے انسان جب دنیا خوب کما لیتے ہیں اور تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں تو اپنی زندگی کے آخری ایام میں نمازیں پڑھنی شروع کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے لگتے ہیں مگر جس انسان نے اپنی آدھی سے زیادہ زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزار دی ہو تو زندگی کے آخری ایام میں اس کی مغفرت کیسے ہو سکتی ہے۔

اسی طرح کچھ دن ہی گزرے تھے کہ عمیر بیمار ہو گیا اور جب اس کے بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس نے اپنے دونوں بیٹوں منیر اور بشیر کو اپنے پاس بلایا اور رو کر کہا کہ اے میرے پیارے بیٹو! میں نے تو اپنی ساری زندگی اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے گزار دی اب تم بھی میری طرح ہی اپنے رب کی نافرمانی نہ کرنا اور حرام مال زندگی بھر نہ کمانا خواہ اس وجہ سے تم بالکل ہی مفلوج الحال ہی کیوں نہ ہو جاؤ میں نے تو حرام کما کر اپنے آپ اور تم پر بڑا ظلم کیا ہے لہذا تم ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے گزارنا اور اس کی ناراضگی سے بچنا منیر نے دونوں بیٹوں سے کہا کہ کیا آپ میری وصیت پر ثابت قدم رہیں گے دونوں بھائیوں نے زوردار جواب دیا ہاں۔ منیر اپنے بیٹوں کے اس جواب کو سن کر مطمئن ہو گیا۔

Marfat.com

اپنے بیٹوں کے اس جواب کو سن کر مطمئن ہو گیا۔

کچھ دن ہی گزرے تھے کہ منیر کا انتقال ہو گیا اب یہ نازک وقت دونوں بھائیوں کے لیے پریشان کن تھا دونوں بھائی اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے یہیں سے منیر کی تباہی و بربادی جبکہ بشیر کی کامیابی و کامرانی کی داستان الم شروع ہوتی ہے باپ کے انتقال کے بعد منیر نے اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے کا فیصلہ کر لیا لیکن بشیر نے منیر کو اپنے باپ سے کیا گیا وعدہ یاد دلایا اور کہا کہ جب ہم کو والد نے یہ الفاظ کہے تھے کہ ''حرام مال زندگی بھر نہ کمانا خواہ اس وجہ سے تم بالکل مفلوج الحال ہی کیوں نہ ہو جاؤ'' تو تم اس وقت یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ابا جان۔ ہم مفلوج ہو کر زندگی نہیں گزار سکتے ۔منیر نے یہ باتیں سننے کے بعد بشیر کو جواب دیا کہ زندگی تو صرف چند دن کی ہے خوب مزے اڑاتے ہیں۔اب بشیر کو منیر کی تباہی و بربادی صاف طور پر نظر آ رہی تھی وہ منیر سے مزید کچھ کہے بغیر ہی چلا گیا۔

کچھ عرصہ بعد منیر اپنے باپ کی طرح پوری دنیا میں مشہور ہو گیا دولت کمانے کی دھن نے منیر کو اندھا اور مغرور کر دیا ابھی اس کو یہ کاروبار شروع کرتے کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ منیر کا فلمی بورڈ کے چیئرمین سے جھگڑا ہو گیا اور منیر کو بورڈ سے فارغ کر دیا گیا۔

دوسری طرف بشیر جو اپنے باپ سے کیے گئے وعدے پر ثابت قدم تھا وہ اپنے پروردگار کی ناراضگی سے بچ کر اپنے ہاتھ کی حلال کمائی پر گزارہ کر رہا تھا صرف حلال ہی پر قناعت کرتا تھا وہ انسانوں کے دلوں کا تارا بن گیا پانچ وقت کی نمازیں پڑھتا، زکوٰۃ دیتا اور روزے رکھتا تھا اور وہ بڑی پر سکون زندگی بسر کر رہا تھا۔

کچھ انسانوں کا قول ہے کہ ہر دولتمند انسان ایک نہ ایک دن ضرور زوال پذیر ہوتا ہے چاہے اس انسان کو بچانے کی خاطر ساری دنیا کی دولت اسے کیوں نہ دی جائے یہی حال اب منیر کا تھا جو دولت اس نے حرام ذریعہ سے کمائی وہ دن بدن ختم ہوتی جا رہی تھی منیر اس صورتحال سے پریشان تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے؟ اچانک ہی اس کے ذہن میں ایک تدبیر آ گئی تو اس کی پریشانی جاتی رہی وہ تدبیر یہ تھی کہ لوٹ مار اور ڈاکے سے بہت دولت کمائی جا سکتی ہے پھر کیا تھا اس نے ہتھیار خرید لیے اور دن رات ڈاکے مارنے شروع کر دیئے اس نے کئی بڑے بڑے امیر انسانوں کے قیمتی سامان، زیورات

Marfat.com

اور پیسے چرا لیے تھے لوگ پولیس کو ہر وقت شکایت کرتے تھے پہلے تو پولیس نے منیر کو پکڑنے کی کوشش ہی نہیں کی لیکن کسی دفعہ پکڑ لیتے تو بھاری رشوت لے کر چھوڑ دیتے اور لوگوں سے کہتے کہ اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا چند منٹ پہلے مفلسی کا شکار ہونے کے ڈر سے یہ کاروبار کرنے والا منیر اب دوبارہ دولت میں کھیل رہا تھا لوٹ مار اور ڈاکے اس کا پسندیدہ مشغلہ بن گیا کئی انسانوں کو تو اس نے قتل کر دیا تھا انسانوں کی شکایتوں سے پولیس تنگ ہوگئی تھی آخر کار ایک دن پولیس نے ایک بہت بڑا آپریشن کر کے منیر کو گرفتار کر لیا گرفتاری سے پہلے منیر اور پولیس میں فائرنگ کا زبردست تبادلہ ہوا کئی پولیس کے آدمی زخمی ہو گئے پولیس نے منیر کو گرفتار کرتے ہی منیر کے ظلم کا شکار ہونے والے انسانوں کی تحویل میں دے دیا ہر مظلوم نے منیر کی خوب پٹائی کی اور منیر کا بھرکس نکال دیا اس کے بعد منیر کو تھانہ میں بند کر دیا گیا منیر اب مکمل طور پر تباہ و برباد ہو چکا تھا اس کے بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی عدالت میں پیشی کے دوران منیر کے ساتھیوں نے ہر ممکن کوشش کی کسی طرح منیر کے وکیل کو بھاری رشوت دے منیر کی زبردست حمایت کے لیے قائل کر لیا جائے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ہر ظلم کی کوئی نہ کوئی انتہاء ہوتی ہے اور۔۔۔۔۔لہذا ایسے ظالم اور حرام خور پر جب اللہ تعالیٰ کی گرفت مضبوط ہوتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو موت کے منہ میں جانے سے نہیں بچا سکتی اور جس انسان نے بھی حرام خور کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طاقت کو چیلنج کیا تو وہ خود ہی پاش پاش ہو جائیگا۔عدالت نے منیر کو دس سال قید اور اس کے بعد پھانسی کا حکم سنا دیا عدالت نے مزید وارنٹ جاری کیا کہ جن انسانوں نے منیر کو بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی تھی ان کو بھی گرفتار کیا جائے۔

دس سال گزرنے میں آج آخری دن تھا اور منیرا اپنے انجام سے باخبر تھا جونہی سورج غروب ہوا منیر کو پھانسی دیدی گئی منیر کے حمایتیوں کو گرفتار ہوئے تین سال گزر چکے ہیں انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ منیر کی حمایت کر کے انہوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔

یہ تو تھی ایک حرام خور کی دنیا میں رسوا کن داستان حیات لیکن آخرت تو اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہوگی جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا آپ ایک حرام خور کا انجام پڑھ چکے ہیں لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ حرام کمائی سے بچے اور ہمیشہ حلال ہی پر اکتفا کرے ورنہ حرام کمانے والے انسانوں کا انجام ایسا ہی ہوگا جیسا کہ منیر کا ہوا ہے آخر میں میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر مسلمان کو حرام کمائی سے بچائے اور حلال کمائی پر ثابت قدم رکھے۔

Marfat.com

Marfat.com

کتاب	پرویزیت کے الہیاتی تصورات
مصنف	ظفر اقبال خان
صفحات	1200
قیمت مکمل سیٹ	750 روپے
اشاعت	ادارہ اسلامیہ حویلی بہادر شاہ جھنگ
تبصرہ نگار	ڈاکٹر وحید عشرت

ہر مذہب، فلسفے اور مابعد الطبیعیات میں الٰہ کا تصور اساسی ہوتا ہے بلکہ ہر نظام کا بنیادی مرکز ومحور بھی یہی تصور ہے۔ اگرچہ ہر مذہب اور نظام میں الٰہ واحد کا نکتہ مشترک ہے اور کوئی بھی مذہب اور فلسفہ اللہ کی احدیت سے صرف نظر نہیں کرتا مگر جب اس تصور کو علمی موشگافیوں اور تفسیر وتعبیر کی کٹھ نائیوں سے گذارا جاتا ہے تو یہ ایک عجیب چیستان بن جاتا ہے اور مشرکانہ آلائش اسی میں در آتی ہیں اور یہ تصور گہنانے لگتا ہے۔

جناب ظفر اقبال خان مسلم فکریات اور فلسفے میں گہری بصیرت رکھتے ہیں اللہ کی ذات وصفات، تصور زماں ومکان، تصور تقدیر جیسے موضوعات پر گہری دسترس اور ادراک رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایم فل کے مقالے میں عصر حاضر کی ایک مسحور کن شخصیت کے تصور الٰہ پر نہایت مدلل اور جامعیت کے ساتھ مقالہ لکھا ہے۔ ایم۔ فل کی ڈگری کے کام سے یہ کہیں زیادہ وقیع اور معتبر تحریر ہے۔ انہوں نے غلام احمد پرویز کا ایسا محاکمہ کیا ہے کہ ان کی فکر کا تیا پانچہ ہوگیا ہے۔ رد پرویزیت میں اسے علمی سطح پر سنگ میل تصور کیا جائے گا۔

یہ مقالہ صرف غلام احمد پرویز پر ہی نقد نہیں بلکہ مختلف ادیان اور الہیاتی فلسفوں کے تصور الٰہ سے بھی اس سے کماحقہ، آگاہی ہوتی ہے اور ہمیں اسلامی تصور الٰہ کے سمجھنے میں سہولت حاصل ہوتی ہے۔

ظفر اقبال خان چونکہ جدید اور قدیم مغربی فلسفے سے آگاہ ہیں لہٰذا ان کے تصورات میں وسعت ہے۔ اُمید ہے یہ مقالہ مصنف کے فلسفے اور ال...
شناخت بنے گا۔

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ قرآنی ... جہاں
کردہ ام در دین پرویزی نگاہ ... لاصل

297.31 ظ 12
70264-U-67
Marfat.com

اسلام میں
حلت و حرمت کی حقیقت

ایک تحقیقی مطالعہ

فاعلم انہ لا الہ الا اللہ

ISLAMIZATION OF EDUCATION SYSTEM

ظفر اقبال خان

...لامیہ حویلی بہادر شاہ جھنگ